قربانی کے ایام و اوقات



ایفا پبلیکیشنز

قربانی کے ایام واوقات

اگر کوئی شخص ایسے دور دراز علاقہ میں اپنی قربانی کرائے، جہاں وقت کا کافی فرق پایا جاتا ہو تو قربانی کے ایام واوقات میں قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار ہوگا یا اس جگہ کا جہاں قربانی کی جارہی ہے؟ اس اہم موضوع پر اکیڈمی کے ۱۹ویں فقہی سمینار میں پیش کیے گئے، تفصیلی مقالات ومباحث کا مجموعہ

ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی

نام کتاب	:	قربانی کے ایام واوقات
صفحات	:	۳۳۹
سن طباعت	:	فروری ۲۰۱۱ء
قیمت	:	۱۳۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981327

ای میل: ifapublications@gmail.com



فہرست

باب سوم: مختصر مقالات

باب چہارم: تحریری آراء

باب پنجم: اختتامی امور



پیش لفظ

اسلام کی ایک اہم عبادت قربانی ہے، قربانی کی بعض قسمیں وہ ہیں جو خاص طور پر حج سے متعلق ہیں اور ایک قربانی وہ ہے جو بقرعید میں انجام دی جاتی ہے، بقرعید کی قربانی بھی اور حج کی قربانی بھی بنیادی طور پر حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما الصلاۃ والسلام کی یادگار ہے، بقرعید کی قربانی واجب ہے یا سنت اور ہر صاحب استطاعت کے ساتھ انفرادی طور پر متعلق ہے یا ایک خاندان پر اجتماعی حیثیت سے یعنی پورے خاندان کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے، حنفیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے اور ہر صاحب استطاعت پر انفرادی حیثیت میں واجب ہے۔

قربانی کے واجب ہونے کے لئے دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، اول یہ کہ جس شخص کو قربانی کرنی ہے اس سے وجوب متعلق ہو چکا ہو اور یہ وجوب متعلق ہوتا ہے دس ذی الحجہ کی صبح طلوع ہونے کے بعد، دوسرا اصول یہ ہے کہ قربانی اس کے مقررہ اوقات ہی میں دی جاسکتی ہے جو دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور حنفیہ نیز جمہور کے قول کے مطابق ۱۲ رذی الحجہ کے غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی ترقی کی وجہ سے انسان کے لئے یہ معلوم کرنا آسان ہوگیا ہے کہ فلاں علاقے میں دس ذی الحجہ کی صبح ہو چکی ہے اور فلاں علاقے میں شروع نہیں ہوئی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے علاقے میں رہتا ہے جہاں ابھی دس ذی الحجہ کی صبح نہیں ہوئی ہے اور مثلاً ہندوستان میں صبح ہو چکی ہے تو کیا اس شخص کی قربانی ہندوستان میں ہوسکتی ہے، جبکہ بہ ظاہر ابھی مذکورہ شخص سے قربانی کا حکم متعلق ہی نہیں ہوا ہے۔

مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہندوستان میں جہاں قربانی کرائی جارہی ہے ۱۲؍ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہو چکا؛ لیکن جو شخص قربانی کرارہا ہے اس کے یہاں ابھی بارہ تاریخ کی صبح یا دوپہر ہے تو کیا ۱۳؍ذی الحجہ کو ہندوستان میں اس کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے؟ چونکہ برصغیر کے تارکین وطن بہ کثرت مغربی ملکوں میں آباد ہیں، ان ملکوں میں بعض اوقات قربانی کرنا دشوار ہوتا ہے، نیز ان کے آبائی وطن میں مستحقین زیادہ ہیں؛ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ ان علاقوں میں قربانی ہوجائے؛ چنانچہ اس طرح کے مسائل کثرت سے پیش آرہے ہیں۔

اسی پس منظر میں اکیڈمی نے اپنے انیسویں فقہی سمینار منعقدہ ہانسوٹ گجرات میں میزبانوں کے مشورے سے اور ان کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس عنوان کو بھی موضوع بحث بنایا؛ چنانچہ چند اہل علم کا اختلاف رہا؛ لیکن عمومی طور پر حاضرین کا رجحان یہی تھا کہ قربانی کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو شخص قربانی کررہا ہو وجوب اس سے متعلق ہو چکا ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ضروری ہے کہ قربانی کا وقت ختم نہ ہوا ہو یعنی ۱۲؍ذی الحجہ کا سورج غروب نہیں ہوا ہو۔

چنانچہ اس اہم موضوع سے متعلق مقالات، تجاویز اور مناقشات کا مجموعہ اس وقت قارئین کے سامنے ہے، اہل علم اس کی وقعت کا اندازہ لگائیں گے، اس مجموعہ کی ترتیب کا فریضہ عزیزی مولانا امتیاز احمد قاسمی رفیق شعبۂ علمی نے انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اکیڈمی کی اس پیشکش کو اہل علم کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السميع العليم۔

۱۶؍صفر ۱۴۳۲ھ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
۲۱؍جنوری ۲۰۱۱ء	(جنرل سکریٹری)

☆☆☆

پہلا باب

تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہے؟

مجمع الفقہ الاسلامی الہند (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کا انیسواں سمینار صوبہ گجرات کا ضلع بھروچ کے معروف علمی ادارہ ''جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ'' میں ۲۷ تا ۳۰؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۲ تا ۱۵؍فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ تا دوشنبہ منعقد ہوا۔ اس سمینار میں ملک کے تمام صوبہ جات کے ممتاز علماء اور مرکزی اداروں کے نمائندوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی، بیرون ملک سے بھی بہت سے علماء کی شرکت رہی؛ امریکہ، کناڈا، برطانیہ، جنوبی افریقہ کے علاوہ نیپال و ایران، نیز قطر سے وہاں کے معروف عالم و محقق شیخ علی محی الدین قرہ داغی اور مصر سے دارالافتاء مصریہ کے نمائندہ مفتی شیخ احمد ممدوح سعد نے بھی شرکت کی۔

اس سمینار میں پانچ موضوعات میں سے ایک موضوع ''ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہے'' کے لئے درج ذیل تجاویز پاس کی گئیں:

جو شخص قربانی کا وکیل بنا رہا ہے وہ الگ مقام پر ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہ الگ مقام ہو تو اوقات قربانی کی ابتداء وانتہا کے سلسلہ میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا؛ بشرطیکہ جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اس پر ۱۰؍ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوگئی ہو؛ لہٰذا:

الف: جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اگر اس کے یہاں ۱۰؍ذی الحجہ شروع نہیں ہوئی تو اس کی طرف سے قربانی نہیں کی جاسکتی، اگرچہ قربانی کئے جانے کے مقام پر اس دن ۱۰؍ذی الحجہ ہو۔

ب: جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اگراس کے یہاں ۱۲؍ذی الحجہ کا غروب آفتاب ہو چکا ہے؛ لیکن جہاں قربانی ہورہی ہے وہاں ابھی ۱۲؍ذی الحجہ باقی ہے تو اس کی جانب سے قربانی کرنا درست ہے۔

ج: جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے مقام پر ۱۲؍ذی الحجہ کی تاریخ ہے اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں ۱۲؍ذی الحجہ گزرچکی ہے تو اب وہاں قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

شق ''الف'' میں درج ذیل حضرات کا اختلاف ہے:

مفتی رشید احمد فریدی، مفتی عبد الودود مظاہری، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد عثمان گورینی، مولانا عبدالرب اعظمی، مفتی شوکت ثناء قاسمی، مفتی نعمت اللہ قاسمی، مولانا محمد کامل قاسمی اور مولانا احتشام الحق۔ان حضرات کے نزدیک مذکورہ صورت میں قربانی درست ہے۔البتہ ان میں سے بعض حضرات کے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ اس صورت میں قربانی نہ کی جائے۔

شق ''ب'' میں مفتی سلمان پالنپوری صاحب کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مذکورہ صورت میں قربانی درست نہیں ہے۔



سوالنامہ

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام میں ایک عبادت قربانی ہے، جو حنفیہ کے یہاں واجب اور بعض فقہاء کے نزدیک سنت موکدہ ہے، دوسری عبادتوں کی طرح قربانی بھی وقت کے ساتھ مربوط ہے، چنانچہ جمہور کے نزدیک ۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ قربانی کے ایام ہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک ۱۳/ ذی الحجہ بھی ایام قربانی میں شامل ہے، موجودہ دور میں بحمد اللہ مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ مغربی اور مشرقی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دن کا فرق ہو جاتا ہے، مثلاً یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ۱۰/ ذی الحجہ شروع ہوگئی ہو اور دوسری جگہ ۹/ ذی الحجہ ہو، یا ایک مقام پر ۱۳/ ذی الحجہ شروع ہوگئی ہو اور دوسرے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ ہو، ایسی صورتوں میں دو پہلو ہیں: ایک پہلو یہ ہے کہ فقہاء نے عام طور پر یہ بات لکھی ہے کہ اوقات قربانی میں اس مقام کا اعتبار ہوگا، جہاں قربانی کی جائے، نہ کہ اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا شخص رہتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جہاں قربانی کی جارہی ہو، وہاں ۱۰/ ذی الحجہ کی تاریخ شروع ہوگئی ہو، لیکن جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، وہاں ۹/ ذی الحجہ ہے اور قربانی کرنے والے پر ابھی قربانی واجب ہی نہیں ہے، تو کیا کسی حکم کا مکلّف ہونے سے پہلے ہی اس کی طرف سے اس عمل کو انجام دیا جاسکتا ہے۔

ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو؟

۳- کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ قربانی کے آغاز کے لئے تو ضروری ہو کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰ر ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو، لیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہو؟ یعنی قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲ر ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہو، وہاں ۱۳ر ذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہو؟



تلخیص مقالات

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی امتیاز احمد قاسمی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے انیسویں سمینار میں ایک اہم موضوع یہ رکھا گیا کہ ''ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟'' اور ہندوستان ودیگر ممالک کے فقہاء اور اہل علم کو اس موضوع پر جواب تحریر کرنے کی دعوت دی گئی، الحمدللہ مقالہ نگاران نے اپنی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بیش قیمت تحریریں اکیڈمی کو ارسال کی ہیں، جن کی تعداد تادم تحریر ۳۷ ہے۔

بعض مقالہ نگار حضرات نے ابتداءً قربانی کی لغوی و اصطلاحی تعریف، اس کی مشروعیت، قربانی کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں؟ دوسری عبادتوں سے اس کا ارتباط، قربانی کی تاریخی حیثیت جیسے امور کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے ذیل میں آیات واحادیث اور فقہی عبارتیں ذکر کی گئی ہیں، بعض حضرات نے اس طرح کے نئے مسائل پیدا ہونے کا پس منظر بیان کیا ہے، جبکہ باقی حضرات نے براہ راست سوالوں کا جواب دیا ہے۔

سوال ۱: قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟

اس کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی تین آراء سامنے آئی ہیں:

۱- وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے۔

☆ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۲-وقت قربانی کے لئے وجوب اداء کا سبب ہے۔

۳-وقت نفس وجوب اور وجوب اداء دونوں کا سبب ہے۔

پہلی رائے: وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب:

جن حضرات کی تحریروں سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ ایام قربانی یا وقت نفس وجوب کا سبب ہے، نہ کہ وجوب اداء کا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: مفتی انور علی اعظمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا عبد الحی مفتاحی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا شیر علی گجراتی، مولانا حفیظ الرحمن مدنی، مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد عثمان صاحب گورینی، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی، حافظ شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد اشرف، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا روح اللہ قاسمی، مولانا محمد عمران ندوی، مفتی محمد سلمان پالنپوری، مولانا روح الامین ایم، پی، مولانا ارشد شاداب قاسمی وغیرہ۔

ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- **"اما وقت الوجوب فأيام النحر، فلا تجب قبل دخول الوقت، لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما"** (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸، طبع دار الکتاب، دیوبند) (مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد عثمان گورینی، مولانا روح اللہ قاسمی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا ارشد شاداب قاسمی)۔

۲- **"وسببها الوقت وهو أيام النحر"** (درمختار ۹/ ۴۵۳) (مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا عبد الحی مفتاحی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا شیر علی گجراتی، مولانا حفیظ الرحمن مدنی اعظمی، مولانا محمد عثمان گورینی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا روح الامین صاحب، مولانا روح اللہ قاسمی، مولانا ارشد شاداب قاسمی)۔

ان میں سے بعض حضرات نے اسی مفہوم کی عبارت عنایہ، بنایہ شرح الهدایہ

۳/ ۱۲، البحر الرائق ۹/ ۳۱۷، مجمع الأنہر ۲/ ۵۱۶ وغیرہ سے نقل کی ہے۔

۳– "أن السبب هو الوقت، لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به، إذا الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا، وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره وقد تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت ...... والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة الخ" (ردالمحتار ۹/ ۴۷۹، طبع دار الکتاب دیوبند، فتح القدیر مع الکفایہ ۸/ ۴۷۵، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ۸/ ۴۲۴) (مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا شبیر علی گجراتی، مولانا روح الامین، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا روح اللہ قاسمی وغیرہ)۔

۴– "إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر" (تکملہ فتح القدیر ۹/ ۵۰۹) (مفتی انور علی اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا شبیر علی گجراتی، مولانا محمد عمران ندوی، مفتی محمد سلمان پالنپوری)۔

۵– "أما الذي يرجع إلى وقت التضحية فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت لأن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلاة ...... (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۱) (مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی)۔

۶– "تبين بهذا أن الوقت هو السبب ولهذا لا يجوز تعجيلها قبل الوقت" (المحرر فی اصول الفقہ للسرخسی ۱/ ۷۵) (مولانا محمد اشرف صاحب)۔

۷– "سببها الوقت وقيل الرأس" (فتاوی تاتارخانیہ) (مولانا محمد عثمان گورینی)۔

۸– "أما وقت الصلاة فهوظرف للمؤدى وشرط للأداء وسبب للوجوب لقوله تعالىٰ أقم الصلاة لدلوك الشمس .... ثم هو سبب لنفس

الوجوب لأن سببها الحقيقي الإيجاب القديم وهو رتب الحكم على شئ ظاهر فكان هذا سبباً لها بالنسبة إلينا ثم لفظ الأمر لمطالبة ماوجب بالإيجاب المرتب الحكم على ذلک الشئ فيكون سببا لوجوب الأداء" (تنقیح الاصول مع التلویح علی التوضیح ١/٣٧٦، ٣٧٧، طبع مکۃ المکرمہ) (مولانا محمد حذیفہ محمود، مولانا شیر علی گجراتی، مفتی سلمان پالنپوری)۔

اسی مفہوم کی عبارت مولانا خورشید احمد اعظمی نے نور الانوار ص ۵۳، مسلم الثبوت ص ۲۹ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔

۹- "(ثم هو) أي الوقت لما بين أن الوقت سبب للوجوب أراد أن يبين أن المراد بالوجوب نفس الوجوب لا وجوب الأداء" (التوضیح شرح التلویح ١/٣٨١) (مفتی سلمان پالنپوری)۔

١٠- "وقد مر قبل هذا أن وجوب الأحكام متعلق بأسبابها وإنما يتعلق بالخطاب وجوب الأداء" (اصول البزدوی مع کشف الأسرار ٢/٣٩٣، طبع بیروت لبنان) (مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ)۔

بعض حضرات مثلاً مفتی انور علی اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی اور مفتی سلمان پالنپوری نے متعینہ سوال کا جواب دینے سے پہلے وقت کے سلسلہ میں اصولیین کی تقسیم کو ذکر کیا ہے، جیسے امر دو قسم کا ہوتا ہے، مطلق عن الوقت یا مقید بالوقت، پھر مقید بالوقت کی چار قسمیں ہیں وغیرہ اور اس کے لئے کتب اصول اور کتب فقہ سے مختلف عبارتیں نقل کی ہیں۔

البتہ مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ نے اولاً نفس وجوب اور وجوب اداء کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے اور اس سے متعلق فقہاء کی تصریحات کو بھی ذکر کیا ہے۔

دوسری رائے: وقت وجوب اداء کا سبب ہے:

جبکہ مولانا معز الدین قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا ڈاکٹر سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابوبکر قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی شوکت ثنا قاسمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی اور مفتی محمد احتشام قاسی وغیرہ کا کہنا ہے کہ وقت وجوب اداء کا سبب ہے۔ ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱ – **عن البراء بن عازبؓ قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في يوم نحر فقال: "لايضحين أحد حتى يصلي"** (صحیح مسلم ۲/ ۱۵۴، کتاب الأضاحی) (مولانا محمد جعفر ملی رحمانی)۔

۲ – **"وأما شرائط أدائها فمنها: الوقت في حق المصرى بعد صلاة الإمام وسببها طلوع فجر يوم النحر"** (البحر الرائق ۸/ ۲۱۷) (مولانا محمد جعفر ملی رحمانی)۔

۳ – **إن الأضحية لها وقت مقدر كالصلاة والصوم والعبرة للوجوب في آخره ...... إلا إذا كان بعد وجوب الأداء وذلك في آخر أيام النحر لأن وقتها مقدر كما علمت"** (فتاوی شامی ۵/ ۲۰۰) (مفتی معز الدین قاسمی)۔

۴ – **"شرعاً ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص"** (الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۴۵۲، طبع زکریا دیوبند، نیز دیکھئے: فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۶۰) (مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

۵ – **"سببها الوقت وهو أيام النحر، ووجدت الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة وإن كان الأصل إضافة الحكم إلى سببه كصلاة الظهر والدليل على سببية الوقت إمتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة، وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهو الغنى وإن وجد السبب"** (رد المحتار ۹/ ۴۷۹) (مفتی لطیف الرحمٰن صاحب، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی)۔

اسی کے ساتھ مفتی لطیف الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ نفس وجوب تو اسلام، اقامت اور غنی کے پائے جانے سے ثابت ہوجائے گا لیکن وجوب اداء کے لئے وقت کا پایا جانا ضروری ہوگا، جس طرح نماز ظہر کے لئے وقت۔

۶– ’’وحیلة المصری إذا أراد التعجیل أن یبعث بها خارج المصر فیضحی بها کما طلع الفجر وهذا لأنها تشبه الزکاة من حیث أنها تسقط بهلاک المال قبل مضی أیام النحر کالزکاة بهلاک النصاب ......‘‘ (ہدایہ ۴/۴۴۶) (مفتی محمد احتشام قاسمی)۔

مفتی صاحب مذکورہ عبارت کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ عبارت اس امر پر واضح دلیل ہے کہ قربانی کے واجب ہونے کا سبب مال ہے، ایام قربانی نہیں، اس لئے کہ اگر ایام قربانی، قربانی کے واجب ہونے کا سبب ہوتے تو جو شخص دسویں ذی الحجہ کو مالدار ہے اور اس میں قربانی کے واجب ہونے کی باقی تمام شرطیں بھی پائی جارہی ہیں اور اس نے ابھی تک قربانی نہیں کی تو اس پر قربانی واجب ہوگئی اور اب اس کو ساقط کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، خواہ وہ ۱۱/ ۱۲/ ذی الحجہ کو شریعت کی نظر میں مالدار رہو یا فقیر ہوجائے۔

۷– عن أبی هریرةؓ أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ’’من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن فصلانا‘‘ (سنن ابن ماجہ/۲۲۶ باب الأضاحی) (مولانا محمد جعفر ملی رحمانی)۔

۸– وأما شرائط الوجوب منها الغنی: لما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه قال: ’’من وجد سعة فلیضح‘‘ شرط علیه السلام السعة وهی الغنی ولأنا أوجبناها بمطلق المال‘‘ (بدائع الصنائع ۴/۱۹۶، طبع دیوبند) (مولانا محمد جعفر ملی رحمانی ومولانا عطاء اللہ قاسمی)۔

۹– ’’(و أما شرائط الوجوب) منها الیسار ......‘‘ (فتاوی ہندیہ ۵/ ۲۹۲)

(مولانا عطاء اللہ قاسمی)۔

مولانا محمد جعفر ملی رحمانی اور مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں کہ وقت وجوب اداء کا سبب ہے، نفس وجوب کا سبب نہیں ہے، کیونکہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب تو ملکیت نصاب ہے۔

قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟ مفتی شوکت ثنا قاسمی نے اس بارے میں ہندوستان اور پاکستان کے فقہاء کے درمیان اختلاف، دونوں کے معتبر، معروف اور متداول کتب فقہ سے وہی دلائل تفصیلاً پیش کئے ہیں جو پچھلے صفحات میں گزرے۔ اخیر میں لکھتے ہیں: اصولی وفقہی صراحت کے مطابق سببیت وقت میں اس سے مراد سبب وجوب اداء ہے، کیونکہ وقت سے اداء کا تعلق ہے، نفس وجوب کا نہیں۔

تیسری رائے: قربانی کے لئے وقت نفس وجوب اور وجوب اداء دونوں کا سبب ہے:

اس رائے کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں: مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی، مولانا صدر الحسن ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مفتی رضوان الحسن مظاہری، ان حضرات نے مختلف کتب اصول اور کتب فقہ سے دلائل دیئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱ – **"فالوجوب سببه الحقيقي هو الإيجاب القديم وسببه الظاهري هو الوقت، وجوب الأداء سببه الحقيقي تعلق الطلب بالفعل وسببه الظاهري اللفظ الدال على ذلك"** (شرح التلویح ۱/۳۸)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: لیکن مفہوم کے اعتبار سے دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ نفس وجوب مقدم اور وجوب اداء مؤخر ہوتا ہے، باوجود اس کے کہ وقت و زمانہ کے اعتبار سے باہم اتصال ہے۔

۲ – قربانی واجب ہونے اور وجوب اداء دونوں کے لئے وقت کا ہونا شرط اور لازم ہے: **"وأما الذي يرجع إلى وقت التضحية فهو أنها لايجوز قبل دخول الوقت**

لأن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب ......" (بدائع الصنائع ۴/۲۱۱)(مفتی رضوان الحسن مظاہری)۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی صاحب نے بھی اپنی اس رائے" لہٰذا جس طرح وقت نماز کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے، اسی طرح قربانی کے لئے بھی وجوب ادا کا سبب ہونے کے ساتھ نفس وجوب کا سبب بھی ہے" ذکر کرنے کے بعد دلائل میں وہی عبارتیں نقل کی ہیں جو پچھلے صفحات میں گزریں، البتہ انہوں نے اخیر میں بدائع الصنائع ۴/۱۹۸ کی ایک مثال سے اپنی بات کو مؤکد کیا ہے: "اگر فقیر نے اول وقت میں قربانی کردی، بعدہ وقت گزرنے سے قبل وہ مالدار ہوگیا تو اس پر دوبارہ قربانی واجب ہوجاتی ہے" اس کی وجہ یہی ہے کہ آخر وقت میں مالدار ہے، جس وقت وہ مالدار ہوا، اسی وقت نفس وجوب کا تحقق ہوا اور وقت ختم ہونے تک چونکہ وہ مالدار باقی رہا اس لیے وجوب ادا بھی پایا گیا، اس لئے قربانی واجب ہوگئی۔

قربانی کے لئے وقت ظرف ہے:

مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مولانا صدر الحسن ندوی صاحبان کے نزدیک قربانی کے لئے وقت ظرف ہے، جس طرح وقت کی حیثیت نماز کے لئے ظرف کی ہے، اس لئے وقت نفس وجوب کا بھی سبب ہے اور وجوب اداء کا بھی۔ وجوب اداء سے متصل جز نفس وجوب کا سبب ہے اس لئے کہ وجوب قربانی کے وقت میں توسع ہے۔

☆ "**تجب على الظرفية يوم النحر إلى آخر أيامه**" (درمختار)۔

☆ "**إنها تجب في وقتها وجوباً موسعاً ومعناه أنها تجب في جملة الوقت غير عين ......**" (بدائع ۵/۶۵)(مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

مولانا صدر الحسن ندوی صاحب نے دلائل کے طور پر وہی عبارتیں نقل کی ہیں جو پہلی رائے یعنی وقت نفس وجوب کا سبب ہے، کے قائلین نے پیش کی ہیں۔

سوال ۲: ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو؟

اس کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے درمیان دو طرح کی رائیں پائی جاتی ہیں:
(۱) مقام اضحیہ اور قربانی کرانے والے کی جگہ دونوں کا اعتبار کیا جائے گا، جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ صرف مقام اضحیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

پہلی رائے: دونوں مقام کا اعتبار کیا جائے گا:

بیس مقالہ نگار حضرات کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں مقام کا اعتبار کیا جائے گا، وہ اس طرح کہ ایک ہے نفس وجوب اور دوسرا ہے وجوب اداء، اول کا تعلق شخص یعنی مضحی سے ہے اور دوسرے کا تعلق جانور یعنی اضحیہ سے ہے، لہذا وجوب قربانی کے بارے میں مضحی کے مقام کا اعتبار ہوگا، یعنی اس کے یہاں دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو چکی ہو۔ اسی طرح وجوب اداء کے بارے میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا یعنی جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں دسوی ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہو، پھر اگر مقام اضحیہ شہر ہے تو عید کی نماز بھی ہو چکی ہو اور مقام اضحیہ دیہات ہو تو مطلق فجر طلوع ہو چکی ہو (دیکھئے مقالہ: مفتی انور علی اعظمی، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مفتی شاہد علی قاسمی، مولانا شیر علی گجراتی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مفتی محمد اشرف صاحب، مفتی محمد سلمان پالنپوری، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا روح الامین صاحب، مولانا روح اللہ قاسمی اور مولانا ارشد شاداب قاسمی وغیرہم)۔

ان حضرات نے جن دلائل اور عبارات کو اپنا مستدل بنایا ہے، ذیل میں اجمالاً ذکر کیا جارہا ہے:

۱- "أما شرائط أدائها فمنها الوقت في حق المصري بعد صلاة الإمام، والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحي" (تکملۃ البحر الرائق ۸/ ۳۱۷)، صاحب تکملۃ البحر نے اس ضابطہ کو ادائیگی کی شرائط کے موقع پر ذکر کیا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ضابطہ کا تعلق قربانی کی ادائیگی سے ہے اور اوقات وایام میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہو، ادائیگی کے لئے ہے۔ (مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ)۔

۲- "والمعتبر في ذلک مكان الاضحية ...... لأنها تشبه الزكاة فيعتبر في الأداء مكان المحل وهو المال لا مكان الفاعل" (حوالہ سابق ۸/۳۲۱-۳۲۲)۔

مذکورہ بالا عبارت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ ادائیگی قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے نہ کہ مقام مضحی کا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ مشہور ضابطہ کا تعلق قربانی کی ادائیگی ہی سے ہے، قربانی کے وجوب سے نہیں ہے (مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ، مولانا نعیم اختر قاسمی، مفتی محمد اشرف صاحب، مولانا روح اللہ قاسمی)۔

۳- کیونکہ سبب وجوب کے پائے جانے سے پہلے عبادت (مامور بہ) کا ادا کرنا درست نہیں ہوتا اور عبادت ادا کرنے کی صورت میں وجوب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ جیسے وقت ہونے سے پہلے نماز پڑھنا اور بنیادی نصاب کے مالک ہونے سے پہلے زکوۃ دینا، چونکہ قربانی کا وقت قربانی کے وجوب کے لئے سبب ہے، اس لئے جب مؤکل پر ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح طلوع نہیں ہوئی ہے تو اس پر ابھی قربانی کا ذمہ عائد نہیں ہوا ہے، لہٰذا اس کی جانب سے کسی ایسی جگہ پر رہنے والے وکیل کا قربانی کرنا جہاں یوم النحر کی صبح صادق طلوع ہو چکی ہو درست نہیں ہے۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے: "تقديم المسبب على السبب لايجوز اصلاً" (نور الانوار/ ۵۷)

(مفتی انور علی اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، نیز دیکھئے مقالہ: مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ)۔

اسی سے ملتی جلتی بات مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا ارشد شاداب قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا شیر علی گجراتی صاحبان نے کہی ہے۔

۴-"لاوجوب قبل الوقت" (شامی ۹/ ۴۲۴) (مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ)۔

۵-صحت قربانی کے لئے مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام پر بیک وقت ایام قربانی کا موجود ہونا ضروری ہے، البتہ دونوں کے مکان پر وقت قربانی موجود ہونے کی صورت میں صرف نماز عید سے پہلے قربانی کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہے (مفتی محمد سلمان پالنپوری، اسی سے ملتی جلتی بات مولانا شیر علی گجراتی اور مولانا روح اللہ قاسمی نے کہی ہے)۔

۶- إن كان الرجل في مصر وأهله في آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال: ينبغي لهم أن لايضحوا عنه حتى يصلي الإمام الذى فيه أهله وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجزه وهو قول محمدؒ وقال الحسن بن زياد انتظرت الصلاتين جميعا ...... وجه قول الحسن إن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى ولأبي يوسف ومحمد أن القربة في الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في المفعول عنه" (بدائع الصنائع ۵/ ۷۴)۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی صاحب اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اصول اور فقہ کے لحاظ سے زیادہ قریب حسن بن زیاد کا قول ہے، لہٰذا دور حاضر میں اسی کے مطابق فتوی دینا مناسب ہے۔

مولانا شاہجہاں ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مذبوح عنہ پر دسویں ذی الحجہ کی صبح طلوع ہوکر واجب ہوچکی ہو، فقہاء نے اس شرط کی صراحت اس لئے نہیں کی کہ ان کے پیش نظر تاریخ کا اختلاف نہ تھا کیونکہ اس دور میں مشرق میں رہنے والے کی قربانی مغرب میں ہونے کا تصور نہیں تھا۔

مولانا نے تائیداً یہ حدیث پیش کی ہے: "**الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون والأضحی یوم تضحون**" (سنن ترمذی کتاب الصوم، حدیث: ۶۹۷)۔

دوسری رائے: مقام اضحیہ کا اعتبار کیا جائے گا:

مذکورہ حضرات کے علاوہ یعنی ۱۷ر مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ قربانی کے سلسلہ میں اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا جہاں قربانی کی جارہی ہے نہ کہ اس جگہ کا جہاں قربانی کرانے والا مقیم ہے۔ ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- "**ثم المعتبر في ذلک أی في الذبح مکان الأضحیة**" (البنایہ شرح الهدایة ۱۲ر ۲۴) (مولانا عبدالحی مفتاحی)۔

۲- "**والمعتبر مکان الأضحیة، لامکان من علیه**" (الدر المختار مع رد المحتار ۳۸۶/۹) (مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا مفتی معز الدین قاسمی، مولانا عبدالحی مفتاحی، مولانا سید باقر ارشد قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی اعظمی، مفتی لطیف الرحمٰن وغیرہ)۔

۳- "**والمعتبر مکان الأضحیة لامکان المضحي، وسببها طلوع فجر یوم النحر**" (البحر الرائق ۱۹۸/۴) (مفتی رضوان الحسن مظاہری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالحی مفتاحی)۔

۴- **ولأنها تشبه الزکاة فیعتبر في الأداء مکان المحل وهو المال لامکان الفاعل بخلاف** ...... (البحر الرائق ۱۷۵/۸، طبع رشیدیہ، پاکستان) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

۵- " ثم المعتبر في ذلک مکان الأضحية حتى لو كان في السواد والمضحي في المصريجوز كما انشق الفجر ولوكان على العكس لايجوز إلا بعد الصلاة" (ہدایہ ۴/۴۴۶)(مفتی لطیف الرحمٰن صاحب، مفتی محمد احتشام قاسمی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی اعظمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

۶- "الأضحى يوم يضحي الناس والفطر يوم يفطرون" (مسند ابن راہویہ ۱۱۷۲)(حافظ شیخ کلیم اللہ عمری مدنی)۔

۷- "فإن كان هو في المصر والشاة في الرستاق ...... وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه۔ هكذا ذكر محمدؒ في النوادر وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن أبى يوسفؒ يعتبر مكان الذى يكون فيه الذبح ولايعتبر مكان الذى يكون فيه المذبوح عنه وإنما كان كذلک لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه" (بدائع الصنائع ۵/۷۴)(مولانا محمد کامل قاسمی، مولانا صدر الحسن ندوی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

بعض حضرات نے تحفۃ الفقہاء ۳/۸۳، الفقہ الحنفی وادلتہ ۳/۱۸۸، مجمع لأنہر ۲/۵۱۶، فتاوی ہندیہ ۵/۲۹۶ اور دیگر کتب فقہ سے اسی مفہوم ومعنی کی عبارت نقل کی ہیں۔

مولانا محمد عثمان گورینی اور مولانا شوکت ثنا قاسمی نے اس سلسلہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا یا مقام مضحی کا؟ یہ مسئلہ ہندوستان و پاکستان کے فقہاء کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، پاکستان کے اہل علم کا فتوی یہ ہے کہ مقام اضحیہ کا اعتبار اسی وقت ہوگا جب قربانی کرانے والے شخص کے یہاں دسویں ذی الحجہ کی صبح طلوع ہو چکی ہو اور اس کے ذمہ میں وجوب متحقق ہو چکا ہو۔ جبکہ ہندوستان کے فقہاء مثلاً مفتی عبد الرحیم صاحب

لاجپوری کا فتوی یہ ہے کہ مقام اضحیہ ہی کا اعتبار ہوگا یعنی یہاں دسویں ذی الحجہ کی صبح طلوع ہوچکی ہو، اگرچہ مضحی کے یہاں ایام نحر ابھی شروع نہیں ہوئے ہوں۔

مولانا محمد عثمان صاحب لکھتے ہیں: بندہ کے خیال میں صاحب فتاوی رحیمیہ کا فتوی راجح معلوم ہوتا ہے جس کی وجوہات درجہ ذیل ہیں: (۱) صاحب بدائع نے ضابطہ بیان کیا ہے کہ ہر ایسی عبادت جو مؤقت بوقت ہو اور اس عبادت میں نیابت کی اجازت ہو تو ایسی عبادتوں کے وقت میں نائب اور وکیل کا لحاظ کیا جائے گا۔ (۲) جس طرح کوئی عبادت نفس وجوب سے قبل ادا نہیں کی جاسکتی، اسی طرح بغیر شرط کے بھی کسی عبادت کی ادائیگی صحیح نہیں ہوسکتی ہے۔ (۳) جو وقت اضحیہ کے لئے سبب وجوب ہے وہی وقت شرط ادا بھی ہے۔ (۴) راجح قول کے مطابق اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔ (۵) عبادت مالیہ میں نفس وجوب کے تحقق میں مقام مال کا اعتبار ہوتا ہے۔ (۶) حرم میں قربانی کروانے کا دستور زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ (۷) قربانی میں وقت کا سبب وجوب ہونا منصوص نہیں ہے، لہٰذا اگر رأس کو سبب وجوب مان لیا جائے جو بعض فقہاء کے نزدیک ہے تو تمام اشکال ہی ختم ہوجائے گا۔

مولانا عبدالحی مفتاحی صاحب اپنی رائے ''قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا'' اور اس سے متعلق فقہی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الف- قربانی کرنے والے کے یہاں ۹/ذی الحجہ ہو اور مقام قربانی میں ۱۰/ذی الحجہ ہو تو اس صورت میں قربانی درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے جو نہیں پایا گیا۔

ب- مضحی کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہو اور مقام قربانی میں ۱۳/ذی الحجہ ہو تو اس صورت میں بھی قربانی درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ قربانی کے ایام میں مقام قربانی کا اعتبار ہے اور وہاں ۱۳/ذی الحجہ ایام قربانی میں نہیں ہے۔

ج- مضحی کے یہاں ۱۰رذی الحجہ ہو اور مقام قربانی میں بھی ۱۰رذی الحجہ ہو اسی طرح ۱۱ر ۱۲رذی الحجہ میں بھی مطابقت ہو تو ان تمام صورتوں میں قربانی صحیح ہوگی۔

سوال ۳: کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ قربانی کے آغاز کے لئے تو ضروری ہو کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰رذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو، لیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہو؟ یعنی قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲رذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو، وہاں ۱۳رذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہو؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے درمیان تین نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں: (۱) قربانی کی ابتداء وانتہاء دونوں میں مقام اضحیہ کا اعتبار، (۲) ابتداء میں مضحی کے مقام کا اعتبار اور انتہاء میں مقام اضحیہ کا، (۳) ابتداء وانتہاء دونوں میں دونوں مقامات کا اعتبار کیا جائے گا۔

پہلا نقطہ نظر: ابتداء وانتہاء دونوں میں مقام اضحیہ کا اعتبار کیا جائے گا:

۱- قربانی کے وقت کی ابتداء وانتہاء یا قربانی کے آغاز واختتام میں مقام اضحیہ یعنی جہاں قربانی دی جارہی ہے اسی مقام کا اعتبار ہوگا، قربانی کرانے والے کے یہاں ایام نحر رہے ہوں یا نہیں۔ اس رائے کے حاملین مندرجہ ذیل حضرات ہیں: مفتی محمد احتشام قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا ڈاکٹر سلطان احمد اصلاحی، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی اور مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی وغیرہ۔

ان حضرات کے دلائل وہی ہیں جو سوال ۲ کے ذیل میں اس مسئلہ کے تحت گزر چکے کہ قربانی کے وقت میں یا ایام نحر میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔ قربانی کرانے والے کے مقام کا اعتبار ورعایت نہیں کی جائے گی۔

دوسرا نقطۂ نظر: دونوں مقامات کا اعتبار کیا جائے گا:

۲-دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وقت اضحیہ کے آغاز واختتام یا ابتداء وانتہاء میں دونوں مقامات کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی قربانی کرانے والے کے یہاں بھی ایام اضحیہ وایام نحر موجود ہوں اور جس جگہ قربانی کی جارہی ہے وہاں بھی ایام نحر ہوں، اوراس کی یہ شکلیں بن سکتی ہیں:

الف- مضحی اور مقام اضحیہ دونوں جگہ پر ۱۰/ذی الحجہ ہو۔

ب- مضحی اور مقام اضحیہ دونوں جگہ پر ۱۱/ذی الحجہ ہو۔

ج- دونوں جگہ پر ۱۲/ذی الحجہ ہو۔

د- مضحی کے یہاں ۱۰/ذی الحجہ ہواور مقام اضحیہ میں ۱۱/ذی الحجہ ہو یااس کے برعکس۔

ھ- مضحی کے یہاں ۱۱/ذی الحجہ ہواور مقام اضحیہ میں ۱۲/ذی الحجہ ہو یااس کے برعکس۔

ی- مضحی کے یہاں ۱۰/ذی الحجہ ہواور مقام اضحیہ میں ۱۲/ذی الحجہ یااس کے عکس۔

یہ نقطۂ نظر مندرجہ ذیل علماء وفقہاء کا ہے: (مفتی انور علی اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا شیر علی گجراتی، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی محمد اشرف صاحب، مفتی محمد سلمان پالنپوری، مولانا روح الامین صاحب، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مفتی رضوان الحسن مظاہری، مولانا محمد عمران ندوی وغیرہ)۔

ان حضرات نے اپنے مستدل میں کوئی نص صریح نہیں پیش کی ہے، جو نصوص و عبارات ان حضرات نے پیش کی ہیں ان کا تعلق بظاہر ان کے مستدل سے معلوم نہیں ہوتا ہے، بلکہ انہوں نے اس بات پر دلائل دیئے ہیں کہ جمہور علماء کے یہاں ایام قربانی ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ذی الحجہ ہیں اور امام شافعی کے یہاں ۱۳/ذی الحجہ ایام قربانی میں شامل ہے، نیز ایام قربانی فوت ہوجائیں تو اضحیہ کے جانور اور گوشت کا کیا مصرف ہے وغیرہ وغیرہ، بعض نے اس بات پر دلائل

دیئے ہیں کہ ایام قربانی تین ہی دن ہیں اور بعض مقالہ نگار نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اضحیہ کے مسئلہ میں رات اگلے دن کی تابع نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ فقہی عبارتیں بالترتیب نقل کی جارہی ہیں:

۱- ''ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أن أيام التضحية ثلاثة وهي يوم العيد واليومان الأولان من أيام التشريق'' (موسوعہ فقہیہ ۹۳/۵) (مولانا اشتیاق احمد اعظمی، اسی مفہوم کی عبارت مولانا خورشید احمد اعظمی صاحب نے نقل کی ہے)۔

۲- ''لأن الإراقة لا تعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع في وقت مخصوص فاقتصر على الوقت المخصوص ...... ولا سبيل إلى التقرب بالإراقة بعد خروج الوقت'' (بدائع الصنائع ۲۰۲/۴، ۲۰۳) (مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی محمد سلمان پالنپوری)۔

۳- والصحيح قولنا لما روى ...... أيام النحر ثلاثة أولها أفضلها والظاهر أنهم سمعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم لأن أوقات العبادات والقربات لاتعرف إلا بالسمع الخ (بدائع الصنائع: ۱۹۸/۴) (مفتی محمد سلمان پالنپوری، مفتی لطیف الرحمٰن صاحب)۔

۴- ''ولم يضح حتى مضت أيام النحر فقد فات الذبح وإن كان من لم يضح غنياً ولم يوجب على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى أولم يشتر'' (فتاوی ہندیہ ۲۹۶/۵) (مولانا محمد اشرف صاحب)۔

۵- ''وإذا مضى أيام النحر فقد فاته الذبح'' لأن الاراقة إنما عرفت في زمان مخصوص ولكن يلزمه التصدق بقيمة الأضحية، إذا كان ممن يجب عليه الأضحية'' (المحیط البرہانی ۴۷۷/۶) (مولانا روح الامین صاحب)۔

۶- ”ولوترکت التضحية ومضت أيامها تصدق بهاحية ناذر“ (الدر المختار مع رد المحتار ۸/۳۸۸) (مولانا سید اسرار الحق سبیلی)۔

۷- ”وقد قالوه سماعاً لأن الرأى لايهتدى إلى المقادير“ (ہدایۃ ۴/۴۳۰) (مفتی انور علی اعظمی)۔

۸- ”احتجوا بأن عمروعلياً وأبا هريرة وأنسا وابن عباس وابن عمر رضى الله عنهم أخبروا أن أيام النحر ثلاثة ومعلوم أن المقادير لايهتدى إليها بالرأى فلا بد أن يكون هولاء الصحابةالكرام أخبروا بذلک سماعاً“ (موسوعہ فقہیہ ۵/۹۴) (مولانا اشتیاق احمد اعظمی)

۹- ”يوم النحر إلى آخر أيامه“ أولها نحر لاغير، وآخرها تشريق لاغير، والمتوسطان نحر وتشريق. فيه إشعار بأن التضحية تجوز في الليلتين الأخيرتين لا الأولى إذ الليل في كل وقت تابع لنهار مستقبل إلا في أيام الأضحية فإنه تابع لنهار ماض كما مر في المضمرات“ (الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۸۳) (مفتی لطیف الرحمٰن صاحب)۔

تیسرا نقطۂ نظر: آغاز قربانی میں مضحی کے مقام کا اعتبار ہوگا جبکہ اختتام قربانی میں مقام اضحیہ کا:

۳- تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نفس وجوب یا واجب فی الذمہ ہونے میں قربانی کرانے والے کے مقام کا اعتبار ہوگا، یعنی اس کے یہاں ۱۰/ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوکر دوسری شرائط کے ساتھ اس کے ذمہ میں قربانی واجب ہوجائے، اگرچہ جہاں وہ اپنی قربانی کروانا چاہتا ہے وہاں ایام نحر داخل نہ ہوئے ہوں۔

اسی طرح انتہاء وقت قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا، اگرچہ مضحی کے یہاں ایام نحر

ختم ہوکر ۱۳؍ذی الحجہ یا ۱۴؍ذی الحجہ شروع ہوگئی ہو۔

مندرجہ ذیل فقہاء کرام کی تحریروں سے یہ نقطۂ نظر معلوم ہوتا ہے: مولانا عطاء اللہ قاسمی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عبد الحی مفتاحی، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی اعظمی، مولانا صدر الحسن ندوی، مفتی معز الدین قاسمی، مولانا محمد عثمان گورینی، مولانا محمد کامل قاسمی، مفتی شوکت ثنا قاسمی، مولانا روح اللہ قاسمی، مولانا ارشد شاداب قاسمی وغیرہ۔

ان حضرات نے انہی عبارتوں اور فقہی اصول وجزئیات سے استدلال کیا ہے جو سوال ۲ کے ذیل میں گزرے۔ البتہ حافظ کلیم اللہ عمری صاحب حدیث ''الأضحی یوم یضحی الناس ......'' ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: حدیث مذکور کی روشنی میں مقام قربانی کا اعتبار کرتے ہوئے ایام تشریق میں ۱۳؍ذی الحجہ کی شام تک وسعت موجود ہے، اس لحاظ سے ۱۳؍ذی الحجہ کی شام تک قربانی کی جاسکتی ہے اور توکیل کے بعد مؤکل کا ذمہ ختم ہوجائے گا اور مقام قربانی میں وکیل کا ہی اعتبار ہوگا واللہ اعلم۔

اس تیسرے سوال کے جواب میں مولانا محمد حذیفہ صاحب نے بھی نقلی وعقلی دلائل سے اولاً یہ ثابت کیا ہے کہ آغاز قربانی کے لئے تو ضروری ہے کہ مضحی کے یہاں ۱۰؍ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہو، مگر اختتام وقت قربانی میں مقام قربانی ہی کا اعتبار ہوگا، لیکن ایک دوسرے پہلو سے ان کا کہنا ہے کہ چونکہ ہر شخص کے حق میں اداء قربانی کے لئے تین ہی دن ہیں، جس کی ابتداء ۱۰؍ذی الحجہ کے طلوع فجر سے ہوتی ہے اور انتہاء ۱۲؍کے غروب شمس پر ہوتی ہے۔ اور فقہی ضابطہ ہے کہ جب تین دن گزر جائیں اور مضحی اپنی قربانی نہ کرسکے تو اس کے حق میں قربانی کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اب اس پر اراقۃ الدم کے بجائے صدقہ کرنا ضروری ہوجاتا ہے، اب اگر کوئی مقام

اضحیہ جہاں ایام اضحیہ موجود ہوں کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ کیسے درست ہوگی۔

ان دو پہلوؤں کی وجہ سے مولانا کو کوئی رائے قائم کرنے میں شبہ ہوتا ہے، اسی شبہ کی وجہ سے ان کا کہنا ہے کہ اس صورت میں احتیاط ضروری ہے، اس کے بعد مولانا نے احتیاط کی شکلوں کا ذکر کیا ہے۔



عرض مسئلہ:

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا محمد حذیفہ بن محمود لوناواڑہ ☆

مقام مسرت وسعادت ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کا انیسواں فقہی سیمینار اپنی تمام تر خصوصیات وامتیازات کے ساتھ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ میں منعقد ہورہا ہے، اس سیمینار میں جن فقہی موضوعات پر بحث وتمحیص کی سعادت سے ہم بہرہ ور ہورہے ہیں، ان میں سے ایک موضوع ہے: "**ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟**" فقہاء نے اس سلسلہ میں "**المعتبر مكان الاضحية لا مكان المضحي**" کا ضابطہ ذکر کیا ہے، اس کے باوجود اس موضوع کو زیر بحث لانا ضروری اس وجہ سے ہوا کہ بسا اوقات علاقوں میں طویل فاصلے کی وجہ سے مقام اضحیہ اور مقام مضحی ـــ بالفاظ دیگر ـــ مقام وکیل اور مقام مؤکل میں ایک دن یا اس سے بھی زیادہ کا فرق پڑ جاتا ہے اور صورت حال یہ ہوجاتی ہے کہ مقام مضحی میں ۹ / ذی الحجہ ہے اور مقام اضحیہ میں ۱۰ / ذی الحجہ یا اسکے برعکس، اسی طرح مقام مضحی میں ۱۲ / ذی الحجہ اور مقام اضحیہ میں ۱۳ / ذی الحجہ یا اس کے برعکس، پس اس بات کی تحقیق کی ضرورت پیش آئی کہ فقہاء کا ذکر کردہ ضابطہ کس موقع کے لئے ہے؟ مطلقاً ہر حال کے لئے وہ ضابطہ ہے یا بعض خاص حالات کے لئے ہے؟ اسی پس منظر میں اکیڈمی کی طرف سے تین سوالات پر مشتمل پر سوالنامہ متعدد اہل علم اور

☆ خادم تدریس دار العلوم، لوناواڑہ ضلع پنچ محل، گجرات

ارباب فقہ وافتاء کے نام جاری کیا گیا۔اس موضوع سے متعلق تحقیقات وجوابات پر مشتمل تقریباً ۲۷ مقالات اکیڈمی کوموصول ہوئے۔جن میں سے بعض میں واضح اور بعض میں غیر واضح رائے مذکور تھی۔ان تمام کے پیش نظر یہ عرض وخلاصہ تیار کیا گیا ہے۔

سوالنامہ میں قائم کردہ تین سوالات میں سے پہلا سوال یہ ہے:

(۱) - قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟

قربانی کا وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟اس بات کی تحقیق اس وجہ سے اہمیت رکھتی ہے کہ قربانی کے وقت کو اگر نفس وجوب کا سبب قرار دیا جائے تو چونکہ سبب نفس وجوب پائے جانے سے پہلے ذمہ میں وجوب ثابت نہیں ہوتا اور ذمہ میں وجوب ثابت ہونے سے پہلے ادائیگی درست نہیں ہوتی،اس لئے جب تک مضحی اور مؤکل کے ذمہ قربانی کا وجوب ثابت نہ ہو یعنی اس کے مقام پر دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع نہ ہو تب تک اسکی طرف سے قربانی کی ادائیگی درست نہ ہوگی،چاہے وکیل اور اضحیہ کے مقام پر ایام قربانی موجود ہوں،جیسا کہ زکوۃ کے سبب نفس وجوب یعنی ملک نصاب پائے جانے سے پہلے زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں ہوتی اور اگر قربانی کے لئے وقت کو وجوب اداء کا سبب قرار دیا جائے اور نفس وجوب کا سبب مال اور غنا کو تسلیم کیا جائے تو چونکہ وجوب اداء کا سبب پائے جانے سے پہلے بھی مأمور بہ کی ادائیگی درست ہوتی ہے،اسلئے مضحی اور مؤکل کے مقام پر قربانی کے ایام نہ آئے ہوں، دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع نہ ہوئی ہو،تب بھی اس کی طرف سے قربانی کی ادائیگی درست ہوگی بشرطیکہ اضحیہ اور وکیل کے مقام پر ایام اضحیہ موجود ہوں۔جیسا کہ مالک نصاب ہوجانے کے بعد وجوب اداء کا سبب ''حولان حول'' سے پہلے زکوۃ کی ادائیگی درست ہے اور جیسا کہ یوم الفطر سے پہلے صدقۃ الفطر کی ادائیگی درست ہے۔

چنانچہ علامہ لکھنویؒ زکوۃ سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:"حاصله أن ههنا أمرين

أحدهما نفس الوجوب وهو كون الشيء واجبا في الذمة وكونها غير فارغ عنه إلابالأداء أو الابراء وثانيهما وجوب الأداء وسبب نفس الوجوب هو المال النامى بالقيود المذكورة سابقافإذا وجد ذلك اشتغلت ذمة المالک ووجبت عليه ووجوب الأداء إنما يتحقق بحولان الحول فصحة الأداء متفرعة على وجوب ذلک الشيء في نفسه فإذا وجد سبب الوجوب صح الأداء وإن لم يجب بعد بخلاف ما لم يكن عنده نصاب مطلقا فإنها لم تجب حينئذ عليه مطلقا فلا يصح أدائها مقدما" ۱۲ (عمدة الرعايه حاشيه شرح وقايه: ۱/۲۲۸،تهانوى ديوبند)۔

اصول الشاشی میں ہے:"سبب وجوب الزكوة ملک النصاب النامى حقيقة أو حكما وباعتبار وجود السبب جاز التعجيل في باب الأداء.... وسبب وجوب صدقة الفطر رأس يمونه ويلى عليه وباعتبار السبب يجوز التعجيل حتى جاز أدائها قبل يوم الفطر" ۱۲ (اصول الشاشى: ۱۰۱-۱۰۲)۔

اس ضروری وضاحت کے بعد عرض ہے کہ اس پہلے سوال سے متعلق مقالہ نگار حضرات کے تین نقطہائے نظر ہیں:

(۱)- **پہلا نقطۂ نظر**: یہ ہے کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب بھی ہے اور وجوب اداء کا سبب بھی۔

اس کے قائل تین حضرات ہیں: محبوب فروغ احمد قاسمی: مدرسہ حسینیہ کایم کلم، کیرالا، رضوان الحسن مظاہری: مدرسہ اعجاز العلوم سنگم نیر، مہاراشٹر، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی: دار العلوم مئو۔

ان کے دلائل یہ ہیں:

(أ) سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر.... (فتح القدیر، عنایہ، بنایہ وغیرہ کی طویل عبارت جو آئندہ آرہی ہے)۔

(ب) سببها الوقت وهو أيام النحر (مجمع الانهر: ۵۱۶/۲)۔

(ج) الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلوة ۱۲ (بدائع الصنائع: ۲۱۱/۴، زکریا دیوبند)۔

(۲) — **دوسرا نقطۂ نظر**: یہ ہے کہ قربانی کے لئے وقت وجوب اداء کا سبب ہے،

اسکے قائلین یہ چند حضرات ہیں: باقر ارشد قاسمی: معہد یعقوب چن پٹن، بنگلور، لطیف الرحمٰن بمبئی، معز الدین قاسمی: دار العلوم اورنگ آباد، ابوبکر قاسمی: مدرسہ اسلامیہ شکر پور، دربھنگہ، شوکت ثناء قاسمی: جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد، محمد احتشام قاسمی: گولڈن گارمنٹس، دیوبند۔ محمد احتشام قاسمی صاحب نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب مال اور غناء ہے۔

ان کے دلائل مندرجہ ذیل عبارات فقہیہ ہیں:

(أ)— هی في الشرع اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص يذبح بنيةالقربة في يوم مخصوص عند وجود شرائطها وسببها ۱۲ (ہندیہ: ۲۹۱/۵)۔

(ب)— سببها الوقت وهو أيام النحر (در مع الرد ۴۵۳/۹، زکریا دیوبند)۔

(ج)— شرائطها الإسلام واليسار الذی يتعلق به صدقة الفطر ....لأن العبادة لاتجب إلا على القادروهو الغنی دون الفقير (مجمع الانہر: ۵۱۶/۲)۔

(د)— الأضحية لها وقت مقدر كالصلوة والصوم والعبرة للوجوب في آخره.... پھر چند سطروں کے بعد ہے: إلا إذا كان بعد وجوب الأداء وذلک في آخر أيام النحر لأن وقتها مقدر كما علمت ۱۲ (شامی: ۴۵۶/۹)۔

(ھ)— شرط اليسار لقوله ﷺ: "من وجد سعة ولم يضح" يدل على الوجوب بالسعة ولا سعة للفقير ۱۲ (بنایہ: ۴/۱۱)۔

(و)– **لا نزاع لأحد في أن علة وجوب الأضحية على الموسر هى** القدرة على النصاب ۱۲ (فتح القدير: ۸/۴۲۶).

(ز)– **وجه ذلک ما تقرر في علم الأصول من أن وجوب الأداء في** الموقتات التى يفضل الوقت عن أدائها كالصلوة ونحوها إنما يثبت آخر الوقت إذ هنا يتوجه الخطاب حقيقة لأنه في ذلک الآني أثم بالترک لا قبله حتى إذا مات في الوقت لا شيء عليه والأضحية من هاتيک الموقتات فتسقط بهلاک المال قبل مضي وقتهاولا تسقط بهلاكه بعد مضى وقتها لتقرر سبب وجوب أدائها (تكملة فتح القدير: ۸/۴۲۷).

(ح)– **وقد يجامع الشرط السبب مع اختلاف النسبة كوقت الصلوة فإنه** شرط بالنسبة إلى الأداء وسبب بالنسبة الى وجوب الأداء۔ (تقريرو تحبير: ۲/۱۰۲).

(ط)۔بعض حضرات نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اگر وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا تو ایام نحر میں قربانی واجب ہوتی اور پھر ایام نحر کے بعد ادائیگی ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۳)- **تیسرا نقطۂ نظر**: یہ ہے کہ وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے۔

اکثر حضرات اسی کے قائل ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: شاہ جہاں ندوی: جامعہ اسلامیہ شانتا پورم، کیرالا، حفیظ الرحمٰن مدنی اعظمی: منبع العلوم، خیرآباد، مئو، خورشید احمد اعظمی: رگھوناتھ پورہ، مئو، خورشید انور اعظمی: مظہر العلوم، بنارس، انور علی اعظمی: دارالعلوم مئو، اشتیاق احمد اعظمی: دارالعلوم، مئو، اشرف قاسمی: جامعہ ہانسوٹ، مولانا شیر علی صاحب: فلاح دارین، ترکیسر، عبدالحیٔ مفتاحی: منبع العلوم، خیرآباد، مئو، شاہد علی قاسمی: المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد، ارشد شاداب: المعہد العالی، پٹنہ، روح الامین ایم – پی: جامعہ ہانسوٹ، سلمان پالنپوری: جامعہ خلیلیہ، ماہی، پالنپور، راقم الحروف کی رائے بھی یہی ہے۔

ان حضرات کا مستدل فقہ اور اصول فقہ کی مندرجۂ ذیل عبارات ہیں:

(أ)— سببها طلوع فجر يوم النحر (تکملۃ البحر: ۸/ ۳۲۷، زکریا دیوبند)۔

(ب)— سببها الوقت وهو أيام النحر (در مع الرد: ۹/ ۴۵۳، زکریا دیوبند، مجمع الانہر: ۲/ ۵۱۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)۔

(ج)— عنایہ، بنایہ، شامی، اور فتح القدیر وغیرہ کی طویل عبارت ہے: "سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب وإنما قلنا ذلک لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذا الأصل في إضافة الشيء إلى الشيء أن يكون حادثا به سبباو كذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف،ثم ههنا تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت ظاهر وكذلک الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة ويوم العيد وإن كان الأصل هو إضافة الحكم إلى سببه كما في صلوة الظهر ولكن قد يضاف السبب إلى حكمه كما في يوم الجمعة ومثل هذه الإضافة لم توجد في حق المال، ألا يرى أنه لايقال أضحية المال ولا مال الأضحية فلايكون المال سببا" ۱۲ (فتح القدیر: ۸/ ۴۲۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بنایہ: ۱۱/ ۳، المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ، عنایہ مع فتح القدیر: ۸/ ۴۲۴، شامی: ۹/ ۴۵۳)۔

(د)— أما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلوة والصوم ونحوهما (بدائع الصنائع: ۴/ ۱۹۸، زکریا دیوبند)۔

(ھ)— فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب (بدائع الصنائع: ۴/ ۱۹۸)۔

(و)— کتب اصول میں مذکور ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے جبکہ وجوب

اداء کا سبب فرمان الٰہی ہوتا ہے۔

(ز)-نورالانوار میں ہے :**ثم ههنا شيئان :نفس الوجوب ووجوب الأداء فنفس الوجوب سببه الحقيقى هو الإيجاب القديم وسببه الظاهرى وهو الوقت أقيم مقامه ووجوب الأداء سببه الحقيقى تعلق الطلب بالفعل وسببه الظاهرى وهو الأمر أقيم مقامه** (نورالانوار:۵۷)۔

(ح)- نیز لکھا ہے :**المراد بالسبب أن لهذا الوقت تاثيرا في وجوب المأموربه وإن كان المؤثر الحقيقى في كل شى ء هو الله تعالى ولكن يضاف الوجوب في الظاهر إلى الوقت ۱۲** (نورالانوار:۵٦)۔

(ط)-نماز میں وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے تو اس پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ قربانی میں بھی وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

تجزیہ وتحقیق:

عارض فقیر کا خیال حقیر یہ ہے کہ مذکورہ بالا مختلف نقطہائے نظر کے اثبات کے لئے جس قدر فقہی عبارات پیش کی گئی ہیں ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ کسی عبارت میں بھی اس بات کی واضح صراحت نہیں ہے کہ قربانی کا وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا یا دونوں کا؟ **غاية ما يقال إنها إشارات أو تائيدات**، کیوں کہ زیادہ تر عبارات میں یہ مذکور ہے :**سببها الوقت یا سبب وجو ب الأضحية الوقت**،اور ظاہر ہے کہ سبب اضحیہ یا سبب وجوب اضحیہ سے مراد سبب نفس وجوب بھی ہوسکتا ہے اور سبب وجوب اداء بھی ،دونوں کا احتمال ہے،اسلئے ضروری ہے کہ دوسرے دلائل وقرائن سے اس بات کی تعیین کی جائے کہ اس قسم کی عبارات میں سبب وجوب سے کیا مراد ہے،سبب نفس وجوب یا سبب وجوب اداء؟

ایک قرینہ یہ ہے کہ اس بات کی تحقیق کی جائے کہ فقہاء جہاں کہیں وقت کو سبب وجوب

بتلاتے ہیں وہاں سبب وجوب سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے؟ اگر یہ طے ہو جائے تو مسئلہ کا حل آسان ہے۔ چنانچہ صاحب تنقیح الاصول نماز کا وقت نماز کے لئے ظرف، شرط اداء اور سبب وجوب ہے اس بات کو ذکر کرتے ہوئے وقت کے متعلق لکھتے ہیں: **ثم هو سبب لنفس الوجوب (تنقيح الأصول مع التلويح على التوضيح: ١/٣٧٦-٣٧٧، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)** صاحب توضیح اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **(ثم هو) أى الوقت لما بين أن الوقت سبب للوجوب أراد ان يبين أن المراد بالوجوب نفس الوجوب لاوجوب الأداء...** پھر آگے لکھتے ہیں: **(فكان هذا) أى الشيء الظاهر وهوالوقت (سببالها) أى لنفس الوجوب ١٢** (توضیح شرح تنقیح مع التلویح: ١/٣٨١)۔

عبادات مؤقتہ کی نوع اول کے ذکر کے موقع پر صاحب نور الانوار کے قول "**إما أن يكون الوقت ظرفا للمؤدى وشرطا للأداء وسبباللوجوب كوقت الصلوة**" کے متعلق محشی صاحب قمر الاقمار تحریر فرماتے ہیں: **(قوله للوجوب): أى لنفس الوجوب فإن وجوب الأداء بالأمر والسبب عندهم ما يكون معرفا لتحقق المسبب ومفضيا إلى وجوده ١٢** (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار: ۵۶)۔

نور الانوار میں ایک مقام پر ہے:

"**ثم ههنا شيئان: نفس الوجوب ووجوب الأداء فنفس الوجوب سببه الحقيقى هو الإيجاب القديم وسببه الظاهرى وهو الوقت أقيم مقامه ووجوب الأداء سببه الحقيقى تعلق الطلب بالفعل وسببه الظاهرى وهو الأمر أقيم مقامه**" (نور الانوار: ۵۷)۔ اس طرح کی عبارات وتصریحات دیگر کتب اصول اور حواشی وشروح میں بھی موجود ہیں۔ (دیکھئے: حاشیۂ اصول الشاشی: ۹۹، نامی شرح حسامی: ۱/۷۱)۔

دوسرا قرینہ یہ بھی بن سکتا ہے کہ فقہاء نے عبادات مؤقتہ کی جو انواع اربعہ ذکر کی ہے

ان میں سے پہلی نوع میں قربانی کا شمار ہوسکتا ہے، **كما هو ظاهر بادنی تامل**، اور اس پہلی نوع کی مثال میں عام طور پر اصولیین نے نماز کو ذکر کیا ہے اور نماز کے لئے وقت کا سبب نفس وجوب ہونا کتب اصول میں مصرح ہے کما فی التنقیح: "**أما وقت الصلوة فهو ظرف للمؤدى وشرط للأداء ... وسبب للوجوب .... ثم هو سبب لنفس الوجوب**" ۱۲ (۱/۳۷۶) پس قربانی جو نماز کی طرح عبادات مؤقتہ کی نوع اول میں شامل ہے اسکے لئے بھی وقت نفس وجوب کا سبب ہونا چاہئے۔

ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ مأمور بہ کے لئے نفس وجوب کا سبب بننے والی چیز کی جو خصوصیات فقہاء واصولیین ذکر کرتے ہیں وہی خصوصیات قربانی کے حق میں وقت کی ذکر کی جاتی ہیں، مثلاً: یہ کہ سبب نفس وجوب کے مکرر ہونے سے مأمور بہ میں تکرار ہوتی ہے، سبب نفس وجوب پر سبب کو مقدم نہیں کیا جا سکتا، سبب نفس وجوب اور مسبب میں اضافت ہوتی ہے وغیرہ امور۔ قربانی کے حق میں یہ تمام چیزیں وقت کے متعلق بیان کی گئی ہیں، علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: **ثم الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهو ظاهر وقد أضيف السبب إلى حكمه فقال يوم الأضحى فكان كقولهم يوم الجمعة ويوم العيد ولا نزاع في سببية ذلك ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلوة عليها** ۱۲ (بنایہ: ۱۱/۳) —— جبکہ مال سے ان چیزوں کی نفی کی گئی ہے، فتح القدیر میں ہے: **مثل هذه الإضافة لم توجد في حق المال ألا يرى أنه لا يقال أضحية المال ولا مال الأضحية فلا يكون المال سببا** ۱۲ (۸/۴۲۵)۔

بلکہ فقہاء کا آخری جملہ "**مما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلوة على وقتها**" (عنایہ مع الفتح: ۸/۴۲۴) یہ تو واضح ثبوت بن سکتا ہے اس بات کا کہ وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے، کیوں کہ سبب نفس وجوب ہی کی

یہ شان ہوتی ہے کہ مسبب کو اس پر مقدم نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ سبب وجوب اداء پر مسبب کو مقدم کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حولان حول سے پہلے زکوۃ کی ادائیگی اور عید الفطر سے پہلے صدقۃ الفطر کی ادائیگی، عبارات شروع میں ذکر کی جاچکی ہیں۔

۲-دوسرا سوال یہ ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو؟

اس مسئلہ سے متعلق مقالہ نگاروں کی مختلف رائے ہیں:

(ا) -**ایک رائے:** یہ ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق مقام مضحی پر ۹/ ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ پر ۱۰/ ذی الحجہ ہو تو قربانی درست ہوگی۔اسی طرح مقام مضحی میں ۱۳ اور مقام اضحیہ میں ۱۲ تاریخ ہو تب بھی قربانی درست ہوگی۔اس رائے کے قائلین یہ ہیں: کلیم اللہ مدنی عمری: جامعہ دار السلام، عمرآباد، باقر ارشد قاسمی، محبوب فروغ احمد قاسمی، حفیظ الرحمٰن مدنی اعظمی، لطیف الرحمٰن بمبئی، معز الدین قاسمی، محمد کامل قاسمی: دار القضاء جنوب، دہلی، فاخر میاں فرنگی محلی: فرنگی محل، لکھنؤ، محمد احتشام قاسمی، ابوبکر قاسمی، محمد شوکت ثنا قاسمی۔

ان حضرات کے دلائل یہ ہیں:

(أ)- **المعتبر في ذلک مکان الأضحية حتى لو كانت في السواد والمضحي في المصر يجوز كما انشق الفجر ولو كان على العكس لايجوز إلا بعد الصلوة.** (البحر الرائق: ۸/۳۲۱، ہدایہ مع الفتح والکفایۃ: ۸/۴۳۱، بدائع: ۴/۲۱۳، درمع الرد: ۹/۴۶۱)۔

(ب)- **أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه** (بدائع: ۴/۲۱۳)۔

(ج)— وکیل مضحی کا نائب ہے، نائب کے یہاں وقت آجانا گویا منوب عنہ اور اصل کے یہاں وقت کا آجانا ہے، اسلئے مقام قربانی کا اعتبار ہونا چاہئے، جیسا کہ حج بدل جس کی جانب سے ہو رہا ہے اس اصل مکلّف کے حق میں عرفہ کا آنا ضروری نہیں ہے بلکہ جہاں حج ادا کیا جا رہا ہے اس مقام پر اور اس نائب پر جو اداء کر رہا ہے عرفہ کا آنا کافی ہے۔

(د)— وإن كان الرجل مسافرا وأمر أهله أن يضحوا عنه في المصر لم يجز عنه إلا بعد صلوة الإمام (ہندیہ:۵/۲۹۶)۔

(۲)- **دوسری رائے:** یہ ہے کہ ایام قربانی میں مقام مضحی کا اعتبار ہے۔

اس کے قائلین انور علی اعظمی اور اشتیاق احمد اعظمی ہیں، اس رائے کے مطابق مقام مضحی میں ۹ / ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ میں ۱۰ / ذی الحجہ ہو تو قربانی درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح مقام مضحی میں ۱۳ / ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ میں ۱۲ / ذی الحجہ ہو تب بھی درست نہ ہوگی۔

(۳)- **تیسری رائے:** یہ ہے کہ ایام قربانی میں مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام کا اعتبار ہے، دونوں کے مقام پر ایام قربانی ہونا ضروری ہے، اس رائے کے مطابق بھی مقام مضحی میں ۹ / ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ میں ۱۰ / ذی الحجہ ہو تو قربانی درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح مقام مضحی میں ۱۳ / ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ میں ۱۲ / ذی الحجہ ہو تب بھی درست نہ ہوگی۔

اس کے قائلین سلمان پالنپوری، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، عبد الرحیم قاسمی: جامعہ خیر العلوم، بھوپال اور رضوان الحسن مظاہری ہیں۔

(الف)- ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ "المعتبر مكان الأضحية" کے تحت فقہاء جتنے جزئیات ذکر کرتے ہیں ان تمام میں یہ بات ہے کہ مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام پر ایام قربانی موجود ہیں، کوئی جزئیہ ایسا نہیں بیان کیا جس میں یہ بات ہو کہ مقام اضحیہ پر تو ایام قربانی موجود ہوں مگر مقام مضحی پر نہ ہوں۔

(ب)- دوسری دلیل حسن بن زیاد کا مسلک ہے: إن كان الرجل في مصر وأهله في مصر فكتب إليهم أن يضحوا عنه ...قال الحسن بن زيادؒ انتظرت الصلاتين جميعا ۱۲ (بدائع: ۴/ ۲۱۳)۔

(۴)-**چوتھی رائے:** یہ ہے کہ ایام قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے اس شرط کے ساتھ کہ مضحی پر قربانی واجب ہو چکی ہو اس طرح کہ اس کے مقام پر دس ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو گئی ہو۔ یہ رائے شاہ جہاں ندوی، خورشید احمد اعظمی، خورشید انور اعظمی، اشرف قاسمی اور عبدالحیٔ مفتاحی ،مولانا شیر علی صاحب، شاہد علی قاسمی کی ہے۔

ان کے دلائل وہی ہیں جو پہلی رائے کے قائلین کے ہیں، صرف اتنی بات کا اضافہ ہے کہ چونکہ جب تک مضحی پر نفس وجوب ثابت نہ ہو تب تک ادائیگی درست نہیں ہوتی اسلئے مضحی پر نفس وجوب ثابت ہونے یعنی دسویں ذی الحجہ آنے سے پہلے مقام اضحیہ کا اعتبار کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلاتجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلوة الصوم ونحوهما۔ (بدائع: ۴/ ۱۹۸)۔

(۵)- **پانچویں رائے:** جو درحقیقت اس چوتھی رائے کی مفید اور سہل تنقیح ہے وہ یہ ہے کہ قربانی کے نفس وجوب کے لئے مضحی کے مقام کا اعتبار ہے اور قربانی کی ادائیگی کے لئے اضحیہ کے مقام کا اعتبار ہے، چوتھی رائے کی طرح اس رائے کے مطابق بھی جب تک مقام مضحی میں ایام اضحیہ نہ آئے ہوں تب تک اسکی طرف سے ادائیگی درست نہ ہوگی، کیوں کہ مقام مضحی پر ۱۰/ ذی الحجہ نہ آنے سے قربانی کا وجوب نہیں ہوتا اور وجوب سے پہلے ادائیگی درست نہیں ہوتی۔

یہ رائے ارشد شاداب، روح الامین ایم- پی کی ہے، مولانا شیر علی صاحب اور اشرف قاسمی کی مقالے سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے، راقم السطور کی بھی یہی رائے ہے۔

ان کے دلائل بھی وہی عبارات ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں، مزید یہ کہ وکالت ان ہی امور میں معتبر ہوتی ہے جن کا اصیل مالک ہو: **كل عقد جاز أن يعقده الإنسان بنفسه جاز أن يؤكل به غيره ۱۲** (قدوری:۱۲۱) لہذا جب اصیل کا عمل فرض کی طرف سے کافی نہ ہوگا تو وکیل کا بھی کافی نہ ہوگا، اسلئے ضروری ہوگا کہ مضحی کے مقام پر ایام اضحیہ آکر اس پر نفس وجوب ثابت ہو جائے، پس نفس وجوب میں مقام مضحی کا اعتبار ہوگا جبکہ ادائے اضحیہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے: **المعتبر مكان الأضحية**

اس آخری رائے میں ذکر کی گئی تفصیل چند وجوہ سے قابل اطمینان اور لائق رجحان معلوم ہوتی ہے۔

(الف)- ایک وجہ یہ ہے کہ وجوب قربانی کا تعلق شخص مضحی سے ہے، اسلئے وجوب میں مقام مضحی کا اعتبار ہونا چاہیئے، جبکہ اداء قربانی کا تعلق محل یعنی اضحیہ اور جانور سے ہے، اسلئے اداء میں اضحیہ کے مقام کا اعتبار ہونا چاہئے۔

(ب)- دوسری بات یہ ہے کہ فقہاء کے الفاظ اور طرز بیان پر غور کرنے سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ "**المعتبر مكان الأضحية**" والے ضابطہ کا تعلق اداء قربانی سے ہے، علامہ کاسانی کے الفاظ ہیں: **يعتبر في هذا مكان الشاة لا مكان من عليه** (بدائع:۴/ ۲۱۳) علامہ حصکفی لکھتے ہیں: **المعتبر مكان الأضحية لا مكان من عليه** (درمع الرد:۹/ ۴۶۱) غور کیا جائے! ان عبارات میں ہے کہ اضحیہ کے مقام کا اعتبار ہے، نہ کہ اس کے مقام کا جس پر قربانی واجب ہے، لامکان **من عليه** میں **من عليه** کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ مقام اضحیہ کے اعتبار کی بات وجوب قربانی کے بعد کی ہے، اس شخص سے متعلق ہے جس پر قربانی پہلے واجب ہو چکی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ وجوب کے بعد تو ادائیگی ہی باقی ہے، معلوم ہوا کی اس ضابطہ کا تعلق اداء قربانی سے ہے۔

(ج)-اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام طور پر فقہاء نے جہاں قربانی کے وجوب سے متعلق بحث کی ہے وہاں اس ضابطہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ جہاں قربانی کی ادائیگی، ذبح اضحیہ، صحت اداء اور اوقات اداء سے بحث کی ہے وہاں اس ضابطہ کو بیان کیا ہے۔ یہ طرز عمل بھی اس بات کی واضح نشاندہی ہے کہ اس ضابطہ کا تعلق اداء قربانی سے ہے، مثلاً تکملۃ البحر میں ہے: **وأما شرائط أدائها فمنها الوقت في حق المصرى بعد صلاة الإمام والمعتبر مكان الأضحية لا مكان المضحى** (۸/۳۱۷)۔

(د)- بلکہ بعض کتب فقہیہ کے تو صریح الفاظ دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ مقام اضحیہ کا اعتبار ادائیگی میں ہے، بحر کی اس عبارت کو غور سے سنئے: **والمعتبر في ذلک مكان الأضحية حتى لو كانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر وفي العكس لا يجوز إلا بعد الصلوة ... لأنها تشبه الزكوة فيعتبر في الأداء مكان المحل وهو المال لا مكان الفاعل۔** ۱۲(۸/۳۲۱،۳۲۲) ہدایہ میں ہے: **ثم المعتبر في ذلک مكان الأضحية ..... لأنها تشبه الزكوة من حيث أنها تسقط بهلاک المال قبل مضى أيام النحر كالزكوة بهلاک النصاب فيعتبر في الصرف مكان المحل لا مكان الفاعل اعتبارا بها بخلاف صدقة الفطر،** صاحب کفایہ لکھتے ہیں: **(قوله فيعتبر في الصرف) أى في الإراقة مكان المحل أى المال لامكان الفاعل** ۱۲ (ہدایہ مع الکفایہ:۸/۴۳۱) دیکھئے! مذکورہ عبارات میں واضح طور پر مذکور ہے "**يعتبر في الأداء مكان المحل لا مكان الفاعل**" اور "**يعتبر في الصرف أى في الإراقة مكان المحل**" کہ **في الأداء** اور **في الإراقه** یعنی ادائیگی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے، بنایہ میں ہے: **ثم المعتبر في ذلک أى الذبح مكان الأضحية**۱۲ (بنایہ:۱۱/۲۶) کہ ذبح میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے۔

مذکورہ بالاتشریحات وتصریحات سے یہی اطمینان ہوتا ہے کہ المعتبر مکان الأضحية کے ضابطہ فقہیہ کواداء قربانی کے متعلق سمجھا جائے۔اور وجوب قربانی میں مقام مضحی کا اعتبار کرتے ہوئے نیز وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے اس بات کوتسلیم کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ جب مقام مضحی میں دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوجائے تب اس کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔ پھر جس مقام پر اضحیہ ہے وہاں ایام اضحیہ موجود ہوں تو اس کی طرف سے قربانی درست ہوگی۔مقام مضحی میں دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے پہلے نہ وجوب ہوگا اور نہ ہی اس کی طرف سے ادائیگی درست ہوگی، چاہے مقام اضحیہ میں ایام اضحیہ موجود ہوں۔ وقت سے پہلے وجوب نہ ہونا کتب فقہیہ میں بصراحت موجود ہے،علامہ شامی نے قربانی کے بیان میں ایک موقع پر لکھا ہے: لاوجوب قبل الوقت (شامی:۹/ ۴۶۴) علامہ کاسانی لکھتے ہیں:وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلوة والصوم ونحوهما. آگے لکھتے ہیں:فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب (بدائع:۴/ ۱۹۸) بدائع کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وجوب کے وقت کی ابتداء دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے ہے نہ کہ شب سے جیسا کہ سوالنامے کے تیسرے سوال میں مذکور ہے۔

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ قربانی کے آغاز کے لئے تو ضروری ہو کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہولیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہو؟ یعنی قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہوتو اس روز قربانی درست نہ ہو؟

اس مسئلہ سے متعلق بھی مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف ہیں:

(۱)-**ایک رائے:** یہ ہے کہ آغاز واختتام دونوں کے لئے مقام مضحی کا اعتبار ہے۔

اس رائے کے مطابق مضحی کے مقام پر ایام قربانی ختم ہو گئے ہو تو- چاہے اضحیہ کے مقام پر ایام قربانی موجود ہوں-قربانی درست نہ ہوگی، مثلاً مضحی کے مقام پر ۱۳/ ذی الحجہ ہے اور اضحیہ کے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ ہے۔

اس کے قائلین سلمان پالنپوری، اشرف قاسمی اور روح الامین ایم-پی ہیں۔

(۲)-**دوسری رائے**: یہ ہے کہ آغاز واختتام دونوں کے لئے مقام اضحیہ کا اعتبار ہے۔اس رائے کے مطابق مضحی کے مقام پر ۹/ ذی الحجہ ہو اور اضحیہ کے مقام پر ۱۰/ ذی الحجہ ہو تو یہ قربانی درست ہوگی، اسی طرح مضحی کے یہاں ۱۳/ ذی الحجہ اور اضحیہ کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ تب بھی درست ہوگی۔

اس کے قائلین یہ ہیں:

کلیم اللہ عمری مدنی، محبوب فروغ احمد قاسمی، معز الدین قاسمی، محمد احتشام قاسمی، ابوبکر قاسمی، محمد کامل قاسمی، شوکت ثناء قاسمی، باقر ارشد قاسمی۔

(۳)-**تیسری رائے**: یہ ہے کہ آغاز واختتام دونوں کے لئے مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام پر ایام اضحیہ موجود ہونا ضروری ہے، یہ رائے رضوان الحسن مظاہری، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی اور مولانا شیر علی صاحب کی ہے۔

(۴)-**چوتھی رائے**: یہ ہے کہ آغاز کے لئے تو ضروری ہے کہ مقام مضحی پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہو اور پھر مقام اضحیہ پر بھی ایام اضحیہ ہوں، مگر اختتام کے لئے مقام قربانی کا اعتبار ہے، اس رائے کے مطابق مقام مضحی میں ۹/ ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ میں ۱۰ ذی الحجہ ہو تو قربانی درست نہ ہوگی۔البتہ اگر مقام مضحی میں ۱۳/ ذی الحجہ ہے اور مقام اضحیہ میں ۱۲/ ذی الحجہ ہے تو قربانی درست ہوگی۔

اس کے قائلین یہ حضرات ہیں:

شاہ جہاں ندوی، شاہد علی قاسمی، ارشد شاداب، خورشید احمد اعظمی، خورشید انور اعظمی، راقم الحروف کی بھی رائے یہی ہے۔

واضح رہے کہ اس تیسرے سوال کے متعلق اصولی طور پر اختلاف رائے کے باوجود سوالنامہ میں مذکور جزئی مسئلہ میں تمام مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے کہ مقام مضحی میں ۱۲/ ذی الحجہ ہو اور مقام اضحیہ میں ۱۳/ ذی الحجہ ہو تو اس صورت میں قربانی درست نہ ہوگی۔

بعض مقالہ نگار حضرات نے اس موقع سے مسئلہ کی محتمل بعض یا کل صورتیں اور ان کا حکم بھی ذکر کیا ہے، چنانچہ عبدالحیٔ مفتاحی، انور علی اعظمی نے بعض صورتیں، خورشید احمد اعظمی نے اکثر صورتیں اور احتشام قاسمی نے کل صورتیں ذکر کی ہیں، راقم السطور کو بھی جملہ صورتیں تحریر کرنے کی توفیق ہوئی ہے، مناسب ہے کہ مختصراً ان صورتوں کو ذکر کر دیا جائے۔

(ا)- **پہلی صورت:** یہ ہے کہ مقام مضحی میں ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع نہیں ہوئی اور مقام اضحیہ میں ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہے، یہ اختلافی صورت ہے، اکثر کے نزدیک اس صورت میں قربانی درست نہ ہوگی، کیوں کہ یہ ادائیگی قبل وجود السبب ہے، فقہاء نے اسکو ناجائز لکھا ہے، اصول فقہ میں ذکر کیا جاتا ہے: **تقديم السبب على المسب لا يجوز أصلاً ۱۲** (نور الانوار: ۵۷) قربانی کے بیان میں عنایہ، بنایہ اور شامی وغیرہ میں ہے: **مما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلوة على وقتها ۱۲** (عنایہ مع الفتح: ۸/ ۴۲۴، بنایہ: ۱۱/ ۳، شامی: ۹/ ۴۵۳)۔

(ب)- **دوسری صورت:** یہ ہے کہ مقام مضحی میں ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہے مگر مقام اضحیہ میں طلوع نہیں ہوئی تو اس صورت میں قربانی درست نہیں ہے، یہ اتفاقی صورت ہے، وجہ ظاہر ہے۔

(ج)- **تیسری صورت:** یہ ہے کہ مقام مضحی اور مقام اضحیہ دونوں میں ۱۰/ ذی الحجہ کی

فجر طلوع ہوچکی ہے اور دونوں مقام پر ایام اضحیہ باقی ہیں، ختم نہیں ہوئے، تو اس صورت میں قربانی درست ہے، یہ بھی اتفاقی صورت ہے، وجہ ظاہر ہے۔

(د)- **چوتھی صورت:** یہ ہے کہ دونوں مقام پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہے اور مقام مضحی میں تو ایام نحر باقی ہیں مگر مقام اضحیہ میں باقی نہیں، ختم ہوچکے ہیں، یہ وہی صورت ہے جو سوالنامہ کے تیسرے سوال کے جزئیہ میں ذکر کی گئی ہے، اس صورت میں قربانی درست نہ ہوگی، یہ بھی اتفاقی صورت ہے، وجہ ظاہر ہے۔

(ھ)- **پانچویں صورت:** یہ ہے کہ دونوں مقام پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہے لیکن مقام مضحی پر ایام نحر ختم ہوچکے ہیں جبکہ مقام اضحیہ میں باقی ہیں، مثلاً مقام مضحی پر ۱۳/ ذی الحجہ ہے اور مقام اضحیہ میں ۱۲/ ذی الحجہ، سوالنامہ میں مذکور جزئیہ کے برعکس یہ صورت ہے، اس صورت میں بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ قربانی درست ہے، جیسا کہ خورشید احمد اعظمی، احتشام قاسمی، خورشید انور اعظمی وغیرہ کے مقالات میں بصراحت مذکور ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ مقام اضحیہ میں ایام نحر موجود ہیں، اسلئے ادائیگی درست ہے۔ بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس صورت میں قربانی درست نہیں ہے، جیسا کہ سلمان پالنپوری، اشرف قاسمی، انور علی اعظمی اور روح الامین ایم- پی وغیرہ نے تصریح کی ہے، کیوں کہ اگرچہ مقام اضحیہ میں ایام نحر ہیں مگر مضحی کے مقام پر ایام نحر موجود نہیں ہیں، پس جب وہ خود نہیں کرسکتا تو دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنا سکتا۔

مگر راقم الحروف کی ان دونوں رایوں کے علاوہ ایک تیسری رائے ہے: وہ یہ ہے کہ اس صورت میں صحت اور عدم صحت کے دو متضاد پہلو جمع ہیں، اس لئے احتیاط مناسب ہے، پہلے دو متضاد پہلو پھر اس کے بعد احتیاط ذکر کرتا ہوں۔

(ا)- **پہلا پہلو:** یہ ہے کہ اس صورت میں قربانی درست ہو، کیوں کہ مقام مضحی پر ایام اضحیہ آچکنے کی وجہ سے اس پر وجوب ثابت ہوچکا ہے، اب صرف ادائیگی باقی ہے اور قربانی

واجب ہوجانے کے بعد ادائیگی درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کی قربانی کا جانور جس جگہ ذبح کیا جارہا ہے اس جگہ قربانی کے اوقات موجود ہوں اور بس! چاہے مضحی کے مقام پر قربانی کی ادائیگی کا وقت موجود ہو یا نہ ہو جیسا کہ شہری اور دیہاتی کے متعلق فقہاء کے ذکر کردہ مسئلہ میں ہے کہ خود مضحی اپنے شہر میں اپنی قربانی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، اس کے حق میں ادائیگی کا وقت نہیں ہے لیکن چونکہ طلوع فجر ہوجانے کی وجہ سے نفس وجوب ثابت ہوچکا ہے اس لئے دیہات میں اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو یہ درست ہے، اسی طرح زیر بحث صورت میں بھی مضحی پر قربانی واجب ہوجانے کے بعد اگرچہ اس کے مقام پر ادائیگی کا وقت نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود اپنی قربانی نہیں کرسکتا مگر مقام اضحیہ پر ادائیگی کا وقت موجود ہونے کی وجہ اسکی طرف سے یہ ادائیگی درست ہونا چاہئے۔

(۲)-**دوسرا پہلو**: یہ ہے کہ اس صورت میں قربانی درست نہ ہو، کیوں کہ ہر شخص کے حق میں ادائے قربانی کے تین دن ہیں، اس سے زائد نہیں، جن کی ابتداء دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے اور انتہاء بارہویں ذی الحجہ کے غروب پر ہے اور فقہی ضابطہ ہے کہ جب تین دن گزر جائیں، بارہویں ذی الحجہ کا سورج غروب ہوجائے اور مضحی قربانی نہ کرے تو اس کے حق میں قربانی کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور اب اس کے ذمہ قربانی کی اداء (اراقۃ الدم) یعنی جانور ذبح کرنا باقی نہیں رہتا، بلکہ یہ واجب اراقہ کے بجائے تصدق میں تبدیل ہوجاتا ہے، اس کا ذمہ اراقۃ الدم سے فارغ نہیں ہوتا، بلکہ اس پر جانور یا اسکی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہوجاتا ہے، جیسا کے کتب فقہیہ میں مصرح ہے۔ گویا کہ اس کے حق میں وقت نکل جانے سے قربانی اس کے ذمہ اداء نہ رہی بلکہ قضاء ہوگئی اور قضاء اراقۃ الدم کی صورت میں نہیں ہوسکتی، اسکا راستہ تو تصدق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امسال کی قربانی آئندہ سال نہیں کی جاسکتی، باوجودیکہ ایام اضحیہ موجود ہوتے ہیں۔ پس جب مضحی کے ذمہ اراقۃ الدم ہے ہی نہیں، تو پھر اراقۃ الدم سے ذمہ داری پوری نہ ہوگی۔ چاہے مقام اراقہ

میں ایام اراقہ موجود ہوں۔اس لحاظ سے مذکورہ صورت میں قربانی صحیح نہ ہونا چاہئے۔

مذکورہ بالا دونوں پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت میں قربانی صحیح ہوئی یا نہیں ہوئی، اس لئے احتیاط مناسب ہے۔احتیاط یہ ہے کہ اولاً تو مضحی یہ کوشش کرے کہ اپنے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے پہلے ایسے مقام پر قربانی ادا کرے جہاں ایام قربانی موجود ہوں، اس سے تاخیر نہ ہونے پائے، تاہم باوجود کوشش کے کامیابی نہ ملے اور اپنے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ کا غروب ہوجانے کے بعد مقام اضحیہ پر ایام اضحیہ میں جانور ذبح کیا جائے تو پھر احتیاط یہ کرے کہ مذبوحہ جانور کا گوشت خود نہ کھائے اور نہ ہی اغنیاء کو دے، بلکہ فقراء ومساکین کو صدقہ کردے۔وقت میں قربانی واقع ہونے-نہ ہونے کے شبہ کے موقع کے لئے فقہاء نے یہی احتیاط ذکر فرمائی ہے۔محیط برہانی میں ہے:**في واقعات الناطفي: إذا وقع الشک في يوم الأضحى فأحب إلى أن لا يؤخر الذبح إلى اليوم الثالث لأنه يحتمل أن يقع في غير وقته فإن أخر فأحب إلى أن يتصدق بذلک كله ولايأكل ويتصدق بما هو المذبوح وغير المذبوح لأنه لو وقع في غير وقته لايخرج عن العهدة إلابذلک** (محیط برہانی:۸/ ۴۶۳)،خانیہ میں ہے: **إذا شک الإمام في يوم الأضحى فالمستحب أن لا يؤخر الذبح إلى اليوم الثالث لاحتمال أن يقع في غير وقته فإن أخر كان المستحب أن يتصدق بجميع ذلک ولا يأكل۔** (خانیہ: ۳/ ۳۴۸ وکذا فی الہندیہ: ۵/ ۲۹۵ والبزازیہ علی الھندیہ: ۶/ ۲۸۸)، **هذا ما عندی ولعل عند غيری أحسن منه والله تعالى أعلم وعلمه اتم و أحكم۔**

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تفقہ فی الدین عطا فرمائیں اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی توفیق وسعادت عطا کریں! آمین والحمدللہ رب العالمین۔

☆☆☆

باب دوم

تفصیلی مقالات

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا بدر احمد مجیبی ☆

اسلامی شریعت میں خوشی ومسرت کی دو تقریبیں اپنی معنویت کے اعتبار سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، پہلی تقریب وہ ہے جس کو عید الفطر کہا جاتا ہے جس کی مشروعیت ایک ماہ مسلسل روزہ رکھنے کے بعد اس کے افطار کے سلسلے میں انعام الٰہی کے طور پر ہوئی ہے، دوسری تقریب وہ ہے جو عید الاضحیٰ کے نام سے موسوم ہے جو ہزاروں سال قبل اللہ تعالیٰ کے ایک محبوب ومقبول بندے کی جانب سے کی جانے والی قربانی کے ایک بے نظیر واقعہ کی یاد میں مشروع ہوئی ہے۔ اس عظیم بندے کا طاعت واخلاص سے معمور قربانی کا عظیم عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر پسندیدہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لئے طاعت واخلاص کی علامت قرار پایا اور اس کو آخری امت کے صاحب استطاعت افراد پر رضا الٰہی کے حصول کے لئے لازم کیا گیا۔ اس لئے قربانی کا فریضہ امت مسلمہ کے ایک اہم عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ حکم الٰہی پر عمل کرتے ہوئے امت کے افراد اپنے اپنے مقامات پر بہت ذوق وشوق سے قربانی کرتے ہیں۔

اس دور میں مشرق سے لے کر مغرب تک زمین کا ہر خطہ مسلمانوں سے آباد ہے۔ عید الاضحیٰ میں ہر جگہ قربانیاں ہوتی ہیں۔ بعض وقت قربانی کے سلسلے میں ان کے سامنے کچھ مسائل پیش آتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مشرقی ممالک اور مغربی ممالک میں عام طور سے چاند کی رؤیت کے اعتبار سے تاریخ میں ایک دن کا فرق ہوجاتا ہے۔ جس روز مشرق میں

☆ استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء پھلواری شریف، پٹنہ

۹/ذی الحجہ ہے اسی روز مغرب میں ۱۰/ذی الحجہ ہے۔ یا اسی طرح کہیں ۱۲/ذی الحجہ ہے اور اسی روز دوسری جگہ ۱۳/ذی الحجہ ہے۔

اس زمانے میں جدید ذرائع ووسائل کی آسانی کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ملک کے بعض افراد کی قربانی دوسرے ملک میں ان کے اعزہ یا رفقاء کے یہاں ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ جن کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے ان پر ابھی قربانی واجب ہوئی ہے یا نہیں۔ یعنی فقہی اصطلاح میں قربانی کا سبب پایا گیا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں معلوم کرنا ہوگا کہ وجوب قربانی کا سبب کیا ہے؟

دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی کی ادائیگی کے لئے قربانی کا جانور جہاں ہے اس جگہ کے وقت کا اعتبار ہوگا یا قربانی کرنے والے کی جگہ کے وقت کا اعتبار ہوگا؟ یعنی مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا یا مکان مضحی کا اعتبار ہوگا؟ اس تحریر میں فقہاء کے اقوال کی روشنی میں ان دونوں امور کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱) قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟

فقہاء کرام کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقت (دس ذی الحجہ کی صبح صادق کا طلوع ہو جانا) قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) حکم کا سبب سے خاص تعلق ہوتا ہے اور اس کی طرف حکم کی نسبت ہوتی ہے۔ اسی سے سبب کو پہچانا جاتا ہے۔ جب ایک شئ کی طرف کسی دوسری شئ کی اضافت ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ شئ اس کا سبب ہوتی ہے اور اسی سے وجود پذیر ہوتی ہے۔ یہاں یوم کی اضافت قربانی کی طرف کی جاتی ہے۔ یوم الأضحیٰ کہا جاتا ہے۔ جیسے یوم العید کہا جاتا ہے اور یوم الجمعۃ کہا جاتا ہے۔ جمعہ کے لئے بھی یوم سبب ہے۔ عید کے لئے بھی یوم سبب ہے۔ اسی طرح قربانی کے لئے بھی یوم کو سبب ہونا چاہئے۔

(ب) جب ایک شئ دوسرے کے لئے لازم ہوجائے اور ایک کے تکرار سے دوسرا بھی مکرر ہوتو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کا سبب ہے۔ جب بھی دس ذی الحجہ ہوتا ہے قربانی کا وجوب نظر آتا ہے۔ گویا قربانی کا وجوب دس ذی الحجہ کے لئے لازم ہے۔ اس کے تکرار سے قربانی مکرر ہوتی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دس ذی الحجہ قربانی کے وجوب کے لئے سبب ہے۔

(ج) جس طرح وقت سے قبل نماز کی ادائیگی درست نہیں ہوتی کیونکہ وقت نماز کے لئے سبب ہے اور جس طرح وقت سے قبل روزہ کی ادائیگی درست نہیں ہوتی کیونکہ وقت (رمضان کا مہینہ شروع ہونا) روزہ کا سبب ہے۔ اسی طرح قربانی بھی وقت یعنی دس ذی الحجہ سے قبل درست نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ بھی یہی ظاہر ہوتی ہے کہ وقت قربانی کے وجوب کا سبب ہے۔

(د) علامہ حسام الدین سغناقی صاحب نہایہ، علامہ اکمل الدین بابرتی صاحب عنایہ، علامہ قوام الدین کاکی صاحب معرج الدرایہ، علامہ حصکفی صاحب الدر المختار، صاحب مجمع الانہر، علامہ شامی اور دیگر فقہاء نے وقت کے سبب ہونے کی صراحت کی ہے۔ مطلق سبب ذکر کرنے سے سبب وجوب ہی مراد ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی قربانی کے لئے وجوب اداء کا سبب وقت کو نہیں بتایا ہے۔

"وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما ...... فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب" (بدائع ٥/٦٥)۔

"وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ أن يكون سببا۔ وكذا إذا لازمه فتكرر

بتكرره كما عرف في الأصول ثم إن الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهوظاهر وقد أضيف السبب إلى حكمه يقال يوم الأضحى فكان كقولهم يوم الجمعة ويوم العيد ولانزاع في سببية ذلك ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلوٰة على وقتها" (عنایۃ۸/۴۲۴)۔

"إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب وإنما قلنا ذلك لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون حادثاً به سببا. وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف ثم ههنا تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت وهو ظاهر وكذلك الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة ويوم العيد وإن كان الأصل هوإضافة الحكم إلى سببه كما في صلوة الظهر ولكن قد يضاف السبب إلى حكمه كما في يوم الجمعة" (نتائج الأفكار تكملة فتح القدير ۸/۴۲۵)۔

وذكر في النهاية ...... أن السبب هو الوقت لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا. وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره. وقد تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت وهوظاهر ووجدت الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة أوالعيد وإن كان الأصل إضافة الحكم إلى سببه كصلاة الظهر ولكن قد يعكس كيوم الجمعة والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة. اهـ. وتبعه في العناية والمعراج (ردالمحتار ۵/۲۲۰)۔

وسببها الوقت وهو أيام النحر (الدرالمختار مع الرد ۵/۲۱۹، مجمع الأنهر ۴/۱۶۶)۔

وسببها طلوع فجر يوم النحر (تكملة البحر الرائق ۸/۱۷۳)۔

اگر وقت کو وجوب اداء کا سبب مانیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دس ذی الحجہ سے قبل ہی قربانی کا وجوب ہو جاتا ہے۔ البتہ دس ذی الحجہ کو اس کی ادائیگی کا حکم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص دس ذی الحجہ سے قبل قربانی کردے تو اس نے قربانی کے وجوب کے بعد قربانی کی اس لئے اس کی قربانی ادا ہو جانی چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ زکوٰۃ میں ہے کہ اس میں سبب وجوب تو نصاب نامی ہے لیکن حولان حول وجوب ادا کے لئے شرط ہے۔ محض نصاب نامی کے پائے جانے سے زکوٰۃ کا وجوب ہو جاتا ہے۔ البتہ حولان حول کے بعد ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ اس لئے جو شخص حولان حول سے قبل زکوٰۃ ادا کردے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے کیونکہ وجوب کے بعد اس نے زکوٰۃ ادا کی۔ لیکن قربانی میں ایسا نہیں ہے کیونکہ دس ذی الحجہ سے قبل قربانی کرنے سے کسی کے نزدیک قربانی ادا نہیں ہوتی اور ذمہ سے واجب کا سقوط نہیں ہوتا۔

"ولا تجوز الأضحية في الليلة العاشرة من ذی الحجة لأنها تضحية قبل الوقت" (خانیۃ ۳/۳۴۵)۔

اس لئے وقت کو قربانی کے وجوب ادا کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا۔

البتہ بعض فقہاء نے وقت کو شرائط قربانی میں بھی شمار کیا ہے۔ شرائط میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحت اداء کے لئے شرط ہے۔ اگر کوئی شخص وقت سے قبل یا وقت کے بعد قربانی کرے تو قربانی درست نہیں ہوگی۔ جیسے حج کی صحت اداء کے لئے وقت شرط ہے۔ ایام حج سے قبل اگر کوئی حج کرنا چاہے یا ایام حج کے بعد کوئی حج کرنا چاہے تو حج درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح قربانی کی صحت اداء کے لئے وقت شرط ہے۔ لیکن اس سے اس کے نفس وجوب کے سبب ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وقت قربانی کے وجوب کے لئے سبب بھی ہے اور صحت اداء کے لئے شرط بھی ہے۔ اس طرح پر کہ ۱۰ ؍ ذی الحجہ کی صبح صادق سے قربانی کا وجوب ہوگا اور ایام نحر میں ہی قربانی کی ادائیگی ہوگی۔ اس کے قبل یا اس کے بعد قربانی درست نہیں ہے۔

"والشرط الثانی الوقت ووقت الأداء لمن كان في المصر بعد فراغ الإمام من صلاة العيد" (خانیہ ٣/ ٣٤٣)۔

"وشرائطها الإسلام والوقت واليسار الذی يتعلق به وجوب صدقة الفطر" (تبیین الحقائق ٦/ ٤٧٣)۔

"وشرطها أن يكون مقيماً في مصر أو في قرية والوقت" (بزازیہ ٣/ ٢٨٦)۔

(٢) ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو؟

شہر میں مقیم شخص کی قربانی ایام نحر کے پہلے روز عید کی نماز کے بعد ہی ہوگی۔ اس سے قبل درست نہیں ہے۔ دیہات میں مقیم لوگوں کی قربانی اس روز صبح صادق کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔ یہ مسئلہ واضح ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص خود تو شہر میں ہے مگر اس نے دیہات میں اپنے طرف سے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی طرف سے دیہات میں کس وقت قربانی ہوسکتی ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص خود دیہات میں ہے اور اس نے شہر میں اپنی طرف سے قربانی کرنے کا حکم دیدیا ہے تو اس کی قربانی کس وقت ہوگی؟ اس قربانی میں مضحی کے مکان کا اعتبار ہوگا یا اضحیۃ کے مکان کا؟

کتب فقہ میں اس کی صراحت ملتی ہے کہ قربانی میں اضحیہ کے مکان کا اعتبار ہوگا۔ مضحی کے مکان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اس کی وضاحت اس مثال سے کرتے ہیں کہ مضحی خود شہر میں ہو اور اس کی طرف سے قربانی دیہات میں ہورہی ہے تو اس کی قربانی دس ذی الحجہ کو صبح صادق کے بعد بھی ہوسکتی ہے اور اگر مضحی دیہات میں ہے مگر اس کی طرف سے قربانی شہر میں ہورہی ہو تو اس کی قربانی صبح صادق کے بعد نہیں ہوسکتی بلکہ شہر میں عید کی نماز ہوجانے کے بعد درست ہوگی۔ اس قربانی میں اضحیہ کے مکان کا اعتبار کیا گیا ہے۔ مضحی کے مکان کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔

"ثم المعتبر في ذلک مكان الأضحية حتى لوكانت في السواد

والمضحی في المصر يجوز كما انشق الفجر ولو كان على العكس لايجوز إلا بعد الصلاة" (ہدایہ مع الفتح ۸/۴۳۱، تبیین الحقائق ۶/۴۷۷)۔

وولو كانت الأضحية في السواد وصاحبها في المصر فأمر أهله بالتضحية فذبح الأهل قبل صلاة العيد يجوز عندنا ويعتبر مكان المذبوح لامكان المالک" (خانیہ ۳/۳۴۵)۔

"وإن كان هو في المصر والشاة في الرستاق أو في موضع لايصلى فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاة العيد فإنها تجزيه وعلى عكسه لو كان هو في الرستاق والشاة في المصر وقد أمر أن يضحى عنه فضحوا بها قبل صلاة العيد فإنها لاتجزيه وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه هكذا ذكر محمد عليه الرحمة في النوادر وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه" (بدائع ۵/۷۴)۔

والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحی فيصرف إلى فقراء مكانها لامكانه" (بزازیہ ۳/۲۸۹)۔

اگر اس شہر میں جہاں قربانی کا جانور ہے اور صاحب قربانی کے شہر میں اس قدر فاصلہ ہے کہ دونوں شہروں کی تاریخ میں فرق ہوجاتا ہے مثلاً ایک شہر میں ۹/ تاریخ ہے اور دوسرے شہر میں ۱۰/ یا ۱۱/ تاریخ ہے تو ایسی صورت میں قربانی کے لئے کس جگہ کی تاریخ کا اعتبار کیا جائے گا؟

فقہاء کرام نے قربانی کے وقت (یعنی قربانی کے صبح صادق کے بعد ہونے یا نماز عید کے بعد ہونے) کے بارے میں مکان اضحیہ کے اعتبار کرنے کی جو علت بیان فرمائی ہے وہ علت ایام قربانی میں بھی پائی جارہی ہے۔ اس کی علت یہ بیان فرماتے ہیں: "لأن الذبح هوا لقربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه"۔ قربانی کرنا عبادت وقربت ہے، اس لئے

جس جگہ اس کی ادائیگی ہورہی ہے اسی مکان کا اعتبار ہوگا۔جس کی جانب سے اس عبادت وقربت کی ادائیگی ہورہی ہے اس کے مکان کا اعتبار نہیں ہوگا۔اس لئے ایام قربانی میں بھی مکان اضحیہ کا ہی اعتبار ہونا چاہئے کیونکہ جس علت پر مکان اضحیہ کے اعتبار کرنے کے حکم کا مدار ہے وہ علت اس مسئلہ میں بھی پائی جارہی ہے۔

نیز قربانی کو زکوۃ پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح زکوۃ میں جس جگہ مال ہے اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے۔مؤدی زکوۃ کے مقام کا اعتبار نہیں ہوتا۔اسی طرح قربانی میں بھی جس جگہ اضحیہ ہے اسی جگہ کا اعتبار ہوگا۔صاحب اضحیہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تاریخ کے سلسلے میں بھی مکان اضحیہ کا ہی اعتبار ہوگا۔

"هذا لأنها تشبه الزكاة من حيث أنها تسقط بهلاك المال قبل مضي أيام النحر كالزكاة تسقط بهلاك النصاب فيعتبر في الأداء مكان المحل وهو المال لامكان الفاعل اعتباراً بها" (تبیین الحقائق ۶/۴۷۷)۔

(۳) ان تمام تفصیلات سے درج ذیل امور وضاحت کے ساتھ ثابت ہوجاتے ہیں۔

(الف) قربانی کے وجوب کا سبب وقت ہے، اس لئے ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق ہونے سے قبل قربانی واجب نہیں ہوتی کیونکہ ابھی سبب وجوب نہیں پایا گیا ہے۔اس لئے ادائیگی بھی درست نہیں ہوگی۔چونکہ وجوب قربانی کا تعلق مضحی سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ مضحی جس شہر یا ملک میں ہے وہاں ایام قربانی شروع ہوچکے ہوں۔اس سے قبل چونکہ اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہوئی ہے اس لئے اس کی جانب سے ادا بھی نہیں ہوسکتی۔

(ب) قربانی درست ہونے کے لئے ایام قربانی میں قربانی کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ ادائیگی قربانی کا تعلق اضحیہ سے ہے اس لئے اضحیہ جس شہر یا ملک میں ہے وہاں ایام قربانی یعنی ۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ کا ہونا ضروری ہے۔ان ایام سے قبل یا ان کے بعد قربانی

درست نہیں ہوگی۔

لہٰذا جب ایک ملک میں اضحیہ ہو اور دوسرے ملک میں صاحب اضحیہ ہوتو ضروری ہوگا کہ جس ملک میں صاحب اضحیہ ہو وہاں دس ذی الحجہ ہو چکی ہو تا کہ اس پر قربانی واجب ہو جائے اور اس کی جانب سے دوسرے ملک میں قربانی کی ادائیگی کی جا سکے۔ اور جس ملک میں اضحیہ ہے وہاں کے ایام قربانی کا اعتبار کیا جائے گا کہ قربانی وہاں کی تاریخ کے اعتبار سے ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ذی الحجہ میں ہی ہو۔ اس کے بعد نہ ہو۔ اور جب قربانی کرنے میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے تو ایام قربانی مکان اضحیہ کے معتبر ہوں گے صاحب اضحیہ کے ملک کی تاریخ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اب اگر مکان اضحیہ میں ۱۲/ تاریخ ہو اور مضحی کے یہاں ۱۳/ تاریخ ہو جب بھی قربانی درست ہوگی۔ لیکن اگر مضحی کے یہاں ۱۲/ تاریخ ہے اور مکان اضحیہ میں ۱۳/ تاریخ ہو تو قربانی درست نہیں ہوگی، کیونکہ مکان اضحیہ میں قربانی کے ایام ختم ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اگر صاحب اضحیہ کے یہاں ۹/ تاریخ ہے اور مکان اضحیہ میں ۱۰/ تاریخ ہے تو قربانی درست نہیں ہوگی کیونکہ صاحب اضحیہ پر ابھی قربانی واجب ہی نہیں ہوئی ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ نفس وجوب کے لئے مکان مضحی کا اعتبار ہوگا اور ایام قربانی کے لئے مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔



قربانی - چند قابل غور پہلو

مولانا رحمت اللہ ندوی ☆

قربانی کی لغوی تعریف:

"الأضحية لغة: اسم لما يضحى به، أو لما يذبح أيام عيد الأضحى، فالأضحية مايذبح في يوم الأضحى"۔

(اضحیہ لغت میں نام ہے اس کا جس کو قربان کیا جائے، یا عید الاضحیٰ کے ایام میں جس کو ذبح کیا جائے، چنانچہ اضحیہ وہ ہوا جس کو قربانی کے دن ذبح کیا جائے)۔

فقہی اور اصطلاحی تعریف اس کی یہ کی گئی ہے: "هي حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص، أو هي مايذبح من النعم تقرباً إلى الله تعالىٰ في أيام النحر" (ملاحظہ ہو، الفقہ علی المذاہب الأربعہ/ ۴۰۰)۔

(مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں قربت وثواب کی نیت سے ذبح کرنا یا اونٹ کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے قربانی کے ایام میں ذبح کرنا ہے)۔

شرع میں اس کا مطلب ہے: "مايذكى تقرباً إلى الله تعالىٰ في أيام النحر بشرائط مخصوصة"۔

(چند مخصوص شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر قربانی کے ایام میں جو ذبح

☆ استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

کیا جائے)۔

اضحیہ ہی سے متقارب الفاظ قربانی، ہدی، عقیقہ، فرع اور عتیرہ وغیرہ بھی ہیں۔

قربانی کی مشروعیت:

زکوۃ اور نماز عیدین کی طرح اس کی مشروعیت ۲ھ میں ہوئی اور اس کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ہے۔

کتاب اللہ سے دلیل اللہ کا قول "**فصل لربک وانحر**" (سورۃ الکوثر) اور "**والبدن جعلناها لكم من شعائر الله**" (سورۃ الحج) وغیرہ آیات ہیں۔

احادیث کئی ہیں مثلاً:

۱-حضرت عائشہؓ کی حدیث "**ما عمل ابن آدم يوم النحر عملاً أحب إلى الله تعالىٰ من إراقة الدم الخ**" (رواہ الحاکم وابن ماجۃ والترمذی)۔

(ابن آدم کا یوم النحر کو خون بہانے (قربانی کرنے) سے بڑھ کر پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک کوئی نہیں)۔

۲- حضرت انسؓ کی حدیث "**ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبشين أملحين، أقرنين، فرأيته واضعاً قدميه على صفاحهما، يسمي ويكبر، فذبحهما بيده**" (رواہ الجماعۃ ورواہ احمد ایضاً عن عائشہؓ) (ملاحظہ ہو: الفقہ علی المذاہب الاربعہ/ ۴۰۰، الموسوعۃ الفقہیۃ ۵/ ۷۵-۷۶)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خوبصورت وخوش رنگ، سینگ والے دنبوں کی قربانی فرمائی، میں نے آپ کو ان دونوں کی کنپٹی پر اپنے پائے مبارک رکھے ہوئے دیکھا، بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہوئے آپ نے ان دونوں کو بدست خود ذبح کیا)۔

تمام مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اتفاق ہے، اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا

ہے کہ ایام قربانی میں قربانی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے، اور جس طرح کا جانور قربان کیا جائے گا وہ قیامت کے دن اسی طرح حاضر ہوگا، اور اس کا خون زمین پر پڑنے سے پہلے اسے اللہ کے یہاں قبولیت کا درجہ مل جاتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بقول "وفديناه بذبح عظيم" قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔

حکمت تشریع:

قربانی کی مشروعیت کا مقصد اور حکمت اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتوں پر شکر کی بجا آوری ہے، انسان کا ایک سال سے لے کر دوسرے سال تک زندہ اور باقی رہنا، قربانی کا اللہ کی طرف سے سیئات کا کفارہ بننا اور قربانی کرنے والے کے خاندان اور دیگر لوگوں کے لئے اس کا فراخی کا سبب بننا، اس کے علاوہ دیگر نعمتوں کے شکرانہ کے طور پر قربانی مشروع ہوئی ہے۔

قربانی کا حکم:

قربانی کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

حنفیہ کے نزدیک ہر سال ایک مرتبہ شہر کے مقیم، اہل حضرات پر قربانی واجب ہے، امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بقول قربانی واجب ہے جبکہ صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد) اس کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر حضرات ائمہ بھی اس کو سنت موکدہ غیر واجب کہتے ہیں۔

الموسوعۃ الفقہیہ کی صراحت کے مطابق جمہور فقہاء بشمول شافعیہ وحنابلہ اور امام مالکؒ کے دو اقوال میں سے راجح قول اور امام ابو یوسف کی دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق قربانی سنت موکدہ ہے۔ اس رائے کے حاملین صحابہ میں حضرات شیخین، حضرت بلال، حضرت ابومسعود بدری اور ان کے علاوہ سوید بن عقلہ، سعید بن المسیب، عطاء، علقمہ، اسود،

اسحاق، ابوثور اور ابن منذر ہیں۔

شوافع کے نزدیک اگر گھر میں کوئی تنہا ہے تو عمر میں ایک مرتبہ سنت عین ہے۔ اور اگر گھر والے کئی ایک ہوں تو سنت کفایہ ہے یعنی اگر گھر کا کوئی شخص قربانی کر دے تو سب کی طرف سے کافی ہوگی۔

صحتِ قربانی کی شرطیں:

قربانی کی درستگی اور صحت کے لئے پہلی شرط جانور کا ان ظاہری عیوب سے محفوظ ہونا ہے جن سے عام طور پر گوشت میں کمی آتی ہے یا پھر وہ صحت کے لئے ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں، ان عیوب میں یہ چار متفق علیہ ہیں جن کی موجودگی میں قربانی درست نہیں ہے:

۱- کانا ہونا، ۲- بیمار ہونا، ۳- لنگڑا ہونا، ۴- غیر معمولی لاغر اور کمزور ہونا۔

دوسری شرط قربانی کا مخصوص وقت میں ہونا ہے۔

احناف کے نزدیک قربانی کے مخصوص ایام ۱۰/ ذی الحجہ سے ۱۳/ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے۔ دسویں کی رات (۹/ ذی الحجہ کے غروب آفتاب کے بعد) اور چودھویں کی رات (۱۳/ ذی الحجہ کے غروب کے بعد) قربانی درست نہیں ہے۔

دلیل صحابہ کرام کی ایک جماعت کا قول "أيام النحر ثلاثة" ہے۔ ایام میں راتیں بھی داخل ہیں، البتہ رات میں قربانی مکروہ تنزیہی ہے۔

مالکیہ کے یہاں قربانی دن میں ہونا شرط ہے اگر رات میں قربانی کرتا ہے تو درست نہ ہوگی۔ اور دن کا آغاز طلوع فجر سے ہوتا ہے، قربانی کے پہلے دن کو چھوڑ کر مالکیہ نے دو شرطیں مزید لگائی ہیں۔

۱- ذبح کرنے والا مسلمان ہو، اگر کافر کو اپنا قائم مقام بنا دے تو درست نہیں۔

۲- قربانی کی قیمت میں عدم شرکت۔ اگر کچھ لوگ قیمت میں شریک ہوئے یا قربانی کا

جانوران کے درمیان مشترک ملکیت کا ہواور وہ سب اپنی اپنی طرف سے اس کو ذبح کردیں تو کسی ایک کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

قربانی کے مکلّف کے لئے شرطیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ قربانی کا مکلّف مسلمان، آزاد، بالغ، عاقل، مقیم، مستطیع شخص ہے، مسافر اور نابالغ کے مکلّف ہونے میں ان کا اختلاف ہے۔

خلاصۂ کلام کے طور پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ احناف کے علاوہ حضرات مسافر وغیر مسافر دونوں کے لئے قربانی مسنون قرار دیتے ہیں، جب کہ احناف کے نزدیک مسافر پر قربانی نہیں ہے۔

نابالغ کے لئے قربانی اس کے ولی کے مال سے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مستحق ہے اور شوافع وحنابلہ کے نزدیک مستحق نہیں ہے۔

قربانی کا وقت:

قربانی کے اول اور آخر وقت میں فقہاء کے کچھ جزوی اختلافات ہیں، لیکن اول دن زوال شمس سے پہلے قربانی کا سب سے بہتر اور افضل وقت ہونے پر ان سب کا اتفاق ہے، اس لئے کہ وہ سنت ہے (ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیہ ۹۱/۵-۹۲)۔

ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ نمازِ عید سے پہلے یا عید کی رات میں قربانی جائز نہیں ہے، حنفیہ کے یہاں عید الاضحیٰ کے دن طلوع صبح صادق سے قربانی کا وقت شروع ہوکر تیسرے دن غروب شمس سے کچھ پہلے تک رہتا ہے، لیکن وہ شہری جو نماز عید کے مکلّف ہیں ان کے لئے پہلے دن قربانی عید کی نماز کے بعد ہی جائز ہے، خواہ خطبہ سے پہلے ہی ہو یا نماز کسی عذر کی وجہ سے اگر ترک ہوگئی تو ایسی حالت میں اس نماز کے بقدر وقت گزرنے کے بعد قربانی درست ہے۔

گاؤں اور دیہات کے وہ لوگ جن پر نماز عید نہیں ہے، وہ پہلے دن فجر کے بعد قربانی کرسکتے ہیں۔

جب یوم العید کی تعیین میں لوگوں سے غلطی ہوجائے اور وہ نماز پڑھ لیں اور قربانی کرلیں پھر یہ واضح ہوجائے کہ آج یوم عرفہ (۹/ذی الحجہ) ہے تو ان کی نماز اور قربانی ہوجائے گی اس لئے کہ اس طرح کی غلطی سے بچنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا تمام مسلمانوں کی نماز اور قربانی کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے جواز کا حکم لگایا جائے گا۔

ایام قربانی کب تک؟

ایام قربانی تین دن ہیں، عید کا دن (یوم النحر) اور اس کے بعد دو دن۔ دلیل حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: "أيام النحر ثلاثة، أفضلها أولها" (قربانی کے ایام تین ہیں، افضل پہلا دن ہے)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: "الأضحى يومان بعد يوم الأضحى" (رواہ مالک فی المؤطا، کتاب الضحایا)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اپنی تفسیر "التفسیر المنیر" میں لکھتے ہیں:

"وأيام النحر عند الحنفية والمالكية ثلاثة أيام: العاشر ويومان بعده، وعند الشافعي: إنها أربعة، العاشر ومابعده، والرأى الأول مروى عن جمع من الصحابة"۔

والثاني بدليل ماروى البيهقي عن جبير بن مطعم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "كل أيام التشريق ذبح" وهي ثلاثة بعد يوم النحر، ولكن الإمام أحمد ضعف هذا الحديث" (التفسیر المنیر ۷-۱۸/۲۰۰، سورۂ حج ویذکروا اسم اللہ فی أیام معلومات الآیۃ)۔

(حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایام قربانی تین دن ہیں، دسویں ذی الحجہ اور اس کے بعد کے دو دن اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار دن ہیں، دسواں اور اس کے بعد، پہلی رائے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے، اور دوسری رائے بیہقی کی روایت کردہ دلیل سے ثابت ہے، حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تشریق کے تمام ایام قربانی کے ہیں اور یہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں، لیکن حضرت امام احمدؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)۔

مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں بھی قربانی کے تین دن ہی ہیں، اگرچہ کچھ تفصیل ضرور ہے۔

لیکن شافعیہ کے نزدیک قربانی کا وقت عید کے دن سورج نکلنے کے بعد ایک نیزہ افق میں بلندی پر چڑھ جائے، دو رکعت ہلکی اور دو مختصر خطبہ کے بقدر وقت گزر جانے سے ہوجاتا ہے۔ اگر اس سے پہلے ذبح کرے گا تو قربانی نہیں ہوگی۔ اور ایام تشریق کے آخری دن تک رہتا ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک ایام تشریق دس ذی الحجہ کے بعد تین دن ہیں، دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "**عرفة كلها موقف، وأيام التشريق كلها منحر**" اور ابن حبان کی روایت ہے: "**في كل أيام التشريق ذبح**" اور احمد اور دار قطنی سے روایت ہے: "**كل أيام التشريق ذبح**"۔

یہ دلیل ہے کہ ایام تشریق پورا قربانی وذبح ہے اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قربانی کے تین یوم ہیں، عید کا دن اور ایام تشریق کے اول دو دن۔

امام شافعیؒ - یہی حنابلہ کا دوسرا قول ہے اور اسی کو علامہ ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قربانی کے ایام چار ہیں، ایام تشریق کے تیسرے دن غروب شمس سے قربانی کا وقت ختم ہوجائے گا۔

یہ قول حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے، اسی طرح حضرت جبیر بن مطعمؓ،

حضرت عطاء، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن موسی اسدی اور مکحول سے بھی مروی ہے (ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیہ ۵/ ۹۳)۔

قربانی میں کس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا؟

قربانی کے جواز کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے وہ نماز ادا کر چکا ہو بلکہ جہاں قربانی ہو رہی ہے اس جگہ نماز عید ہو چکی ہو تو کافی ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ شہر میں کسی ایک جگہ بھی نماز ادا کر لینے سے پورے شہر میں قربانی درست ہے۔

امام محمد کا قول نوادر میں ہے:

"إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه" (بدائع الصنائع ۱۱۱) (میں قربانی کی جگہ کا اعتبار کرتا ہوں جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے اس کی جگہ کا خیال نہیں کرتا)۔

اسی طرح امام ابو یوسف کا قول ہے:

"يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذى يكون فيه المذبوح عنه وإنما كان كذلك لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فاعلها، لامكان المفعول عنه، وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه، روى عن أبى يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال: ينبغي لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلى الإمام الذى فيه أهله وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجزه وهو قول محمد عليه الرحمة" (بدائع الصنائع ۵/ ۱۱۱)۔

(اس جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے جس جگہ قربانی ہو رہی ہے، اس شخص کی جگہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے۔ اور ایسا اس لئے ہے کہ ذبح و قربانی قربت ہے پس

قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے اس کی جگہ کا، اگر آدمی ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے کسی دوسرے شہر میں ہوں، اور اس نے اپنے گھر والوں کو لکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کردیں، تو امام ابویوسف سے مروی ہے کہ انھوں نے قربانی کی جگہ کا اعتبار کیا ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اس کے گھر والوں کو چاہئے کہ اس کی طرف سے قربانی نہ کریں جب تک کہ وہاں کا امام نماز نہ پڑھنے جہاں اس کے گھر والے ہیں اور اگر امام کی نماز سے پہلے قربانی کردیں تو جائز نہ ہوگی، یہی امام محمد کا قول بھی ہے)۔

صاحبین کا قول ہے:

''إن القربة في الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنه'' (بدائع الصنائع ۵/۱۱۱)۔

(قربانی میں قربت اور موقت قربات میں اس کے وقت کا اعتبار اس کے کرنے والے کے حق میں ہوتا ہے نہ کہ جس کی طرف سے کیا جارہا ہے اس کے حق میں)۔

شامی میں ''قوله والمعتبر مكان الأضحية الخ'' کے تحت لکھا ہے:

'فلو كانت في السواد والمضحي في المصر جازت قبل الصلاة وفي العكس لم تجز'' (شامی ۵/۲۲۴)۔

(اگر قربانی دیہات میں ہے اور قربانی کرنے والا شہر میں تو نماز سے قبل جائز ہے اور اس کے برعکس جائز نہیں)۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری مرحوم مؤلف ''فتاوی رحیمیہ'' یہ سوال کئے جانے پر کہ بھائی عبدالرشید نے مدارس سے یہاں (حیدرآباد میں) قربانی کرنے کو لکھا ہے، وہاں عید پیر کو ہے اور یہاں اتوار کو، ان کی قربانی ہم یہاں اتوار کو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یا پیر کو کرنا ضروری ہے؟ مفتی صاحب نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا:

''قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے، قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوتا، چنانچہ اگر قربانی والا شہر میں ہو اور وہ اپنا قربانی کا جانور ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی اور وہاں صبح صادق کے بعد اس کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اس شہر والے کی قربانی صحیح ہو جائے گی۔

صورت مسئولہ میں عبد الرشید بھائی نے مدارس سے آپ کو حیدر آباد میں اپنی قربانی کرنے کے لئے لکھا ہے اور مدارس میں پیر کو عید الاضحیٰ ہے اور آپ کے یہاں اتوار کو تو آپ بلا تکلف ان کی قربانی اتوار کو کر سکتے ہیں، ان کی قربانی صحیح ہو جائے گی'' (فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۴۰-۴۱)۔

محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''قربانی کے وقت کے سلسلہ میں دو باتیں ذہن میں رکھیں، اول یہ کہ قربانی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے وہ نماز عید ادا کر چکا ہو، بلکہ اعتبار قربانی کی جگہ کا ہے، جس جگہ قربانی ہو رہی ہے، وہاں نماز عید ہو چکی ہو تو یہ کافی ہے، اور اسی کا اعتبار ہے، علامہ حصکفی فرماتے ہیں: ''**والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه**'' (الدر المختار مع الرد ۹/ ۴۶۱)۔

دوسرے یہ کہ شہر میں کسی بھی ایک جگہ نماز ہو چکی ہو تو پورے شہر میں قربانی درست ہے خواہ ابھی دوسری جگہ نماز نہیں ہوئی ہو، اور قربانی کرنے والے نے خود نماز ادا نہ کی ہو۔

''**ولو ضحى بعد ماصلى أهل المسجد ولم يصل أهل الجبانة أجزأه استحسانا**'' (کتاب الفتاوی ۴/ ۱۶۲، رد المحتار ۵/ ۴۶۱)۔

قربانی کا وقت گزر جائے تو کیا کرے؟

چونکہ قربانی میں قربت و تقرب خون بہا کر حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذریعۂ تقرب ہونے کا راز نہیں سمجھا جا سکتا ہے، لہٰذا اس کے ذریعۂ تقرب ہونے میں اکتفا اسی وقت پر کیا جائیگا،

شارع نے اس کو جس وقت کے ساتھ مخصوص کردیا ہے، وہ وقت گزر جانے یا فوت ہوجانے کی صورت میں قربانی کی قضا نہیں کی جائے گی بلکہ بعینہ بکری کو زندہ صدقہ کرنے کی طرف تقرب منتقل ہوجائے گا، یا اس کی قیمت یا کسی بھی ایسے جانور کی قیمت کا صدقہ ہوگا جس کی قربانی درست ہے" (الموسوعۃ الفقہیہ ۵/۹۴)۔

قربانی کی کیفیت وجوب

قربانی کے وجوب کی کیفیت کئی قسم کی ہے، ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کے اندر واجب ہوتی ہے اور وجوب میں خاصی گنجائش رہتی ہے، یعنی وہ پورے وقت میں بغیر تعیین وتحدید کے واجب ہوتی ہے، جس طرح نماز کا وجوب اپنے وقت کے اندر ہے، چنانچہ جس شخص پر قربانی واجب ہے وہ ایام النحر میں جس وقت بھی کردے واجب کو ادا کرنے والا سمجھا جائے گا، خواہ اول وقت میں یا درمیانی وقت میں یا آخری وقت میں۔

"لو ذبح أضحيته بعد الزوال من يوم عرفة ثم ظهر أن ذلک اليوم كان يوم النحر جازت الأضحية عندنا لأن الذبح حصل في وقته فيجزيه، والله عزشانه أعلم" (بدائع ۵/۱۱۰)۔

(اگر ۹/ذی الحجہ کو زوال کے بعد قربانی کردے پھر یہ معلوم ہوجائے کہ آج یوم النحر ہے تو ہمارے نزدیک قربانی جائز ہے؛ کیوں کہ ذبح اپنے وقت کے اندر ہوا ہے اس لئے جائز اور کافی ہے، واللہ اعلم)۔

خلاصۂ بحث:

۱- قربانی کے لئے سبب وجوب قدرت اور استطاعت ہے، اور وقت ادا کا سبب ہے، اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نفس وجوب کے لئے تو قربانی کرنے والے شخص کا اعتبار ہوگا جبکہ

ادائیگی میں قربانی کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا

۲-ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو۔

۳-قربانی کے آغاز اور اختتام دونوں میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، اگر قربانی کرانے والے کے یہاں قربانی کا وقت نہیں ہوا لیکن جس جگہ قربانی ہورہی ہے وہاں وقت ہوگیا ہے تو قربانی ہوسکتی ہے، لیکن اگر قربانی کرانے والے کے یہاں تو ۱۲/ذی الحجہ ہے اور قربانی جہاں ہورہی ہے وہاں ۱۳/ذی الحجہ ہوگئی ہے تو قربانی درست نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

ایک ملک کی قربانی دوسرے ملک میں

مفتی محمد حفظ الرحمن سملکی ☆

قربانی ایک عبادت موقتہ ہے جو وقت کے ختم ہوجانے سے فوت ہوجاتی ہے۔

''ثانيهما واجب مقيد كما قا! (ومقيد به) أى بوقت محدود (يفوت) الواجب (به) أى بفوات الوقت'' (التقریر والتحبیر ۲/ ۱۱۲)۔

قربانی کے واجب ہونے کا سبب وقت یعنی ایام نحر ہیں۔

''إن سبب وجوب الأضحية الوقت هو أيام النحر'' (تکملۃ فتح القدیر ۸/ ۴۲۵)۔

''(وسببها الوقت) وهو أيام النحر''۔ (الدر المختار بہامش رد المحتار ۹/ ۴۵۳)۔

وقت کے سبب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں جیسے نماز کو قبل از وقت پڑھنا صحیح نہیں۔

''قد أضيف السبب إلى حكمه يقال يوم الأضحى فكان كقوله يوم الجمعة ويوم العيد ولانزاع في سببية ذالک ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة على وقتها'' (عنایہ ۹/ ۴۲۴)۔

''اعلم أن الأوقات لها جهات مختلفة بالحيثيات فمن حيث أن الصلاة لاتجوز قبلها وإنما تجب بها أسباب''۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح/ ۱۷۳)۔

☆ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

پھر عبادات موقتہ میں جہاں وقت مودیٰ کے لیے ظرف یا معیار بن رہا ہو وہاں وقت نفس وجوب کا سبب بنتا ہے نہ کہ وجوب ادا کا، اس لئے کہ وجوب ادا کا سبب تو خطاب الٰہی ہے۔

فائدہ: نفس وجوب ذمہ کے مشغول ہونے سے عبارت ہے اور وجوب ادا ذمہ کے فارغ کرنے کا نام ہے۔

''لأن العبادات علی نوعین: موقتة وغیر موقتة، والموقتة أنواع: منها مایکون الوقت ظرفا للمؤدی وشرط للأداء وسبب للوجوب أی شغل الذمة لاوجوب الأداء وهو تفریغ الذمة لأن سببه الخطاب'' (امداد الفتح ۱۷۶)۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں: فقہاء کے نزدیک تین چیزیں الگ الگ ہیں۔ نفس وجوب، وجوب ادا اور وجود ادا۔ ان میں سے ہر ایک کا سبب حقیقی بھی ہے اور سبب مجازی بھی۔ چنانچہ نفس وجوب کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ کا ازلی خطاب ہے، چونکہ احکام کو واجب کرنے والی ذات تنہا وہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا ایجاب جب ہم سے پردے میں ہے جس پر ہمیں اطلاع نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے آسانی کی غرض سے اوقات کو ظاہری اور مجازی سبب قرار دیا، جس کی دلیل یہ ہے کہ ان اوقات کے مکرر ہونے سے وجوب بھی مکرر ہوتا ہے۔ پھر وجوب ادا کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ کا بندوں سے عبادت کا مطالبہ کرنا ہے اور اس کا ظاہری سبب اس طلب پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں، جیسے ''اقیموا الصلاة''۔

''واعلم أن عنده وجوبا ووجوب أداء ووجود أداء ولکل منها سبب حقیقی وسبب مجازی فالوجوب سببه الحقیقی إیجاب الله تعالی فی الأزل لأن الموجب للأحکام هو الله تعالی وحده لکن لما کان إیجابه تعالی غیبا عنا لانطلع علیه جعل لنا سبحانه وتعالیٰ أسباب مجازیة ظاهرة تیسیرا علینا وهی الأوقات بدلیل تجدد الوجوب بتجددها والسبب من کل وقت جزء یتصل به

الأداء فإن لم يتصل به الأداء بجزء منه أصلاً فالجزء الأخير متعين للسببية ولو ناقصاً۔ ووجوب الأداء سببه الحقيقي خطاب الله أى طلبه منا ذالک وسببه الظاهرى وهو اللفظ الدال على ذالک كلفظ أقيموا الصلاة، والفرق بين الوجوب ووجوب الأداء أن الوجوب هو شغل الذمة ووجوب الأداء طلب تفريغها كما في غاية البيان اهـ" (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۷۳)۔

"وإنما جعل سبباً مجازاً لأنه محل حدوث النعم فأقيم مقامها تيسيرا" (التقریر والتحبیر ۲/۱۱۶)۔

غرض یہ اوقات وجوب کی معرفت کا ذریعہ ہیں اس معنی کر انہیں سبب کہا جاتا ہے جو فقہاء کی اصطلاح کے موافق ہے اور معاوہ ایجاب ازلی کی علامت بھی ہیں بایں مناسبت اصولیین انہیں علامت سے تعبیر کرتے ہیں، ولا مشاحة في الاصطلاح۔

"ولما كانت الأوقات معرفة للوجوب أضيفت إليها فسميت أسباباً وأطلق الفقهاء عليها اسم السبب وعند الأصوليين الأوقات علامة وليست بأسباب والفرق بينهما أن السبب وهو المفضى إلى الحكم بلا تاخير والعلامة هى الدال على الحكم من غير توقف ولا إفضاع ولاتأثير هو علامة على الوجوب اهـ وفي (التقریر والتحبیر ۲/۱۱۶) (كوقت الصلاة) المكتوبة لها فإنه: (سبب محض علامة على الوجوب) أى وجوبها فيه" (امداد الفتاح/۱۷۵)۔

مزید برآں عبادت موقتہ کی ادائیگی کا معین وقت میں ہونا شرط ہے جس کی وجہ سے وقت معین کے گزر جانے کے بعد وہ عبادت اداء درست نہ ہوگی بلکہ قضاء ہو جائے گی، گویا وقت مودی کے صحیح ہونے کی شرط ہے بایں معنی وقت شرط اداء بھی ٹھہرا۔

"ومن حيث أن الأداء لا يصح بعدها لاشتراط الوقت له و إنما تكون

قضاء شروط اھ" (الطحاوی علی مراقی الفلاح ۱۷۳)۔

"وأما شرائط الأداء فالوقت ولوذهب الوقت تسقط الأضحية اھ" (تکملۃ فتح القدیر ۸/ ۴۲۵)۔

"والعلة في الحقيقة النعم المترادفة في الوقت وهو شرط صحة متعلقة بالضرورة لأن العبادت على نوعين" (امداد الفتاح/ ۱۷۵)۔

پھر یہ سمجھنا چاہئے کہ قربانی کا وقت مصری و دیہاتی دونوں کے لئے یوم النحر کی فجر طلوع ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے، البتہ شہری کے لیے قربانی کا نماز عید کے بعد ہونا مزید شرط اداء ہے۔

ووقت الأضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر إلا أنه لايجوز لأهل الأمصار الذبح حتى يصلي الإمام صلاة العيد" (قدوری بہامش الجوہرۃ ۲/ ۱۴۲)۔

"وأما شرائط الأداء فالوقت ولو ذهب الوقت تسقط الأضحية إلا أن في حق المقيم يشترط شرط آخر وهو أن يكون بعد صلاة العيد" (تکملۃ فتح القدیر ۸/ ۴۲۵)۔

"(وأول وقتها بعد الصلاة۔ الخ) فيه تسامح إذ التضحية لا يختلف وقتها بالمصر وغيره بل شرطها، فأول وقتها في حق المصرى والقروى طلوع الفجر إلا أنه شرط المصرى تقديم الصلاة عليها فعدم الجواز لفقد الشرط لالعدم الوقت كما في المبسوط" (الشامی ۹/ ۴۶۰)۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یوم النحر کی فجر طلوع ہونے کے بعد شہری کے حق میں نفس وجوب کا وقت آ گیا ہے، البتہ وجوب اداء کا وقت شرط (صلاۃ العید) کے فوت ہونے کی بنا پر ابھی نہیں آیا ہے، وجوب اداء کا اول وقت شہری کے حق میں نماز عید کے بعد ہے جبکہ دیہاتی کے لیے یوم نحر کی صبح صادق سے ہی شروع ہوجاتا ہے، جیسا کہ قاضی زادہ نے تکملۃ فتح القدیر میں وضاحت کی ہے:

''أقول لا خطاء في كلام تاج الشريعة أصلاً فإن مراده بقوله وأول وقتها أول وقت أدائها لا أول وقت وجوبها ولا شك أنه إذا كان تقديم الصلاة عليه شرطاً في حق أهل الأمصار كان أول وقت أدائها في حقهم بعد الصلاة وإن كان أول وقت وجوبها بعد طلوع الفجر من يوم النحر ويؤيده جدا عبارة الإمام قاضی خان في فتاواه حيث قال: ووقت الأداء لمن كان في المصر بعد فراغ الإمام عن صلاة العيد'' (۴۳۱/۸)۔

اسی مسئلہ کے ذیل میں فقہاء ''والمعتبر في ذالک مكان الأضحية'' کا کلیہ ذکر کرتے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کلیۂ مذکورہ کا تعلق اس صورت سے ہے جبکہ دونوں پر ایام نحر چل رہے ہوں اور مکان اضحیہ میں وقت اداء آچکا ہو اور صاحب اضحیہ کے حق میں ابھی صرف نفس وجوب کا وقت آیا ہو۔

''(ووقت الأضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر إلا أنه لايجوز لأهل الأمصار الذبح حتى يصلى الإمام العيد فأما أهل السواد فيذبحون بعد الفجر) ثم المعتبر في ذالک مكان الأضحية'' (راجع الهداية بهامش تكملة فتح القدير ۸/ ۴۳۰)۔

اس عبارت سے یہ چنداں مستفاد نہیں ہوتا کہ موکل پر وقت اداء گزر جانے کے بعد بھی مکان اضحیہ کا اعتبار ہے بلکہ اس مفہوم کے علی الرغم فقہاء کی یہ صراحت موجود ہے کہ صاحب اضحیہ کے حق میں جونہی وقت اداء فوت ہوا فوراً قربانی ساقط ہو کر اس کی قضاء واجب ہو جائے گی۔

ان تفصیلات کی روشنی میں مسئلہ قربانی کی درستگی کے لیے شرائط ذیل قابل ملاحظہ ہوں گے:

۱–موکل پر نفس وجوب آچکا ہو (۲) موکل کے حق میں شرائط اداء (وقت قربانی) باقی ہو (۳) مکان اضحیہ میں وقت اداء چل رہا ہو۔ اب سعودی میں مثلاً ایک دن پہلے عید ہو چکی ہے

اور ہندوستان میں اس کے دوسرے دن ہو رہی ہے تو حسب ذیل شکلیں سامنے آئیں گی۔ برائے سہولت اولاً یہ طے کر لیتے ہیں کہ سعودی عرب کے لیے ایام نحر مثلاً انگریزی تاریخ کے حساب سے یہ بنتے ہیں۔ ۲۷، ۲۸، ۲۹ر نومبر اور ہندوستان کے لیے ایام نحر ہیں ۲۸، ۲۹، ۳۰ر نومبر اب ہر ایک کو مع احکام درج کیا جاتا ہے:

تنقیحات: (۱) سعودی کا باشندہ ۲۷ر نومبر کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے ہندوستان والے کو وکیل بنائے تو تیسری شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے قربانی درست نہ ہوگی۔

(۲) سعودی کا باشندہ ۲۸ یا ۲۹ر نومبر کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے ہندوستانی کو وکیل بنائے تو شرائط ثلاثہ کے پائے جانے کی بنا پر قربانی درست ہوگی۔

(۳) سعودی کا باشندہ اگر ۳۰ر تاریخ کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے ہندوستانی کو وکیل بنائے تو شرط ثانی کے فوت ہونے کی وجہ سے قربانی درست نہ ہوگی۔

(۴) کوئی ہندوستانی اگر ۲۷ر نومبر کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کسی سعودی کو وکیل بنائے تو شرط اول کے فوت ہونے کی وجہ سے قربانی درست نہ ہوگی۔

(۵) کوئی ہندوستانی اگر ۲۸ یا ۲۹ر نومبر کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کسی سعودی کو وکیل بنائے تو شرائط ثلاثہ پائے جانے کی وجہ سے قربانی درست ہوگی۔

(۶) کوئی ہندوستانی اگر ۳۰ر نومبر کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کسی سعودی کو وکیل بنائے تو شرط ثالث کے فوت ہو جانے کی وجہ سے قربانی درست نہ ہوگی۔

متنازع فیہ مسئلوں کی وضاحت اس تفصیل کی روشنی میں:

مسئلۂ اولیٰ:

اس تنقیح کے بعد ان حضرات کا اشکال بھی رفع ہو گیا جو یہ فرماتے ہیں کہ سعودی کا مؤکل ۳۰ر نومبر کو اپنے حق میں وقت اداء گزر جانے کے باعث گو بذات خود قربانی کرنے سے عاجز ہے

مگر ہندوستانی وکیل کی معرفت وہ ادائے قربانی پر قادر ہے، لہٰذا مؤکل پر نفس وجوب آجانے کے بعد اور مکان اضحیہ میں قربانی کا وقت اداء باقی رہنے کی بنا پر قربانی درست ہوجانی چاہئے۔

چونکہ شرط ثانی اس کے حق میں فوت ہے (دیکھئے: تنقیح نمبر: ۳)۔

ان حضرات کو شرط ثانی کے غیر مراد ہونے میں ایک مسئلہ سے اشتباہ ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں: محض موکل کا اداء پر قادر نہ ہونا توکیل کے عدم جواز کو مستلزم نہیں چونکہ یوم النحر کو مصری نماز عید سے قبل اصالتہً قربانی پر قادر نہیں مگر بذریعۂ توکیل دیہات میں قربانی کرے تو مکان اضحیہ کا اعتبار کرتے ہوئے درست ہوجائے گی، دونوں میں قدر مشترک چیز ہر دو پر سبب وجوب کا آجانا ہے۔

مگر تفصیل بالا سے یہ بات محقق ہوچکی ہے کہ دونوں مسئلوں میں ایک بنیادی فرق ہے وہ یہ کہ مسئلہ متدل بہا میں شہری مؤکل پر نفس وجوب کا وقت آچکا ہے، البتہ وجوب اداء کی ایک شرط (صلاۃ عید) مفقود ہونے کے باعث وقت اداء ابھی تک نہیں آیا ہے جبکہ مسئلہ مذکورہ میں مؤکل پر شرط اداء (ایام نحر) فوت ہوکر قضاء متعین ہوچکی ہے، اب پہلی صورت میں دونوں کے حق میں ایام نحر کے جاری ہونے کے اعتبار پر، مکان اضحیہ کو معتبر مانتے ہوئے اگر شریعت نے توکیلاً قربانی کی اجازت دی ہے تو اس سے یہ کیوں کر لازم آئے گا کہ جس پر ایام نحر گزر چکنے کی وجہ سے قضاء لازم ہوچکی ہے اس کی طرف سے بھی مکان اضحیہ کا اعتبار کرتے ہوئے قربانی اداء انجام دی جاسکتی ہے۔

یہاں ایک بات یہ تو طے شدہ ہے کہ مؤکل پر شرط اداء فوت ہونے کی وجہ سے اس پر قضاء آچکی ہے۔

”وأما شرائط الأداء فالوقت، ولو ذهب الوقت تسقط الأضحية، (فإذا فات الوقت وجب عليه التصدق إخراجاً له من العهدة كالجمعة تقضى

بعد فواتها ظهراً والصوم بعد العجز فدية" (تکملۃ فتح القدیر ۸/۴۲۵، ۴۳۳)۔

فقہاء کا یہ اصول مسلم ہے کہ واجبات مؤقتہ میں وقت کے شرط اداء ہونے کے باعث وقت گزرتے ہی اداء فوت ہوجائے گی جو بذریعۂ امر ثابت عین عبادت کی تسلیم سے عبارت ہے، وقت گزرنے کے بعد مؤقتات کو اداء بجالانے کے صحیح ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

"فإن الأداء وهو تسليم عين الثابت بالأمر يفوت بمضي الوقت في الواجبات المؤقتة مطلقاً لأن الوقت شرط أدائها على ماعرف في أصول الفقه وأما القضاء وهو تسليم بمثل الواجب بالأمر فلا يسقط بمضي الوقت ولم يقل أحد بصحة أداء المؤقتات بعد مضي وقتها. الخ" (تکملہ فتح القدیر ۸/۴۲۶)۔

بناء بریں سعودی کا یہ مؤکل ۳۰/نومبر کو اگر سعودی ہی میں قضاء تصدق کردے تو درست ہے۔ اگر وہ اپنی اس خاص حالت کے پیش نظر کسی مفتی سے سوال کرے تو وہ ضرور اس کو قضاء کا حکم کرے گا۔ محض اس کے خود ہندوستان پہنچ کر قربانی کرسکنے کے امکان کا لحاظ کرتے ہوئے اس حکم قضاء میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر بنیت اضحیہ خریدا ہوا اس کا جانور ہندوستان میں ہو اور وہ اپنے ہندوستانی وکیل کو اسی ۳۰/نومبر کے دن صدقہ کا حکم دے تب بھی درست ہے۔

اب اگر ہندوستان میں ۳۰/نومبر کو مؤکل کی طرف سے قربانی اداً انجام دینا بھی درست ٹھہرایا جائے تو بیک وقت اداء اور قضاء دونوں پر قدرت ثابت کرنی ہوگی حالانکہ اداء اور قضاء دو الگ الگ متضاد مفہوم رکھنے والی حقیقتیں ہیں۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خود مؤکل پر جب قضاء لازم ہو تو وہ دوسرے کو اداء کا وکیل کب بنا سکتا ہے؟

"ومن شرط الوكالة أن يكون المؤكل ممن يملك التصرف

وتلزمه الأحکام) لأن الوکیل یملک التصرف من جهة المؤکل فلا بد أن یکون المؤکل مالکاً لیملکه غیره" (ہدایۃ بہامش الفتح ۶/۵۶۲)۔

"**لأن توکیله إنما یصح شرعاً بما یملکه المؤکل بنفسه**" (مبسوط للسرخسی ۱۹/۶)۔

"**توکیله فیما لایملک لایجوز شرعاً**" (ایضاً ۱۹/۷)۔

رہا محض یہ امکان کہ سعودی کا یہ مؤکل ۳۰ نومبر کو ہندوستان جاکر خود اداء کر سکتا ہے تو یہ سعودی میں رہتے ہوئے اس کے حق میں حکم قضاء کے آنے کے لئے ذرہ بھر مانع نہ ہوگا۔ شریعت نے اس قسم کے امکان کی طرف چنداں التفات نہیں کیا ہے، خود قربانی کی قضاء کے مسئلہ میں فقہاء نے بطور مقیس علیہ روزہ سے عاجز شخص کی لئے فدیہ کے وجوب کو ذکر فرمایا ہے۔

"**(فإذا فات الوقت وجب علیه التصدق إخراجا له عن العهدة کالجمعة تقضی بعد فواتها ظهراً والصوم بعد العجز فدیة**" (تکملہ فتح القدیر ۸/۴۳۳)۔

اب فدیہ کے بارے میں فقہاء نے دوٹوک تصریح فرمائی ہے کہ ’’شیخ فانی جو روزے سے عاجز ہوگیا ہو وہ روزہ افطار کرکے وجوبی طور پر اس کا فدیہ دے گا۔

"**وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی) وجوباً ولوفي أول الشهر**" (شامی ۳/۴۱۰)۔

یہاں بھی اس کا امکان بہرحال موجود تھا کہ وہ صوم پر قادر ہوجائے، تاہم شریعت نے یہاں اس امکان کو لائق التفات نہیں سمجھا اور فدیہ کا حکم صادر کردیا، جبکہ یہاں شرعی حکم یہی ہے کہ آئندہ روزہ پر اگر اسے قدرت حاصل ہوگئی تو اس فدیہ کو کالعدم سمجھتے ہوئے روزوں کا حکم دیا جائے گا۔" **ومتی قدر قضی لأن استمرار العجز شرط الخلفیة**" (شامی ۳/۴۱۱)۔

بالکل اسی طرح جیسے مسئلہ مذکورہ میں سعودی شخص اگر ۳۰/نومبر کو ہندوستان آگیا تو اس کے حق میں قربانی کے اداء واجب ہونے کا حکم شرط اداء کے پائے جانے کے باعث لوٹ آئے گا

حتیٰ کہ وہ اگر اس سے قبل سعودی میں قضاء قربانی کر کے آیا ہے تو وہ قربانی قضاء غیر معتبر ہوگی۔
پھر اگر وہ ہندوستان میں آنے کے بعد اداء قربانی انجام نہیں دیتا تو اس پر دوبارہ قضاء لازم ہوگی۔

مسئلہ دوم:

اسی طرح تنقیحات مذکورہ کے نمبر: ۴ سے ان حضرات کا جواب بھی سامنے آ گیا جو وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دینے کے بجائے وجوب اداء کا سبب گردانتے ہیں اور غناء کو نفس وجوب کا سبب ٹھہرا کر تنقیح نمبر: ۴ والی شکل میں جواز قربانی کے قائل ہیں۔ حالانکہ دونوں عندیوں کا رد کتب فقہ میں مصرح ہے۔ جہاں تک وقت کو وجوب اداء کا سبب گردانے کی بات ہے تو اس کا صاف رد شرنبلالی نے اس عبارت میں کیا ہے:

"لأن العبادات على نوعين: موقتة وغير موقتة، والموقتة أنواع: منها مايكون الوقت ظرفاً للمؤدى وشرطاً للأداء وسبباً للوجوب أى شغل الذمة لاوجوب الأداء وهو تفريغ الذمة، لأن سببه الخطاب" (امدادالفتاح / ۱۷۵)۔

اسی طرح کا تسامح صاحب نہایہ کو پیش آیا ہے۔ انہوں نے وقت کو نفس وجوب کے ساتھ ساتھ وجوب اداء کا بھی سبب شمار کیا ہے۔ "وهذا نصه الذى نقل عنه قاضى زادہؒ: ثم قال صاحب النهاية: وأما شرائطها فنوعان: شرائط الوجوب وشرائط الأداء: أما شرائط الوجوب فاليسار الذى يتعلق به وجوب صدقة الفطر والإسلام والوقت وهو أيام النحر حتى لو ولدت المرأة ولداً بعد أيام النحر لاتجب الأضحية لأجله .... ثم قال أما شرائط الأداء فالوقت ولوذهب الوقت تسقط الأضحية إلا أن في حق المقيمين بالأمصار يشترط شرطاً آخر وهو أن يكون بعد صلاة العيد (تكمله فتح القدير، ۸/ ۴۲۵) فأقول وبالله التوفيق أن سبب وجوب الأضحية

الوقت وهو أيام النحر" (تکملہ فتح القدیر ۸/۴۲۵)۔

قاضی زادہؒ نے اس پر رد کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ وقت کو وجوب ادا کی شرط شمار کرلیا گیا تو اب اس کو اسی وجوب ادا کا سبب شمار نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ سبب اور شرط دونوں کی حقیقتیں جدا ہیں اور مفہوم باہم متضاد۔ لہٰذا دونوں ماہیتیں بیک وقت کسی شئ میں نہیں پائی جا سکتیں۔

أقول فيه نظر لأن الوقت لما كان شرط وجوب الأضحية كما صرح به لم يبق مجال أن يكون سببا لوجوبها لأن الشئ الواحد لايصح أن يكون شرطاً وسببا لشئ واحد أخر إذ قد تقرر في علم الأصول أن الشرط والسبب قسمان قد اعتبر في أحدهما ماينافي الآخر فإنه قد اعتبر في السبب أن يكون موصلا إلى المسبب في الجملة وفي الشرط أن لايكون موصلاً إلى المشروط أصلا بل كان وجود المشروط متوقفا عليه ومن الممتنع أن يكون شئ واحد موصلاً إلى شئ واحد أخر وأن لايكون موصلاً إليه في حالة واحدة لاقتضائه اجتماع النقيضين وعن هذا قالوا في الصلوٰة إن الوقت سبب لوجوبها وشرط لأدائها فلم يلزم أن يكون سببا وشرطاً بالنسبة إلى شئ واحد" (تکملہ فتح القدیر ۸/۴۲۵)۔

ادھر غناء کو نفس وجوب کا سبب گرداننے کی بات بھی حقیقت سے دور ہے، متعدد حضرات نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ غناء نفس وجوب کی شرط ہے نہ کہ سبب۔

وفي التكملة عن النهايه والغنى شرط الوجوب (۸/۴۲۵)۔

"لأن الغنى شرط الوجوب" (عنایہ/۴۲۴)۔

اسی لئے فقیر پر نفس وجوب کا سبب (وقت) آجانے کے بعد بھی قربانی واجب نہیں چونکہ شرط (غنی) اس کے حق میں مفقود ہے پس محض شرط پائے جانے کے باوصف سبب وجوب نہ

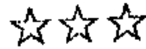
ہونے سے وجوب نہیں آتا'' کما هو في حق الغنى قبل طلوع الفجر من يوم النحر''۔

اسی طرح سبب موجود ہو اور شرط نہ ہو اس پر بھی قربانی واجب نہ ہوگی، جیسا کہ شامی میں ہے:

''والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلوٰة وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهوالغنى وإن وجد السبب اهـ وتبعه في العناية والمعراج'' (شامی ۹/ ۴۵۳)۔

الغرض غناء نفس وجوب کا سبب نہیں ہے بلکہ نفس وجوب کی شرط ہے نفس وجوب کا سبب تو ایام نحر ہیں جن کے متحقق ہونے سے پہلے وجوب اضحیہ کا حکم لگانا کسی طرح درست نہیں۔

''واثبات الحكم بدون تحقق السبب لايجوز'' (المبسوط للسرخسی ۱۱/ ۸۶)۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

۱- قربانی ایک عبادت ہے، جو عند الاحناف مفتی بہ قول کے مطابق غنی (صاحب نصاب) مقیم پر واجب ہے، اور اس کے لئے مخصوص وقت ہے ایام نحر کا یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ذی الحجہ تین ایام (۳/دن، ۲/راتیں)، دس ذی الحجہ کو طلوع فجر سے بارہ ذی الحجہ کے غروب شمس تک، اور یہی مخصوص وقت قربانی کا سبب ہے، "وسببها الوقت وهو أيام النحر" (درمختار ۹/ ۴۵۳)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ اس کے تحت نہایہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"وذكر في النهاية أن سبب وجوب الأضحية، ووصف القدرة فيها بأنها ممكنة أوميسرة لم يذكر، لافي أصول الفقه ولا في فروعه، ثم حقق أن السبب هو الوقت لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا، وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره وقد تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت وهوظاهر ووجدت الإضافة فإنه يقال: يوم الأضحى" (ردالمحتار علی الدر ۹/ ۴۵۳)۔

(اور نہایہ میں ذکر کیا ہے کہ قربانی کے وجوب کا سبب، اور اس کے اندر قدرت کا بیان کہ وہ ممکنہ ہے یا میسرہ، ذکر نہیں کیا گیا، نہ فقہ کے اصول میں نہ اس کی فروع میں، پھر انھوں نے

☆ استاذ مدرسہ تعلیم الدین، مئو ناتھ بھنجن یوپی

ثابت کیا ہے کہ سبب وہ وقت ہے، اس لئے کہ سبب کا علم ہوتا ہے حکم کی نسبت اس کی طرف کرنے سے، اور اس کے اس سے متعلق ہونے سے، اس لئے کہ شیٔ کی اضافت دوسری شیٔ کی طرف کرنے میں اصل یہ ہے کہ وہ سبب ہو، اور ایسے ہی جب اس کے ساتھ لازم ہو تو اس کے مکرر ہونے سے وہ بھی مکرر ہو، اور قربانی کے وجوب کا تکرار، وقت کے مکرر ہونے سے ہے اور وہ ظاہر ہے، اور اضافت بھی پائی گئی اس لئے کہ کہا جاتا ہے:"یوم الأضحی" (قربانی کا دن)۔

اور صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

"فلأن وجوبها في الوقت إما لحق: لعبودية أو لحق شكر النعمة أولتكفير الخطايا، لأن العبادات والقربات إنما تجب لهذه المعاني، وهذا لايوجب الإختصاص لوقت دون وقت، فكان الأصل فيها أن تكون واجبة في جميع الأوقات وعلى الدوام بالقدر الممكن، إلا أن الأداء في السنة مرة واحدة في وقت مخصوص أقيم مقام الأداء في جميع السنة تيسيراً على العباد فضلا من الله عزوجل ورحمة" (بدائع الصنائع ۴/ ۲۰۲)۔

(تو اس لئے کہ اس کا وجوب وقت کے اندر یا تو حق عبودیت کی وجہ سے ہے یا شکر نعمت کے حق کی وجہ سے یا تکفیر خطایا کے لئے، اس لئے قربات وعبادات انہی مقاصد کے تحت واجب ہوئے ہیں، اور یہ کسی ایک وقت کے ساتھ اختصاص کو واجب ولازم نہیں کرتا، لہٰذا اس بارے میں تو اصل یہ تھا کہ تمام اوقات میں اور حتی المقدور دوام کے ساتھ واجب ہو، لیکن سال میں ایک ہی مرتبہ ایک مخصوص وقت میں ادا کرنا، پورے سال ادا کرنے کے قائم مقام قرار دیا گیا، بندوں پر سہولت کے لئے، اللہ عزوجل کی جانب سے فضل اور رحمت کے طور پر)۔

اور درسیات میں اصول فقہ کی معروف کتاب نور الانوار میں مذکور ہے:

"والمراد بالسبب أن لهذا الوقت تأثيرا في وجوب المامور به، وإن كان

المؤثر الحقيقی في كل شئ هو الله تعالىٰ ولكن يضاف الوجوب في الظاهر إلى الوقت لأن في كل لمحة وصول نعمة من الله تعالى إلى جانب العبد وهويقتضى الشكر في كل ساعة ، وإنما خص هذه الأوقات المعينة بالعبادات لعظمتها وتجدد النعم فيها ولئلا يقضى إلى الحرج في تحصيل المعاش" (نورالانوار ر ۵۲)۔

(اور سبب سے مراد یہ ہے کہ مامور بہ کے وجوب میں اس وقت کی تاثیر ہے، اگر چہ ہر شئ میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں، لیکن ظاہر میں وجوب کو وقت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیونکہ ہر لمحہ اللہ کی طرف سے بندہ کی جانب کسی نہ کسی نعمت کا حصول ہے، اور یہ ہر گھڑی شکر کا تقاضا کرتا ہے، مگر عبادات کے لئے متعین ومقرر اوقات خاص کئے گئے ہیں ان اوقات کی عظمت کی وجہ سے، اور ان میں نعمت کے تجدد کی وجہ سے، اور تاکہ یہ معاش کے حصول میں حارج نہ ہو)۔

نیز آگے تحریر فرماتے ہیں:

"پھر یہاں دو چیزیں ہیں: نفس وجوب اور وجوب اداء اور نفس وجوب اس کا حقیقی سبب ایجاب قدیم (موجب قدیم) ہے اور اس کا ظاہری سبب وہ وقت ہے جو اس (سبب حقیقی) کا قائم مقام ہے اور وجوب کا سبب حقیقی طلب کا فعل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اس کا ظاہری سبب امر ہے جو اس کے قائم مقام ہے" (نورالانوار ر ۵۳)۔

مذکورہ بالا عبارتیں جن میں سے بعض قربانی (اضحیہ) کے ذیل میں مذکور ہیں، اور بعض نماز کے ذکر میں لیکن فی الجملہ سب عبادات سے متعلق ہیں، ان عبارتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وقت قربانی کے نفس وجوب کا سبب ہے، لہذا ایام نحر سے پہلے کسی پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

۲-ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا اور یہ اسی شخص کے حق میں ہے جس پر قربانی واجب ہو چکی ہو یعنی ایک شخص شہر میں رہتا ہے جہاں عید کی نماز ہوتی ہے تو چونکہ پہلے دن شہری کے حق میں قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے، مگر اس شہری نے اپنی قربانی کسی

دیہات کے رہنے والے کے ذمہ کردی جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، اور وہاں قربانی کا وقت صبح صادق کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے چنانچہ اس دیہات کے رہنے والے نے اس شہری کی جانب سے قربانی شہر میں نماز ہونے سے پہلے کردیا تو قربانی شہری کی طرف سے درست ہوگی، اس کے برعکس کسی دیہاتی نے اپنی قربانی کا جانور شہری کے حوالہ کردیا کہ وہ شہر میں قربانی کردے اور اس نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کردیا تو یہ قربانی درست نہیں ہوگی۔ چنانچہ متعدد کتب فقہ میں مذکور ہے:

"ثم المعتبر في ذلک مکان الأضحية" (ہدایہ ۴/۴۳۰)"والمعتبر مکان الأضحية لامکان من عليه، فحيلة مصرى أراد التعجيل أن يخرجها لخارج المصر، فيضحى بها إذا طلع الفجر" (درمختار ۹/۴۶۱)۔

(پھر قربانی کے سلسلہ میں مقام قربانی کا اعتبار کیا گیا ہے) (اور اعتبار اضحیہ کے مقام کا ہے نہ کہ اس شخص کے مقام کا جس پر قربانی ہے، لہٰذا وہ شہری جو جلدی چاہتا ہے اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنا اضحیہ شہر سے باہر بھیج دے پھر وہاں اس کی قربانی کی جائے جب فجر طلوع ہوجائے یعنی شہر میں نماز سے پہلے)۔

صاحب بحر کے الفاظ ہیں:"والمعتبر مکان الأضحية لامکان المضحى" (البحر الرائق ۸/۳۱۷)۔

اور بدائع الصنائع (۴/۲۱۳) میں مذکور ہے:

"اور بلاشبہ اس میں جانور کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کے مکان کا جس پر قربانی ہے، محمد رحمہ اللہ نے نوادر میں ایسے ہی ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ میں لحاظ کروں گا ذبح کے مقام کا اور مذبوح عنہ کے مقام کا لحاظ نہیں کروں گا اور ایسے ہی حسن نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا جہاں ذبح ہوگا اور اس جگہ کا لحاظ نہیں کیا جائے گا جہاں مذبوح عنہ ہوگا، اور ایسا اس لئے ہے کہ ذبح کرنا ہی عبادت وقربت ہے تو اس کے کئے جانے کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ جس کی طرف سے ہوگا اس کے مقام کا"۔

لہٰذا ایسا شخص جس پر قربانی واجب ہوچکی ہو یعنی وہ جہاں مقیم ہے وہاں ایام نحر شروع ہوگئے ہوں تو اس کے حق میں یہ ہے کہ قربانی کے سلسلہ میں مقام قربانی کا اعتبار کیا جائے گا، اور جس پر قربانی واجب ہے اس کے مقام کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور وہ شخص جو کسی ایسی جگہ پر مقیم ہے کہ وہاں ابھی ایام نحر شروع نہیں ہوئے اور وہ یہ چاہے کہ اپنی طرف سے قربانی ایسی جگہ کروائے جہاں ایام نحر شروع ہو چکے ہیں تو اس کے حق میں مقام قربانی کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ اس پر ابھی قربانی کا وقت نہیں آیا ہے اور اس کے ذمہ ابھی قربانی نہیں ہے، اس لئے اس کے ذمہ سے ادائیگی کا سوال نہیں ہوتا (دیکھئے: بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸)۔

اور اس کو زکاۃ پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا کہ اگر مالک نصاب اپنی زکوۃ سال پورا ہونے سے پہلے نکال دے تو وہ ادا ہوجاتی ہے کیونکہ دونوں کے وجوب کا سبب الگ الگ ہے، زکاۃ کی فرضیت کا سبب مال ہے، اس کے فرض ہونے کا سبب نصاب کا مالک ہونا ہے۔

"وأما سبب فرضيتها المال" (بدائع الصنائع ۲/ ۷۸) **"وسبب أى سبب افتراضها ملك نصاب حولي"** (درمختار مع شامی ۳/ ۱۷۴)۔

اور حولان حول زکاۃ کی ادائیگی کے جواز کے لئے شرط نہیں ہے:

"وأما حولان الحول فليس من شرائط جواز أداء الزكاة عند عامة العلماء وعند مالك من شرائط الجواز، فيجوز تعجيل الزكاة عند عامة العلماء خلافاً لمالك" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۶۴)۔

(اور بہر حال حولان حول تو وہ عام علماء کے نزدیک زکاۃ کی ادائیگی کے جواز کی شرائط میں سے نہیں ہے اور امام مالک رحمہ کے نزدیک شرائط جواز میں سے ہے، لہٰذا عام علماء کے نزدیک تعجیل زکاۃ جائز ہوگی بخلاف مالک رحمہ اللہ کے)۔

لہٰذا نصاب کی ملکیت ہونے پر زکاۃ کا وجوب ہوجاتا ہے، اس لئے اگر حولان حول

سے پہلے بھی ادا کردیا تو واجب ہونے کے بعد ادا کیا ہے، اس لئے ذمہ سے ساقط ہوجائے گی، اوراضحیہ (قربانی) کا سبب وقت ایام نحر ہے، لہٰذا اس سے پہلے واجب نہیں ہوگی تو پھر ذمہ سے ساقط کیسے ہوگی۔

۳-اضحیۃ کے وجوب کا وقت ایام نحر ہیں، اوروہ تین دن ہیں، دس ذی الحجہ، گیارہ ذی الحجہ اور بارہ ذی الحجہ اور یہ پہلے دن (۱۰رذی الحجہ) کی طلوع فجر کے بعد سے بارہ ذی الحجہ کے غروب شمس تک ہے۔

"وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثاني عشر"۔

لہٰذا اس میں دونوں جانب کا لحاظ ضروری ہے، قربانی کرنے والے پر دس ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہو، اور جس مقام پر قربانی کروانی ہے وہاں بارہ ذی الحجہ کا سورج ابھی غروب نہ ہوا ہو، نیز وہاں بھی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر ہوچکی ہو۔ لہٰذا اگر کوئی ایسی جگہ پر ہے کہ وہاں دس ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوگئی۔، اور جہاں وہ قربانی کروانا چاہتا ہے وہاں ابھی دس ذی الحجہ کی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے تو قربانی درست نہیں ہوگی۔

ایسے ہی وہ اگر ایسی جگہ ہے کہ وہاں ابھی بارہ ذی الحجہ ہے اور جہاں قربانی کروانا ہے وہاں تیرہ ذی الحجہ کی رات شروع ہوچکی ہے یعنی بارہ ذی الحجہ کا سورج ڈوب چکا ہے تو اب وہاں اس کا قربانی کروانا درست نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قربانی کرانے والا جہاں پر ہے وہاں تیرہ ذی الحجہ شروع ہوچکی ہے، اور جہاں قربانی کروانا ہے وہاں ابھی بارہ ذی الحجہ ہے تو اس کی طرف سے یہ قربانی درست ہوگی کیونکہ اعتبار مقام قربانی کا ہے۔

هذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

ایام اضحیہ میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا محمد حذیفہ محمود لوناواڑہ☆

۱- مسئلہ مذکورہ کی تحقیق سے پہلے مناسب ہے کہ نفسِ وجوب اور وجوبِ ادا کے درمیان فرق کے متعلق فقہاء کی تصریحات مختصر طور پر ذکر کی جائیں۔

صاحب تنقیح الاصول نے لکھا ہے:

"والفرق بين نفس الوجوب ووجوب الأداء أن الأول اشتغال ذمة المكلف والثانی هولزوم تفريغ الذمة عما يتعلق بها" (تنقیح مع التلویح علی التوضیح ۱/۳۷۶-۳۷۷)۔

تلویح علی التوضیح میں ہے:

"ذهب صاحب الكشف إلى أن نفس الوجوب عبارة عن اشتغال الذمة بوجود الفعل ووجوب الأداء عبارة عن إخراج ذلك الفعل من العدم إلى الوجود الخارجی ...... وذهب المصنف إلى أن نفس الوجوب هو اشتغال الذمة بفعل أو مال ووجوب الأداء لزوم تفريغ الذمة عما اشتغلت به وتحقيقه أن للفعل معنى مصدريا هو الإيقاع ومعنى حاصلا بالمصدر وهو الحالة المخصوصة فلزوم وقوع تلك الحالة هونفس الوجوب ولزوم إيقاعها

☆ دار العلوم لوناواڑہ، گجرات

و إخراجها من العدم إلى الوجود هو وجوب الأداء و كذا في المالي لزوم المال وثبوته في الذمة نفس الوجوب ولزوم تسليمه إلى من له الحق و جوب الأداء" (۱/ ۳۸۳)۔

حاصل یہ ہے کہ نفسِ وجوب کا مطلب ہے: مکلّف کے ذمہ کسی امر کا واجب ہونا، بالفاظ دیگر: ذہنی طور پر کسی فعل یا مال کا واجب ولازم ہونا۔ اور وجوب اداء کا مطلب ہے: ذمہ میں واجب شدہ امر سے ذمہ کو فارغ کرنا لازم ہونا، بالفاظ دیگر: ذہنی طور پر واجب شدہ فعل یا مال کو خارجی طور پر عدم سے وجود میں لانا۔

فرق مذکور کی وضاحت کے بعد اب سوالِ مذکور کا جواب یہ ہے کہ وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

پہلی دلیل

فقہاء واصولیین نے قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟ اس بات کو صراحت کے ساتھ تو کہیں ذکر نہیں کیا ہے، البتہ! اس قدر صراحت ملتی ہے کہ قربانی کا سبب وجوب وقت ہے، مگر یہاں سبب وجوب سے مراد سبب نفس وجوب ہے یا سبب وجوب اداء؟ یہ بات قابل تحقیق ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ فقہاء واہلِ اصول جہاں وقت کو سبب بتلاتے ہیں وہاں سبب سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے؟ تو پھر مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔ گویا کہ اس موقع پر دو مقدمے ثابت ہو جانے سے نتیجہ واضح ہو جائے گا: پہلا مقدمہ: قربانی کے لئے وقت کا سبب وجوب ہونا، دوسرا مقدمہ: فقہاء جہاں وقت کو سببِ وجوب بتلاتے ہیں وہاں سبب سے سببِ نفس وجوب مراد ہونا۔

(الف) پہلے مقدمہ کی تحقیق

قربانی کے وجوب کا سبب وقت ہے اس کے متعلق فقہاء کی تصریحات یہ ہیں:

درمختار میں ہے:

”وسببها الوقت وهو أيام النحر“ (الدرمع الرد ۹/ ۴۵۳: مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

عنایہ میں ہے:

”وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلمه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سبباً وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف في الأصول، ثم إن الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهوظاهر وقد أضيف السبب إلى حكمه يقال يوم الأضحى فكان كقولهم يوم الجمعة ويوم العيد، ولانزاع في سببية ذلک ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلوة على وقتها، لايقال: لوكان الوقت سببا لوجب على الفقير لتحقيق السبب لأن الغنى شرط الوجوب والفرض عدمه“ (عنایۃ فی ہامش فتح القدیر ۸/ ۴۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ودار احیاء التراث، وکذا فی البنایۃ شرح الہدایۃ ۱۱/ ۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)۔

علامہ ابن ہمام نے نہایۃ شرح ہدایۃ سے نقل کیا ہے:

”وأما سببها فهو المبهم في هذا الكتاب فإن سبب وجوب الأضحية ووصف القدرة فيها بأنها ممكنة أوميسرة لم يذكر لا في أصول الفقه ولا في فروعه، أما الأول فأقول وبالله التوفيق أن سبب وجوب الأضحية الوقت وهوأيام النحر والغنى شرط الوجوب وإنما قلنا ذلک لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون حادثا به سببا

وکذا إذا لازمه فتکرر بتکرره کما عرف، ثم ههنا تکرر وجوب الأضحیة بتکرر الوقت ظاهر وکذالک الإضافة فإنه یقال یوم الأضحی کما قال یوم الجمعة ویوم العید وإذا کان الأصل هوإضافة الحکم إلی سببه کما في صلوة الظهر ولکن قد یضاف السبب إلی حکمه کما في یوم الجمعة ومثل هذه الإضافة لم توجد في حق المال، ألا یری أنه لایقال أضحیة المال ولامال الأضحیة فلا یکون المال سببا'' (فتح القدیر ۸/۴۲۵، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، داراحیاء التراث)۔

علامہ شامی نے بھی مذکورۂ بالا عبارت کو نہایہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے (رد محتار ۹/۴۵۳)۔

مذکورۂ بالا عبارات فقہیہ سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کے وجوب کا سبب وقت ہے۔

(ب) مقدمۂ ثانیہ کی تحقیق

فقہاء نے جس عبادتِ موقتہ کے لئے وقت کو سبب قرار دیا ہے وہاں سبب سے مراد سببِ نفس وجوب ہے، اس سلسلہ کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

صاحب تنقیح الأصول رقم طراز ہیں:

''أما وقت الصلوة فهوظرف للمؤدی وشرط للأداء وسبب للوجوب لقوله تعالیٰ اقم الصلوٰة لدلوک الشمس ولإضافة الصلوة إلیه ولتغیرها بتغیره صحة وکراهة وفسادا ولتجدد الوجوب بتجدده ولبطلان التقدیم علیه فإن التقدیم علی الشرط صحیح کالزکوة قبل الحول یحققه أن الوقت وإن لم یکن مؤثرا في ذاته بل بجعل الله تعالیٰ بمعنی أنه تعالیٰ رتب الأحکام علی أمورظاهرة تیسیراً ...... ثم هوسبب لنفس الوجوب لأن سببها الحقیقی الإیجاب القدیم وهورتب الحکم علی شئ ظاهر فکان هذا سببا لها بالنسبة

إلينا ثم لفظ الأمر لمطالبة ماوجب بالإيجاب المرتب الحكم على ذلك المشئ فيكون سببا لوجوب الأداء" (تنقیح الأصول مع التلویح علی التوضیح ۱/۲۷۶-۲۷۷، مطبوعۃ عباس احمد الباز، مکۃ مکرمۃ)۔

توضیح میں اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"(ثم هو) أى الوقت لما بين أن الوقت سبب للوجوب أراد أن يبين أن المراد بالوجوب نفس الوجوب لاوجوب الأداء (سبب لنفس الوجوب، لأن سببها الحقيقى الإيجاب القديم وهورتب الحكم على شئ ظاهر فكان هذا) أى الشئ الظاهر وهو الوقت (سببالها) أى لنفس الوجوب (بالنسبة إلينا ثم لفظ الأمر لمطالبة ماوجب بالإيجاب المرتب الحكم على ذلك الشئ) وهو الوقت (فيكون) أى لفظ الأمر (سببا لوجوب الأداء)" (التوضیح شرح التنقیح مع التلویح ۱/۳۸۱)۔

تنقیح اور توضیح دونوں کی عبارتوں سے اچھی طرح واضح ہورہا ہے کہ عبادتِ موقتہ کے لئے وقت کے سبب وجوب ہونے سے مراد سبب نفس وجوب ہے، بلکہ توضیح کے الفاظ تو سبب سے سببِ نفس وجوب مراد ہونے اور سببِ وجوب اداء مراد نہ ہونے میں کس قدر صریح ہے۔

مذکورۂ بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے۔

بزدوی نے سبب کی اقسام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "وقد مرقبل هذا أن وجوب الأحكام متعلق بأسبابها وإنما يتعلق بالخطاب وجوب الأداء" (۴/۲۹۳، مطبوعہ، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان)۔

نور الانوار، قمر الاقمار اور حاشیہ حسامی کی عبارات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے (دیکھئے: حاشیہ حسامی/۲۷، نور الانوار/۵۷، قمر الاقمار/۵۶)۔

علامہ شرنبلالی تحریر فرماتے ہیں:

"العبادات على نوعين، موقتة وغير موقتة والموقتة أنواع، منها مايكون الوقت ظرفا للمؤدى وشرطا للأداء وسببا للوجوب أى شغل الذمة لاوجوب الأداء وهو تفريغ الذمة، لأن سببه الخطاب وذلك وقت الصلوة"
(امداد الفتاح شرح نور الایضاح/۱۷۶، دار احیاء التراث)۔

عبارتِ بالا میں لفظ "سببا للوجوب" میں "الوجوب" کی تفسیر "شغل الذمة" سے کرنا، نیز حرفِ نفی "لا" سے "وجوب اداء یعنی "تفریغ الذمة" کی نفی کرنا یہ سب واضح تر علامت ودلالت ہے اس بات پر کہ یہاں اور ایسے موقعوں پر "سببِ وجوب" سے مراد "سببِ نفسِ وجوب" ہوتا ہے نہ کہ سبب وجوب اداء۔

مذکورۂ بالا جملہ عبارات سے واضح ہوگیا کہ فقہاء نے جس عباداتِ مؤقتہ کے لئے وقت کو سبب قرار دیا ہے وہاں سبب سے مراد سبب نفس وجوب ہے نہ کہ سبب وجوب اداء۔

الغرض فقہاء واہل اصول کی تصریحات سے دونوں مقدمے پایۂ ثبوت کو پہنچتے ہیں، ایک: یہ کہ وقت قربانی کے لئے سبب وجوب ہے۔ دوسرا: یہ کہ جہاں وقت سبب ہوتا ہے وہاں سبب سے سبب نفس وجوب مراد ہوتا ہے۔ ان دونوں مقدموں سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قربانی کے لئے فقہاء نے وقت کو سبب بتلایا ہے اس میں سبب سے مراد سببِ نفس وجوب ہے، پس مسئلہ حل ہوگیا کہ وقت قربانی کے لئے نفسِ وجوب کا سبب ہے۔

دوسری دلیل

فقہاء نے عبادات کی دو قسمیں مؤقتہ اور غیر موقتہ ذکر کی ہیں، پھر عباداتِ موقتہ کی چار انواع بیان کی ہیں، جو یہ ہیں:

۱- وہ عبادت موقتہ جس میں وقت مؤدی کے لئے ظرف، اداء کے لئے شرط اور وجوب کا سبب ہو، جیسے: نماز۔

۲- وہ عبادت موقتہ جس میں وقت مؤدی کے لئے معیار، اداء کے لئے شرط اور وجوب کا سبب ہو، جیسے: صوم رمضان۔

۳- وہ عبادت مؤقتہ جس میں وقت مودی کے لئے معیار ہو مگر وجوب کا سبب نہ ہو، جیسے قضاء رمضان، صوم کفارہ ونذر۔

۴- وہ عبادت مؤقتہ جس میں وقت ظرفیت ومعیاریت کے لحاظ سے ذو شبہین ہو اور سبب وجوب نہ ہو، جیسے: حج۔

عبادات موقتہ کی انواع اربعہ کے علاوہ اورکوئی نوع فقہاء واصولیین نے ذکر نہیں کی ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اورکوئی نوع نہیں ہے (انواع اربعہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے: بزدوی مع الکشف ۱/۲۴۷-۵۸، نور الانوار/۵۶-۶۲)۔

اب یہ بات قابل تحقیق ہے کہ اگر قربانی عبادت موقتہ ہے تو پھر عبادات موقتہ کی انواع اربعہ میں سے کسی نوع میں اس کا شمار ہے؟ ظاہر ہے کہ جس نوع میں اس کا شمار ہوگا اس نوع کے لئے فقہاء نے وقت کی جو حیثیت بتلائی ہے وہی حیثیت قربانی کی بھی تسلیم کی جائے گی، تحقیق مندرجۂ ذیل ہے:

قربانی کا عبادت موقتہ ہونا تو ظاہر ہے "هذه قربة موقته" (بدائع ۴/۱۹۶)۔ ادنی تأمل اور معمولی غور سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قربانی کا شمار پہلی نوع میں ہوسکتا ہے، دوسری، تیسری اور چوتھی نوع میں نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ دوسری اور تیسری نوع میں وقت مؤدی کے لئے معیار ہوتا ہے جبکہ قربانی کا یہ حال نہیں ہے اور چوتھی میں تو وقت سبب وجوب بھی نہیں ہوتا جبکہ قربانی میں ہوتا ہے، پس قربانی عبادات موقتہ کی پہلی نوع میں شمار ہوگی جس میں وقت مؤدی کے لئے ظرف، اداء کے لئے شرط اور وجوب کا سبب ہوتا ہے، اس نوع کی مثال میں عام طور پر اصولیین نے نماز کو ذکر کیا ہے، لہٰذا قربانی بھی نماز ہی کے مانند عبادتِ موقتہ ہوگی، فرق اتنا ہوگا

کہ نماز عبادت موقتہ بدنی ہے جبکہ قربانی عبادت موقتہ مالی، علامہ ابن ہمام نے نماز کے مانند واجب موقت سے متعلق بحث کرکے لکھا ہے: "**والأضحية من هاتيك المؤقتات**" (فتح القدیر ۸/ ۴۲۷)، نیز "**مما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع الصلوة على وقتها**" (شامی ۹/ ۴۵۳)۔جیسی عبارتوں میں نماز سے تشبیہ بھی اس کی مؤید ہے۔

پس جب قربانی نماز کے مانند عبادت موقتہ ہے تو نماز کے لئے وقت کی جو حیثیت ہوگی وہی حیثیت قربانی کے لئے وقت کی ہوگی۔ چنانچہ گذشتہ عبارات میں واضح کیا جاچکا ہے کہ وقت نماز کے لئے سببِ نفس وجوب ہے: "**أما وقت الصلوة فهوظرف للمؤدى وشرط للأداء ...... وسبب للوجوب ...... ثم هوسبب لنفس الوجوب**" (تنقیح الأصول ص ۳۷۶)، لہٰذا قربانی کے لئے بھی وقت نفسِ وجوب کا سبب ہوگا۔**وهو المدعى**۔

تیسری دلیل

عبادت موقتہ کے لئے نفس وجوب کا سبب بننے والی چیز کی جو خصوصیات فقہاء واہلِ اصول ذکر کرتے ہیں وہی خصوصیات قربانی کے حق میں وقت کی ذکر کی جاتی ہیں، اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے۔ مثلاً:

☆ سبب نفس وجوب مکرر ہونے سے عبادت میں بھی تکرار ہوتی ہے۔ چنانچہ قربانی کے متعلق مذکور ہے: "**إن الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهوظاهر**" (عنایہ مع الفتح ۸/ ۴۲۴، وکذا فی البنایۃ ۱۱/ ۳)۔

☆ علامہ ابن ہمام نے نہایۃ کے حوالہ سے لکھا ہے: "**ثم ههنا تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت ظاهر**" (فتح القدیر ۸/ ۴۲۹، ردالمحتار میں ہے: "وقد تکرر وجوب الأضحیۃ بتکرر الوقت" (۹/ ۴۵۳)۔

مذکورہ بالا دلائل وشواہد کے پیش نظر راقم الحروف کے نزدیک راجح یہی ہے کہ قربانی کے

لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

۲-قربانی کے وجوب کے لئے ایام قربانی میں مضحی یعنی جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے مقام کا اعتبار ہے اور قربانی کی ادائیگی کے لئے ایام قربانی میں اضحیہ یعنی قربانی کا جانور جہاں ذبح کیا جارہا ہے اس مقام کا اعتبار ہے۔ تفصیل یہ ہے:

یہاں پر دو چیزیں ہیں: ایک: اداء قربانی یعنی قربانی اداء کرنا، جانور ذبح کرنا، دوسری: وجوب قربانی یعنی قربانی کا واجب ہونا۔ اول کا تعلق جانور سے ہے جو ذبح کیا جارہا ہے، اور دوم کا تعلق شخص سے ہے جو ذبح کر رہا ہے۔

پہلی چیز یعنی قربانی کی ادائیگی (جانور کو ذبح کرنے) کے لئے تو قربانی کے ایام واوقات میں اضحیہ کے مقام کا یعنی جہاں جانور ذبح کیا جارہا ہے اس جگہ کا اعتبار ہوگا۔ اگر وہاں قربانی کے ایام واوقات شروع ہو چکے ہیں اور باقی ہیں تو قربانی کی ادائیگی درست ہے، اور اگر شروع نہیں ہوئے یا شروع ہو کر ختم ہو چکے ہیں تو پھر وہاں قربانی کی ادائیگی درست نہ ہوگی۔ فقہاء کا بیان کردہ ضابطہ "**المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه الأضحية**" کا تعلق قربانی کی ادائیگی ہی سے ہے نہ کہ قربانی کے وجوب سے، فقہاء کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ دیکھئے! فقہاء نے کہا ہے: "**إنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه**" (بدائع ۴/ ۲۱۳)۔ "**المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه**" (درمختار مع ردمختار ۹/ ۴۶۱)، یعنی مقام اضحیہ کا اعتبار ہے، جس پر قربانی واجب ہے اس کے مقام کا اعتبار نہیں، "**لامكان من عليه**" کے الفاظ بتارہے ہیں کہ وجوب قربانی کے بعد کی یہ بات ہے کہ جہاں جانور ہو اس جگہ کا اعتبار ہے اور وجوب کے بعد اب ادائیگی ہی باقی ہے، پس اس ضابطہ کا تعلق اداء قربانی سے ہے، وجوب قربانی سے نہیں۔ تکملۃ البحر الرائق میں ہے: "**وأما شرائط أدائها منها الوقت في حق المصرى بعد صلاة الإمام والمعتبر مكان**

الأضحية لامكان المضحي" (۳۱۷/۸،مطبوعہ زکریا دیوبند)۔دیکھئے! تکملہ نے اس ضابطہ کو ادائیگی کی شرائط کے موقع سے ذکر کیا ہے،اس سے واضح ہوتا ہے کہ ضابطہ کا تعلق قربانی کی ادائیگی سے ہے اور اوقات و ایام میں مقام اضحیہ کا اعتبار ادائیگی کے لئے ہے۔تکملۃ البحر الرائق ۳۲۱/۸، ۳۲۲، ہدایہ وعنایہ وغیرہ کتب فقہیہ میں اس کو اور زیادہ واضح الفاظ سے ذکر کیا ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا کہ ادائیگی قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے نہ کہ مقام مضحی کا۔ معلوم ہوا کہ مشہور ضابطہ کا تعلق قربانی کی ادائیگی ہی سے ہے،قربانی کے وجوب سے نہیں،لہٰذا قربانی کی ادائیگی کے لئے تو قربانی کے ایام واوقات میں اضحیہ کے کا اعتبار ہوگا،مقام اضحیہ میں وقت ہے تو وہاں قربانی کی ادائیگی صحیح ہے اور وقت نہیں ہے تو نہیں۔

اور دوسری چیز یعنی وجوب قربانی (قربانی واجب ہونے) کے لئے قربانی کے اوقات و ایام میں مقام اضحیہ کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ مقامِ مضحی کا یعنی جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے مقام کا اعتبار ہوگا۔اگر مقام مضحی میں وقت اضحیہ شروع ہو چکا ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہوگی اور اگر وقت شروع نہیں ہوا ہے تو قربانی واجب نہ ہوگی۔شامی میں ہے:"لا وجوب قبل الوقت" (۴۶۴/۹)،قربانی کے وقت کی ابتداء دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے ہے،اس سے پہلے وجوب ثابت نہ ہوگا،علامہ کاسائیؒ رقمطراز ہیں:"وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلاتجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلوة والصوم ونحوهما وأيام النحر ثلاثة، يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثانى عشر ...... فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب ثم لجواز الأداء بعد ذلک شرائط أخر ...... فإن وجدت يجوزوإلا فلا كما تجب الصلوٰة

بدخول وقتها ثم إن وجدت شرائط جواز أدائها جازت وإلا فلا" (بدائع ۴/ ۱۹۸)۔
علامہ نسفی لکھتے ہیں: "تجب على حر مسلم موسر مقيم على نفسه لاعن طفله شاة أو سبع بدنة فجر يوم النحر إلى آخر أيامه" (کنز مع البحر ۸/ ۳۱۸)۔ تنویر الابصار میں ہے: "فتجب على حر مسلم مقيم ...... فجر يوم النحر إلى آخر أيامه" (مع الدر والرد ۹/ ۴۵۴-۴۵۸)۔ فتح القدیر میں ہے: "ولاشک أنه إذا كان تقديم الصلوٰة عليه شرطا في حق أهل الأمصار كان أول وقت أدائها في حقهم بعد الصلوٰة وإن كان أول وقت وجوبها بعد طلوع الفجر من يوم النحر" (۸/ ۴۳۱)۔

مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کے وجوب کا وقت یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے ہوتا ہے، اور ابھی ذکر کیا گیا کہ قربانی کے وجوب کا تعلق شخص مضحی سے ہونے کی وجہ سے وجوب قربانی کے لئے قربانی کے ایام و اوقات میں مقامِ مضحی کا اعتبار ہوگا۔ اس لئے جب تک مضحی یعنی جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے مقام پر دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع نہ ہو تب تک اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔ اور چونکہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے جیسا کہ پہلے محقق ہو چکا ہے اور سبب نفس وجوب پائے جانے سے پہلے مسبب کو اداء نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے: اس لئے قربانی کی ادائیگی درست ہونے کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ مقام قربانی میں ایام قربانی موجود ہوں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ مضحی پر قربانی واجب ہو چکی ہو یعنی اس کے مقام پر دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہو، اگر مضحی پر قربانی واجب ہونے سے پہلے یعنی اس کے مقام پر دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے پہلے اس کی طرف سے کسی دوسرے مقام پر قربانی اداء کی جائے گی تو چاہے ادائیگی کے مقام پر ایام قربانی موجود ہیں وہ قربانی درست نہ ہوگی، اعادہ ضروری ہوگا۔

۳- مذکورۂ بالا تفصیل وتوضیح کی روشنی میں اس سوال کا جواب ازخود واضح ہو جاتا ہے کہ

قربانی کے آغاز کے لئے تو ضروری ہے کہ قربانی کرانے والے شخص یعنی موکل کے مقام پر دسویں ذی الحجہ کی فجر ہو چکی ہو، دسویں ذی الحجہ کی شب کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ پہلے ذکر کی گئی (بدائع ۴/ ۱۹۸، کنز مع البحر ۸/ ۳۱۸، تنویر الابصار مع الدر والرد ۹/ ۴۵۴، ۴۵۸ اور فتح القدیر ۸/ ۴۳۱ کی عبارات میں بصراحت ووضاحت موجود ہے)۔ بدائع میں ایک اور مقام پر مذکور ہے: "**لم يدخل فيها الليلة العاشرة من ذى الجهة لأنه اشتبها النهار الماضى وهويوم عرفة بدليل أن من أدركها فقد أدرك الحج كما لوأدرك النهار وهويوم عرفة فإذا جعلت تابعة للنهار الماضى لاتتبع النهار المستقبل فلا تدخل في وقت الأضحية**" (۴/ ۲۱۴)، مگر قربانی کا وقت ختم ہونے نہ ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہے، چنانچہ قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہے اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہے تو اس روز قربانی کرنا درست نہیں ہے، اور اس کی برعکس صورت میں درست ہے۔

اس مسئلہ کی دراصل چند صورتیں ہیں، ہر صورت اور اس کا حکم مذکورۂ بالا تشریحات کے پیش نظر مندرجہ ذیل ہیں:

۱- مقام مضحی میں ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع نہیں ہوئی اور مقامِ اضحیہ میں طلوع ہو چکی ہے، جیسا کہ مضحی کنیڈا، امریکا میں ہے جہاں ۹/ ذی الحجہ ہے اور اضحیہ ہندوستان میں ہے جہاں ۱۰/ ذی الحجہ ہے یا جیسے: مضحی ہندوستان میں ہے جہاں ۹/ ذی الحجہ ہے اور اضحیہ سعودیہ میں ہے جہاں دس ذی الحجہ ہے۔ اس صورت میں قربانی کی ادائیگی درست نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ ادائیگی قبل وجود سبب الوجوب ہے اور سبب وجوب پائے جانے سے پہلے مسبب کی ادائیگی درست نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، جس طرح زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مالک نصاب ہونا سبب وجوب ہے، نصاب کا مالک نہ ہونے کے وقت زکوٰۃ واجب نہیں، اس لئے اس صورت میں اگر کوئی زکوٰۃ دے تو صحیح نہیں، خود دے تب بھی معتبر نہیں، دوسرے کے پاس ادائیگی کرائے تب بھی

اعتبار نہیں، اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں بھی وجوب سے پہلے خود کرنا بھی درست نہیں اور دوسرے سے کرانا بھی صحیح نہیں، چاہے مقامِ ادائیگی میں ایامِ قربانی موجود ہوں۔ اعادہ ضروری ہے، بلکہ مسئلہ قربانی میں تو اس کا اور زیادہ لحاظ ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص شہر میں ہے، جس پر نماز عید واجب ہے اگر وہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرے تو اس کی قربانی صحیح نہیں، اعادہ ضروری ہے، باوجودیکہ فجر طلوع ہو چکی ہے، سبب وجوب متحقق ہو چکا ہے، قربانی اس پر واجب ہو چکی ہے، صرف اتنی بات ہے کہ صحتِ اداء کا وقت نہیں ہوا ہے۔ ''فمن ضحی قبل الصلوٰة في المصر لا تجزئه لعدم الشرط لا لعدم الوقت'' (مبسوط ۱۲/۱۰)، پس جب باوجود وجوب متحقق ہوجانے کے صحت ادا کی شرط نہ پائے جانے سے قربانی درست نہ ہوئی، واجب الاعادہ ہوئی تو نفس وجوب نہ ہونے کی صورت میں تو بدرجۂ اولی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ ''المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه'' سے اس موقع پر استدلال درست نہ ہونا پہلے واضح ہو چکا ہے کہ اس کا تعلق وجوب کے بعد ادائیگی سے ہے، یعنی مکان اضحیہ کا اعتبار اس وقت ہے جبکہ قربانی مضحی پر واجب ہو چکی ہو اور واجب اس وقت ہوتی ہے جبکہ مقام مضحی میں ۱۰/ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہو۔ اور یہاں تو دس ذی الحجہ کی فجر طلوع نہ ہونے کی وجہ سے واجب ہی نہیں ہوئی ہے، اس لئے ادائیگی درست نہیں ہے۔ قاضی خان کے ایک جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲- مقام مضحی میں ۱۰/ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو چکی ہے مگر مقام اضحیہ میں ۱۰/ذی الحجہ کی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے، اس صورت میں بھی قربانی کی ادائیگی درست نہیں ہے، کیوں کہ اگرچہ مقام مضحی میں دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر ہوجانے کی وجہ سے مضحی پر قربانی واجب ہو چکی ہے مگر مقام اضحیہ میں ابھی ادائیگی درست ہونے کا وقت نہیں آیا ہے، ادائیگی درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مقامِ ادائیگی میں ایامِ قربانی موجود ہوں۔ عنایہ میں ہے: ''ويجوز الذبح في

لياليها) أى في ليالى أيام النحر، المراد بها الليلتان المتوسطتان لاغير فلا تدخل الليلة الأولى وهى ليلة العاشر من ذى الحجة ولا ليلة الرابع من يوم النحر لأن وقت الأضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر على ماذكر في الكتاب وهو اليوم العاشر ويفوت بغروب الشمس من اليوم الثانى عشر فلايجوز في ليلة النحر البتة لوقوعها قبل وقتها ولا في ليلة التشريق المحض لخروجه" (عنایہ مع الفتح ۸/ ۴۳۲)۔

۳- مقام مضحی میں دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہے اور مقام اضحیہ میں بھی، اور دونوں مقام پر ایام قربانی باقی ہیں، ختم نہیں ہوئے ہیں، اس صورت میں قربانی کی ادائیگی درست ہے، کیوں کہ یہ ادائیگی بعد وجود سبب الوجوب ہے، اور ادائیگی کے مقام پر ایام قربانی بھی موجود ہیں۔

۴- مقامِ مضحی میں دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہے اور مقام اضحیہ میں بھی اور مقام مضحی میں تو ایام نحر باقی ہیں مگر مقامِ اضحیہ میں ایام نحر ختم ہو چکے ہیں، مثلاً مضحی ہندوستان میں ہے جہاں بارہویں ذی الحجہ ہے اور اضحیہ سعودیہ یا برطانیہ میں ہے جہاں تیرہویں ذی الحجہ ہے، اس صورت میں قربانی کی ادائیگی درست نہ ہوگی۔ کیوں کہ اگرچہ مقام مضحی میں ایام نحر آ چکنے کی وجہ سے قربانی واجب ہوچکی ہے مگر مقام اضحیہ میں ادائیگی کا وقت باقی نہیں ہے، ختم ہو چکا ہے، قربانی واجب ہونے کے بعد اس کی ادائیگی جائز اور درست ہونے کے لئے قربانی کے مقام پر قربانی کا وقت ہونا ضروری ہے، مبسوط میں ہے: "ثم يختص جواز الأداء بأيام النحر وهى ثلاثة عندنا ...... فإذا غربت الشمس من اليوم الثالث لم تجز الأضحية بعد ذلك" (۱۲/ ۹)۔

۵- مقام مضحی میں دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوچکی ہے اور مقام اضحیہ میں بھی، لیکن مقام مضحی میں ایام نحر ختم ہو چکے ہیں جبکہ مقام اضحیہ میں ایام نحر ابھی باقی ہیں، مثلاً مضحی ہندوستان

میں ہے جہاں ۱۳/ذی الحجہ ہے اور اضحیہ کنیڈا یا امریکا میں ہے جہاں بارہویں ذی الحجہ ہے، اس صورت میں قربانی کی ادائیگی درست ہے، کیوں کہ

(الف) مقامِ مضحی پر ایام اضحیہ آچکنے کی وجہ سے اس پر وجوب ثابت ہو چکا ہے، اب صرف ادائیگی باقی ہے، اور قربانی واجب ہوجانے کے بعد ادائیگی درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قربانی کا جانور جس جگہ ذبح کیا جارہا ہے اس جگہ قربانی کے اوقات موجود ہوں اور بس! چاہے مضحی کے مقام پر قربانی کی ادائیگی کا وقت موجود ہو یا نہ ہو جیسا کہ شہری اور دیہاتی کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ شہری شہر میں ہے جہاں طلوع فجر ہوچکی ہے مگر عید کی نماز نہیں ہوئی ہے، اس وجہ سے اس کے حق میں ادائیگی کا وقت ابھی نہیں ہے، وہ خود شہر میں اس وقت اپنی قربانی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، درست نہیں ہے، لیکن اگر اس کی قربانی دیہات میں طلوع فجر کے فوراً بعد کردی جائے جبکہ شہر میں ابھی نماز نہیں ہوئی ہے تو اس صورت میں یہ قربانی درست ہے، حالانکہ مقامِ مضحی میں اس وقت قربانی کی ادائیگی درست نہیں ہے، ابھی وہاں ادائیگی کا وقت ہی نہیں ہے، وجہ اس کی یہی ہے کہ اگر چہ مضحی پر قربانی واجب ہوجانے کے بعد اس کے مقام پر ادائیگی کا وقت نہیں ہے مگر مقام اضحیہ میں ادائیگی کا وقت موجود ہے۔ اسی طرح زیر بحث صورت میں بھی مضحی پر قربانی واجب ہوجانے کے بعد اگر چہ اس کے مقام پر ادائیگی کا وقت موجود نہیں ہے وہ خود اپنے مقام پر کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، مگر مقام اضحیہ پر قربانی کی ادائیگی کا وقت موجود ہے، لہٰذا یہ قربانی درست ہوگی۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "**إن كان هو في المصر والشاة في الرستاق أو في موضع لايصلى فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها قبل صلوة العيد فإنها تجزيه ...... وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه**" (بدائع ۴/۲۱۳)۔

اسی طرح کی مثالیں علامہ شامی نے ردالمحتار میں اور صاحب تکملۃ البحر الرائق نے دے

کر مسئلہ کو واضح کیا ہے۔

ب- فتاوی ہندیہ میں ہے: "**وأما ركنها فذبح مايجوز ذبحه في الأضحية بنية الأضحية في أيامها**" (۲۹۱/۵)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ رکنِ اضحیہ یہ ہے کہ ایام اضحیہ میں اضحیہ کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے، اور صورتِ مذکورہ میں بھی ایام اضحیہ میں جانور ذبح کیا جارہا ہے، پس رکن اضحیہ پایا گیا، لہذا یہ قربانی درست ہوگی۔

ج- قربانی کے وجوب کے بعد ادائیگی کے لئے مقام قربانی کا اعتبار ہوتا ہے، اور یہاں مقام قربانی میں وقت باقی ہے، جب وقت باقی ہو تو پھر ذمہ داری سے فارغ ہونے کے لئے اراقہ ہی ضروری ہوتا ہے، ایام قربانی میں اراقہ کے قائم مقام کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔ بدائع میں ہے: "**منها أن لايقوم غيرها مقامها حتى لوتصدق بعين الشاة أو قيمتها في الوقت لايجزيه عن الأضحية، لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل أن الوجوب إذ تعلق بفعل معين أنه لايقوم غيره مقامه ...... وههنا الواجب في الوقت إراقة الدم شرعا غير معقول المعنى فيقتصر الوجوب على مورد الشرع**" (۲۰۰/۴)۔

اس لئے مذکورہ صورت میں خروج عن العهدة کے لئے قربانی ضروری ہے، اور قربانی کی ادائیگی درست ہے۔

مذکورۂ بالا تفصیل وتوضیح کے پیش نظر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ صورت مذکورہ میں قربانی کی ادائیگی درست ہوگی۔

مگر ایک دوسرے پہلو سے یہ بھی خیال میں آتا ہے کہ صورتِ مذکورہ میں قربانی کی ادائیگی درست نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص کے حق میں اداء قربانی کے دن تین ہیں، اس سے زائد نہیں، جن کی ابتداء دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے اور انتہاء بارہویں ذی الحجہ کے غروب پر ہے۔ فقہی ضابطہ ہے کہ جب تین دن گزر جائیں، بارہویں کا سورج ڈوب جائے اور مضحی قربانی

نہ کرے تو اس کے حق میں قربانی کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور اب اس کے ذمہ قربانی کی اداء (اراقۃ الدم) یعنی جانور ذبح کرنا باقی نہیں رہتا بلکہ یہ واجب اراقہ کے بجائے تصدق میں تبدیل ہوجاتا ہے، بدائع میں ہے: "فإذا خرج الوقت تحول الواجب من الإراقة إلى التصدق بالعين" (۴/۲۰۰)، ہدایہ میں ہے: "فإذا فات الوقت وجب عليه التصدق إخراجا له عن العهدة" (ہدایہ مع الفتح ۸/۴۳۲، ۴۳۳)۔ محیط برہانی میں ہے: "وإذا مضى أيام النحر فقد فاته الذبح لأن الإراقة إنما عرفت في زمان مخصوص ......" (۸/۴۲۶)، مبسوط میں ہے: "أما بعد مضى أيام النحر فقد سقط معنى التقرب بإراقة الدم لأنها لاتكون قربة إلا في مكان مخصوص وهو الحرم أوفي زمان مخصوص وهوأيام النحر ولكن يلزمه التصدق بقيمة الأضحية إذا كان ممن تجب عليه الأضحية" (۱۲/۱۴)۔ گویا کہ وقت نکل جانے سے قربانی اس کے ذمہ اداء نہ رہی بلکہ قضاء ہوگئی، "إذا فاتت عن وقتها فإنها مضمونة بالقضاء في الجملة" (شامی ۹/ ۴۶۳)، اور قضاء اراقۂ دم کی صورت میں نہیں ہوسکتی، اس کا راستہ تو تصدق ہے، "إن أدائها في وقتها بإراقة الدم وقضاء ها بعد مضى وقتها بالتصدق بعينها أو بقيمتها" (فتح القدیر ۸/۴۲۶)۔

پس جب مضحی کے ذمہ اراقۃ الدم ہے ہی نہیں تو پھر چاہے مقام اراقۃ میں ایام قربانی موجود ہوں۔ اراقۃ الدم کے ذریعہ ذمہ داری کیسے پوری ہوگی؟ ادائیگی کا مسئلہ تو اراقۃ الدم کے ذریعہ اداء واجب ذمہ میں موجود ہونے کے بعد کا ہے، اور صورت مذکورہ میں ایام قربانی مضحی کے حق میں ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کے ذمہ اراقۃ الدم کی صورت میں کوئی چیز واجب نہیں ہے، جو چیز واجب ہے وہ تصدق ہے، اس کی تقریبی نظیر فقہاء کا بیان کردہ یہ مسئلہ ہے کہ ایام نحر پورے ہوگئے، قربانی نہ ہوسکی، اب اگر آئندہ سال گذشتہ سال کی چھوٹی ہوئی قربانی ایام قربانی میں اداء کی گئی تو یہ درست نہیں ہے، "فإن لم يفعل حتى جاء أيام نحر آخر فضحى بها للعام

الأول لم یجز" (محیط برہانی ۸ر ۴۶۴)۔اسی طرح صورتِ مذکورہ میں بھی قربانی درست نہ ہونی چاہئے ،فتاوی خانیہ کے جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

مذکورۂ بالا دونوں پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے شبہ ہوجاتا ہے کہ آیا یہ قربانی ادائیگی کے وقت میں ہوکر اداء اور درست ہوئی یا پھر ادائیگی کے وقت کے علاوہ میں واقع ہوکر اداء اور درست نہ ہوئی۔اس شبہ کی وجہ سے راقم الحروف کے نزدیک اس صورت میں احتیاط ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ اولاً تو مضحی یہ کوشش کرے کہ اپنے مقام پر ۱۲رذی الحجہ کے غروب سے پہلے پہلے مقام اضحیہ میں قربانی اداء کردی جائے ،اس سے تاخیر نہ ہونے پائے ،تاہم باوجود کوشش کے کامیابی نہ ملے اور اپنے مقام پر ۱۲رذی الحجہ کا غروب ہوجانے کے بعد مقامِ اضحیہ پر ایام اضحیہ میں جانور ذبح کیا جائے تو اس جانور کا گوشت نہ خود کھائے اور نہ ہی اغنیاء کو دے بلکہ فقراء و مساکین کو صدقہ کردے۔وقت میں قربانی واقع ہونے نہ ہونے کے شبہ کے موقع کے لئے فقہاء نے یہی احتیاط ذکر فرمائی ہے،" محیط برہانی میں ہے:"في واقعات الناطفي: إذا وقع الشک في یوم الأضحی فأحب إليّ أن لایؤخر الذبح إلی الیوم الثالث، لأنه یحتمل أن یقع في غیر وقته، فإن أخر فأحب إليّ أن یتصدق بذلک کله ولایأکل ویتصدق بما هو المذبوح وغیر المذبوح، لأنه لووقع في غیر وقته لایخرج عن العهدة إلا بذالک" (۸ر ۴۶۳، وکذا فی الہندیۃ ۵ر ۲۹۵، والبزازیۃ علی الہندیۃ ۶ر ۲۸۸)،نیز خانیہ میں ہے:"ولو أنه ذبحها بعد أیام النحر وتصدق بلحمها جاز فإن کانت قیمتها حیة أکثر یتصدق بالفضل وإن أکل منها شیئا یغرم قیمتها وإن لم یفعل شیئا من ذلک حتی جاء أیام النحر من السنة القابلة وضحی بها عن العام الأول لایجوز لأن إراقة الدم عرف قربة أداء لاقضاء" (خانیہ علی الہندیۃ ۳ر ۳۴۶،وکذا فی الہندیۃ ۵ر ۲۹۶، ۲۹۷)۔هذا ماعندی والله أعلم بالصواب۔

قربانی کا ایک قابل توجہ مسئلہ

مفتی اسماعیل بن ابراہیم بھڈ کودروی ☆

۹/ذی الحجہ والے ملک کے باشندہ کی واجب قربانی مثلاً ہندوستان میں رہنے والے شخص کی قربانی ۱۰/ذی الحجہ والے ملک میں مثلاً سعودی عربیہ میں پہلے دن ذبح کرنے کے عدم جواز کے مسئلہ کی مدلل وضاحت:

(۱) جو عبادات مسلمانوں پر فرض وواجب ہیں عموماً ان میں دو چیزیں ہوتیں ہیں:

(الف) نفس وجوب یعنی مکلّف کے ذمہ کسی عبادت کا لازم ہونا۔ (ب) وجوب ادا یعنی مکلّف کے ذمہ کسی عبادت کے واجب ہونے کے بعد ذمہ سے بری ہونے کے لئے اس کی ادائیگی کا واجب ہونا۔

(۲) عموماً نفس وجوب کا سبب الگ ہوتا ہے اور وجوب اداء کا سبب الگ ہوتا ہے۔

(۳) حضرات اصولیین جہاں اسباب وجوب کی بحث فرماتے ہیں وہاں نفس وجوب کے سبب سے بھی بحث فرماتے ہیں۔ لہٰذا کتب اصول فقہ کی مندرجۂ ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں:

☆ **"والحاصل أن أصل الوجوب يثبت بالسبب جبراً ولا يشترط فيه القدرة على الأداء ووجوب الأداء يثبت بالخطاب جبراً ولكن يشترط فيه القدرة على الأداء ......"** (كشف الأسرار للبخاری شرح أصول البزدوی: ۲/ ۳۴۱)۔

☆ **"وأما العامة فقالوا: إن الله تعالى شرع للعبادات أسباباً يضاف**

☆ دار العلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ، کنتھاریہ، ضلع بھروچ، گجرات

الوجوب إليها، والموجب في الحقيقة هو الله تعالىٰ كما شرع لوجوب القصاص والحدود أسباباً يضاف الوجوب إليها والموجب هو الله تعالىٰ فجعل سبب وجوب القصاص القتل وسبب وجوب الضمان الإتلاف وسب ملك الوطى النكاح فكذا شرع لوجوب العبادات أسباباً أيضاً، فمن أنكر جميع الأسباب وعطلها وأضاف الإيجاب إلى الله تعالىٰ فقد خالف النص بالإجماع وصار جبرياً خارجا عن مذهب السنة والجماعة" (حواله سابق ۲/ ۳۴۰)۔

☆ "(ودلالة صحة هذا الأصل) أى الدليل على صحة هذا الأصل وهو أن نفس الوجوب بالسبب ووجوب الأداء بالخطاب إجماعهم" (حواله سابق ۲/ ۳۴۲)۔

☆ "فحصل من هذا كله أشياء ثلاثة: نفس الوجوب ووجوب الأداء ووجوب الفعل فنفس الوجوب بالسبب فإنما يجب عند مطالبة البائع فنقول إن العبادات تجب بأسبابها وهى الأوقات في الصلوة وشهر رمضان في الصوم والنصاب في الزكوة ثم يتوجه الأمرلطلب أداء ماوجب في الذمة بالسبب السابق. (فقوله تعالىٰ أقيموا الصلوة معناه أنا أطلب منكم أداء ما وجب في ذمتكم بسبب الوقت السابق وكذا قوله وآتوا الزكوٰة ونظائرهما وقول البائع أد ثمن المبيع معناه أنا أطلب منك أداء الثمن الذى وجب لى في ذمتك بسبب البيع السابق على الأداء وكذا في نظائره. حاشيه)" (فصول الحواشی لأصول الشاشی ص ۱۵۳، مطبع مجتبائی)۔

(۴) فقہاء کرام اپنی کتب فقہ میں عبادات سے متعلق ہر کتاب کے شروع میں عموماً سبب وجوب کو ذکر کرتے ہیں وہاں بھی اصولیین کے طرز پر نفس وجوب ہی کا سبب ذکر کرتے ہیں وجوب اداء کا سبب ذکر نہیں کرتے۔

(۵) قربانی کے سلسلہ میں بھی شامی، فتح القدیر، مجمع الأنہر وغیرہ میں قربانی کا سبب وجوب ایام نحر کو بتایا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شرائط وجوب پائے جانے کی صورت میں ایام نحر شروع ہونے سے قربانی واجب ہوگی، اس سے قبل واجب نہ ہوگی۔

مذکورہ بالا کتابوں کی عبارتیں حسب ذیل ہیں:

☆ "وسببها الوقت وهو أيام النحر وقيل الرأس (در مختار) ثم حقق (في النهاية) أن السبب هو الوقت لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سبباً وكذا إذا لازمه، فتكرر بتكرره وقد تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت وهو ظاهر ووجدت الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى .... والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كإمتناع تقديم الصلوٰة وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهو الغنى وإن وجد السبب اهـ وتبعه في العناية ومعراج" (ردالمحتار ۵/ ۱۹۸)۔

☆ تقریباً اسی عبارت کے ساتھ عنایہ شرح ہدایہ اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں بھی وقت نحر کو قربانی کا سبب وجوب قرار دیا گیا ہے (العنایہ مع الفتح ۸/ ۴۲۴، طحطاوی ۴/ ۱۶۰)۔

☆ "وسببها الوقت وهو أيام النحر" (مجمع الأنہر ۲/ ۵۱۶)۔

☆ "أن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب ...... ومثل هذه الإضافة في الأضحية لم توجد في حق المال ألايرى أنه لايقال أضحية المال ومال الأضحية فلا يكون المال سببها" (فتح القدیر ۸/ ۴۲۵)۔

☆ "وسببها طلوع فجر يوم النحر" (البحر الرائق ۸/ ۱۷۳)۔

(۶) جس عبادت کے نفس وجوب کا سبب وقت ہو اس عبادت کے واجب ہونے میں مقامی وقت کا اعتبار ہوگا، دوسری جگہ وقت شروع ہونے کا اعتبار نہ ہوگا اور دوسری جگہ شروع ہوجانے سے وہ عبادت مکلّف پر واجب نہ ہوگی جیسا کہ نماز، روزہ اور عید میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔

(۷) واجب قربانی کی ادائیگی کے لئے مالک قربانی کے مقام پر وقت قربانی (سبب وجوب) شروع ہوکر اس پر قربانی واجب ہونا اور جہاں قربانی کا جانور ذبح کرنا ہے وہاں بھی وقت قربانی (شرط اداء) کا موجود ہونا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تمام اصول و مسائل سے یہ حقیقت واضح ہے کہ جب تک کسی مکلّف کے مقام پر قربانی کا وقت شروع نہ ہو، اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی اور نفس وجوب سے پہلے واجب قربانی کی ادائیگی صحیح و جائز نہیں ہے جیسا کہ نماز و روزہ سے یہ بات عیاں ہے۔

"وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلوة والصوم ونحوهما" (بدائع الصنائع ۱۹۸/۴)۔

"وأمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلوة العيد (في المصر) فإنها تجزيه وعلى عكسه ...... وإنما يعتبر في هذا (أى في التضحية بعد صلوة العيد أو قبله) مكان الشاة لامكان من عليه" (بدائع ۲۱۳/۴)۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مالک قربانی کا مکان اور جانور کا مکان الگ الگ ہونے کے باوجود دونوں جگہ عید کا دن شروع ہو چکا ہے، مسئلہ صرف جانور کے قبل العید یا بعد العید ذبح کرنے کا ہے۔ اس عبارت میں یہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہی نہیں کہ مالک قربانی کے مکان پر اگر قربانی کا دن شروع نہیں ہوا اور جانور کے مکان پر شروع ہو چکا ہے تو مالک کی واجب قربانی ذبح کرنا جائز ہے، بلکہ یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ مصری اور دیہاتی کی قربانی کس صورت میں بعد العید ذبح کرنا ضروری ہے اور کس صورت میں قبل العید ذبح کرنا جائز ہے، اگر فقہ کی کسی بھی کتاب کی کتاب الأضحیۃ کے اس مسئلہ سے متعلق پوری عبارت کا بغور مطالعہ کیا جائے گا تو اس کا یہی مطلب صحیح طور پر ثابت و واضح ہوگا، واللہ تعالی أعلم بالصواب وهو يلهم الصواب۔

(جواب صحیح ہے اور منقح ہے، قربانی واجبات موقتہ میں سے ہے اور واجبات موقتہ کا وجوب قبل الوقت نہیں

ہوتا اور فقہاء کی مشہور عبارت ''والمعتبر مکان الأضحیة لا مکان من علیه الخ'' میں شہری اور دیہاتی کا فرق تقدیم صلوٰۃ عید میں ہے، ورنہ جو وقت شہری کے لئے ہے وہی دیہاتی کے لئے ہے، اور قربانی صحیح ہونے کے لئے اس وقت کا متحقق ہونا ضروری ہے۔'' (قوله و أول وقتها بعد الصلوة) فيه تسامح إذ التضحية لايختلف وقتها بالمصر وغيره بل شرطها فأول وقتها في حق المصري والقروي طلوع الفجر إلا أنه شرط للمصري تقديم الصلوة عليها" (شامی ۵/۲۰۲)۔ (العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۱۴۲۷ھ)

(الجواب صحيح، والمؤيدون مصيبون۔ مضحی پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی۔ اور "المعتبر مکان الأضحية" کی رو سے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں جانور قربان کیا جارہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے۔ پس اگر سعودیہ میں ۱۳ ذی الحجہ ہو جائے اور ہندوستان میں ۱۲ ذی الحجہ ہو تو سعودیہ میں قربانی نہیں ہوسکتی، کیونکہ مکان اضحیہ میں قربانی کا وقت ختم ہوگیا ہے، جبکہ یہ بھی شرط ہے، واللہ اعلم۔ (حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری، خادم دار العلوم دیوبند، ۱۵/۴/۱۴۲۸ھ)

(الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ: مفتی دار العلوم دیوبند، محمود حسن بلند شہری، زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی نائب مفتی دار العلوم دیوبند)۔

ذبح قربانی میں جانور کے مقام کا اعتبار

خلاصۂ بحث ومسئلہ

پہلی بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ صاحب نصاب مسلمان کے لئے واجب قربانی ذبح کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ وہ جہاں رہتا ہے اسی مقام پر اس کا جانور ہے اور وہ خود ہی قربانی ذبح کرے گا یا کسی اور کے پاس ذبح کرائے گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ جہاں رہتا ہے اس کا جانور اس مقام پر نہیں ہے، بلکہ اس کا جانور کسی دوسرے مقام پر ہے یعنی اس کی جائے اقامت سے باہر کسی دوسری آبادی میں ہے اور اس دوسرے مقام پر وہ کسی دوسرے شخص کو قربانی کرنے کا وکیل بنائے گا۔

پھراس کی جائے اقامت اور دوسرے مقام کی اسلامی تاریخ یا تو متحد ہوگی یعنی دونوں جگہ ایک ہی دن میں ایام قربانی شروع ہوں گے اور ایک ہی دن میں ختم ہوں گے۔ یا دونوں مقام کی اسلامی تاریخ متحد نہیں ہوگی، بلکہ مقدم ومؤخر ہوگی۔

(۳) پھر مقدم وموخر ہونے کی دوصورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ موکل کے مقام پر تاریخ موخر ہومثلاً ہندوستان میں ۹/ذوالحجہ ہواور وکیل کے مقام پر مقدم ہومثلاً سعودیہ میں ۱۰/ذوالحجہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ موکل کے مقام پر اسلامی تاریخ مقدم ہومثلاً سعودیہ میں ۱۰/ذوالحجہ ہو اور وکیل کے مقام پر موخر ہومثلاً ہندوستان میں ۹/ذوالحجہ ہو۔

دوسری بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ صاحب نصاب کے لئے ایک تو قربانی کا نفس وجوب ہے اور دوسری اس کی ادائیگی یعنی قربانی واجب ہونے کے بعد قربانی کا ذبح کرنا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ کل چار صورتیں ہوئی، جن میں سے پہلی صورت میں جب کہ صاحب نصاب کا جانور اسی مقام پر ہو اور وہ خود قربانی کرے یا کسی سے ذبح کرائے تو نفس وجوب اور ادائیگی دونوں میں اس کے مقامی وقت کا اعتبار ہے اور توکیل کی تین صورتوں میں نفس وجوب میں موکل کے مقامی وقت کا اعتبار ہے، لیکن ادائیگی میں اس کے وکیل کے اور جانور کے مقام کے وقت کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا جب تک موکل پر اس کے مقامی وقت کے اعتبار سے نفس وجوب نہ ہوگا، وکیل اس کی واجب قربانی ذبح نہیں کرسکتا ہے، جیسا کہ جوناگڈھ (گجرات) کے موکل کی قربانی گوہاٹی (آسام) میں اس کا وکیل اس وقت تک ذبح نہیں کرسکتا جب تک جوناگڈھ میں طلوع فجر سے ۱۰/ذوالحجہ کا دن شروع نہ ہوجائے یا ہندوستانی موکل کی قربانی اس کا سعودی وکیل سعودیہ میں اس وقت تک ذبح نہیں کرسکتا جب تک موکل کے مقام پر ۱۰/ذوالحجہ کا دن شروع نہ ہوجائے۔

اور توکیل کی صورتوں میں جب دونوں کے وقت میں یا تاریخ میں تقدیم وتاخیر ہوتو

وکیل کے مقام پر اس وقت تک قربانی ذبح کرنا جائز نہیں ہے جب تک وکیل کے مقام پر ذبح کا وقت شروع نہ ہو۔ لہٰذا گوہاٹی (آسام) کے موکل کی قربانی جونا گڈھ (گجرات) میں اس کا وکیل اس وقت تک ذبح نہیں کرسکتا جب تک جونا گڈھ میں ۱۰؍ذوالحجہ کا دن شروع ہونے کے بعد وہ عید کی نماز نہ پڑھ لے یا سعودی موکل کی قربانی اس کا ہندوستانی وکیل ہندوستان میں اس وقت تک ذبح نہیں کرسکتا جب تک ہندوستانی وکیل کے مقام پر ۱۰؍ذوالحجہ کا دن شروع ہوکر وقت ذبح شروع نہ ہوجائے۔

اگر سعودی موکل کے مقام پر ۱۲؍ذوالحجہ کا آفتاب غروب ہوگیا اور ہندوستانی وکیل کے مقام پر قربانی کی ادائیگی کا وقت باقی ہے تو وہ سعودی کی واجب قربانی اپنے مقام پر ذبح کرسکتا ہے، کیونکہ توکیلاً ادائیگی کی صورت میں وکیل کے مقامی وقت کا اعتبار ہے کہ وہاں وقت ذبح ہونا چاہئے۔

وجوب اداء کے سلسلہ میں فقہاء کرام تحریر فرماتے ہیں:

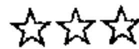
''وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه، هكذا ذكر محمد عليه الرحمة في النوادر وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن أبي يوسف رحمه الله يعتبر المكان الذي يكون فيه الذبح ولايعتبر المكان الذي يكون فيه المذبوح عنه وإنما كان كذالک، لأن الذبح هوالقربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه ...... لأبي يوسف ومحمد رحمهما الله أن القربة في الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنها'' (بدائع الصنائع ۴؍۲۱۳)۔

'' والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه'' (درمختار مع الشامی ۵؍۲۰۲)۔

مذکورہ بالا عبارت کا تعلق ذبح قربانی اور ادائیگی سے ہے، جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ اگر صاحب قربانی اور جانور کا مقام الگ الگ ہو تو ادائیگی میں جانور کے مقام کا وقت معتبر ہوگا، یعنی مضحی پر قربانی واجب ہوجانے کے بعد اس کے مقام کے وقت کو نہیں دیکھا

جائے گا اور اس صورت میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ عبادت میں اصل اس کو اداء کرنا ہے، اس کی قضاء تو بدرجۂ مجبوری ہے اور امام شافعیؒ کے یہاں قربانی کے چار ایام ہیں۔ لہٰذا اگر اس صورت میں مضحی کے مقام پر وقت ختم ہوجانے کی وجہ سے قضاء کے پہلو کو بھی سامنے رکھا جائے تب بھی احتیاطاً یہ صورت اختیار کرنی چاہئے کہ اداء قربانی کی حیثیت سے جانور ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء کو صدقہ کردیا جائے اور ذبح کی وجہ سے زندہ جانور کی قیمت میں کمی کا احتمال ہو تو کمی کی بقدر قیمت کا بھی صدقہ کردیا جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا محی الدین بڑودروی ☆

اضحیہ قربانی واجب ہے:

ابوبکر جصاص رازیؒ اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں: ''قال ابوبکر ومن یوجبها یحتج له بهذه الاٰیة أی لکل أمة جعلنا منسکا هم ناسکوه فلاینازعنک في الأمر. وإذا کنا مامورین بالذبح ساغ الاحتجاج به في إیجاب الأضحیة لو قوعها عامة في الموسرین کالزکاة'' آیت کریمہ میں عبادات کا امر ہے، علامہ فرماتے ہیں:

براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ یوم اضحیٰ میں باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''إن أول نسکنا في یومنا هذا الصلاة ثم الذبح'' ہماری اس یوم میں سب سے پہلی عبادت نماز (صلاۃ العید) ہے پھر ذبح ہے۔ ''فجعل الصلاة والذبح جمیعًا نسکا، وهذا یدل علی أن اسم النسک یقع علی جمیع العبادات، إلا أن الأظهر الأغلب في العادة عند الإطلاق الذبح علی وجه القربة'' آگے فرماتے ہیں ''ولیس یمتنع أن یکون المراد جمیع العبادات ویکون الذبح أحد ما أرید بالآیة فیوجب أن یکونوا مأمورین بالذبح لقوله تعالی فلا ینازعنک في الأمر وإذا کنا مأمورین بالذبح ساغ الاحتجاج به في إیجاب الأضحیة لوقوعها عامة

☆ دار الفقہ والافتاء جامعہ شمس العلوم بڑودہ گجرات

في الموسرين كالزكاة" (احکام القرآن ۳/۲۲۳ سورہ حج ۳ مکتبہ شیخ الہند دیوبند)۔

(نماز اور ذبح کو نسک قرار دیا، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نسک کا لفظ جملہ عبادات پر شامل ہے۔ مگر اغلب اور زیادہ ظاہر عادۃً یہی ہے کہ اطلاق کے وقت ذبح علی وجہ القربۃ مراد ہوتا ہے، آگے فرماتے ہیں، یہ ممنوع نہیں ہے کہ جملہ عبادات مراد ہوں اور ذبح آیت کی مرادوں میں سے ایک ہو، تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم ذبح کے مامور ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد پس آپ سے اس امر (قربانی) کے بارے میں بحث نہ کریں۔

اور جب ہم ذبح کے مامور ہوئے تو اس سے قربانی کے ایجاب پر احتجاج کی گنجائش ہے کیونکہ اضحیہ عامۃ موسرین پر آتی ہے جیسے زکوٰۃ۔

"ویحتج بقوله: قل إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين، لاشريك له وبذالك أمرت" (الانعام: ۱۶۲)۔

یہ اضحیہ کے امر کو چاہتی ہے کیونکہ اس موقع پر اس سے اضحیہ مراد ہے، اس پر سعید بن جریر عن عمران بن حصین کی روایت دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: يا فاطمة اشهدي أضحيتك فإنه يغفرلك بأول قطرة من دمها كل ذنب عملتيه وقولي إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين الخ۔ معلوم ہوا نسک سے اضحیہ مراد ہے، اور اضحیہ کا امر ہے وبذالك امرت۔ مجھے اس کا حکم ہے، اور امر وجوب کا مقتضی ہے۔ "ويحتج بقوله فصل لربك والنحر" (الکوثر: آیت ۲)۔ مروی ہے کہ صلاۃ سے عید کی نماز اور نحر سے قربانی مراد ہے۔ اور امر ایجاب کو چاہتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ پر واجب ہے تو ہم پر بھی واجب ہے، اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی بناء پر "واتبعوه" (سورہ اعراف: ۱۵)۔

مبسوط سرخسی میں ہے: "قال رحمه الله اعلم أن القربة المالية نوعان: نوع

بطريق التمليک كالصدقات ونوع بطريق الإتلاف كالعتق، ويجمع في الأضحية معنيان فإنه تقرب بإراقة الدم وهو الإتلاف ثم التصدق باللحم وهو تمليک۔ قال وهي واجبة على المياسير والمقيمين عندنا وذكر في الجامع عن أبي يوسف أنها سنة وهو قول الشافعيؒ لقوله عليه الصلاة والسلام كتبت على الأضحية ولم تكتب عليكم، قال عليه الصلاة والسلام خصصت بثلاث وهي لكم سنة: الأضحية وصلاة الضحى والوتر" (المبسوط ۸/ ۱۲، بیروت لبنان)۔

(فرمایا قربت مالیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم بطور تملیک ہے جیسے صدقات۔ دوسری قسم اتلاف کے طور پر ہے۔ جیسے عتق۔

اور اضحیہ میں دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اضحیہ خون بہا کر تقرب حاصل کرنا ہے اور اس میں اتلاف ہے۔ پھر گوشت صدقہ کرنے میں تملیک ہے، فرمایا ہمارے نزدیک قربانی صاحب مال پر اور مقیمین پر واجب ہے اور جامع میں حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے: قربانی (اضحیہ) سنت ہے، حضرت امام شافعیؒ کا یہی قول ہے، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی بنیاد پر "کتبت على الاضحية ولم تكتب عليكم". نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں خصوصی طور پر مجھ پر لازم ہیں، اور وہ تمہارے لئے سنت ہیں: اضحیہ، صلاۃ الضحی اور وتر)۔

علامہ فرماتے ہیں: "فإنها سنة أبيكم إبراهيم أى طريقته فالسنة الطريقة في الدين وذالک لاينفي الوجوب ولاحجة في قوله عليه الصلاة والسلام ولم تكتب عليكم فإنا نقول بأنها غير مكتوبة بل هي واجبة، فالمكتوب مايكون فرضا يكفر جاحده فقد قال رسول الله ﷺ مخصوصا يكون الأضحية مكتوبة عليه" (المبسوط ۸/ ۲۱)۔

("سنة أبيكم إبراهيم" کا مطلب آپ کا طریقہ سنت دین کا طریقہ۔ اور اس

میں وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔ اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد "لم تكتب عليكم" سے عدم وجوب پر استدلال نہیں ہوسکتا، کیونکہ ہم کہتے ہیں اضحیہ فرض نہیں ہے واجب ہے۔ فرض تو اس کو کہتے ہیں جس کا منکر کافر ہو۔ پس نبی کریم ﷺ پر خصوصی طور سے قربانی فرض تھی)۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اضحیہ قربت مالی ضرور ہے، لیکن اس میں دوسرا غالب پہلو اراقۃ الدم ہے، مال اس اراقہ کے لئے ہے۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلاۃ والسلام پر فرض فرمائی۔ انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام پر عبادات مالیہ خالصہ کو لازم نہیں کیا گیا کیونکہ ہم انبیاء کرام کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔

زکوٰۃ خالص مالی عبادت ہے مال کی تطہیر کے لئے فرض کی گئی ہے، اس لئے اضحیہ اضحیہ کی حیثیت سے نفل ہوسکتی ہے، زکوٰۃ نفل ادا نہیں ہوتی، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی قربانیاں کی ہیں۔ مگر زکوٰۃ بطور نفل اداء نہیں کی۔

نفل انفاق مال علی التملیک صدقہ ہے زکوٰۃ نہیں ہے، اس لئے اضحیہ کو زکوٰۃ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اضحیہ کے وجوب کا سبب وقت ہے مال نہیں ہے، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب مال ہے، اضحیہ عبادت موقتہ ہے، زکوٰۃ مطلق عن الوقت ہے، اس لئے زکوٰۃ کو سبب وجوب (مال) ثابت ہوجانے پر ادا کر سکتے ہیں اگر چہ وجوب ادا نہ ہوا ہو، حولان حول سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ زکوٰۃ مطلق عن الوقت ہے، عبادت موقتہ کو وقت سے پہلے ادا نہیں کر سکتے، کیونکہ سبب وجوب سے پہلے عبادت موقتہ صحیح نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ صدقۃ الفطر عبادت مالیہ ہونے کے باوجود وقت سے پہلے ادا نہیں ہوسکتا حالانکہ مطلق عن الوقت ہے اور وہ زکوٰۃ بدن ہے محض مالی عبادت نہیں ہے۔

چنانچہ صدقۃ فطر کو وقت سے پہلے ادا کرنے میں اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ نے جائز

قرار دیا ہے:''فإن قدموها علی یوم الفطر جاز لأنه أدی بعد تقرر السبب فأشبه للتعجیل في الزکوٰة'' (ہدایہ)۔

(اگر صدقہ فطر کو یوم الفطر سے پہلے ادا کیا تو جائز ہے اس لئے کہ سبب کے تقرر کے بعد ادا ہو رہا ہے (یعنی صاحب نصاب ہوگیا ہے) پس زکوٰۃ میں تعجیل کے مشابہ ہوگیا)۔

علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

''ینبغی أن لایصح هذا القیاس فإن حکم الأصل علی خلاف القیاس فلایقاس علیه وهذا لأن للتقدیم وان کان بعد السبب هو قبل الوجوب وسقوط ماسیجب إذا وجب بما یعمل قبل الوجوب خلاف القیاس فلا یتم في مثله إلا السمع (فتح القدیر ۲/ ۳۰۵، بیروت، لبنان)۔

صاحب ہدایہ کا یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ تقدیم زکوٰۃ اگرچہ سبب وجوب کے بعد ہے، وجوب اداء سے پہلے ہے، اور آئندہ واجب الاداء ہونے والے کا وجوب اداء سے پہلے ذمہ ساقط ہو جانا جبکہ واجب ہو جائے خلاف قیاس ہے۔

مگر علامہ شامیؒ صدقہ فطر میں لکھتے ہیں:

''اگر صدقۂ فطر مؤقت ہوتا تو اس کو وقت سے پہلے ادا کرنا صحیح نہ ہوتا، اگرچہ سبب پایا جائے کیونکہ عبادت مؤقتہ میں وقت شرط ہے، جس طرح حج وقت سے پہلے ادا نہیں ہوسکتا، اگرچہ سبب حج بیت اللہ موجود ہے'' (ردالمحتار ۳/ ۳۱۲، زکریا)۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادات مؤقتہ وقت سے پہلے ادا نہیں ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں تحریر فرماتے ہیں:

''حسن ابن زیاد فرماتے ہیں: صدقۂ فطر کو وقت سے پہلے ادا کرنا بالکل جائز نہیں ہے، ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس حق کے وجوب کا وقت یوم الفطر ہے، لہٰذا پیشگی ادا کرنا وجوب سے

پہلے ہوگا اور یہ ممنوع ہے، جیسے یوم النحر سے پہلے قربانی کردینا" (بدائع الصنائع ۲/ ۲۰۷، دارالکتاب)۔

بہر حال صدقہ فطر کے پیشگی ادا کرنے میں اختلاف ہے، جو لوگ پیشگی ادائیگی کے قائل نہیں وہ صدقہ فطر کو مؤقت مانتے ہیں یا صدقۂ فطر کے لئے وقت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ اضحیہ بالاتفاق مؤقت ہے تو وجوب سے پہلے اس کا ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ اضحیہ کا سبب وقت ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ اضحیہ کے وقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"**وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقة لاتجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما**" (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸)۔

(قربانی کے وجوب کا وقت ایام نحر ہیں، لہٰذا دخول وقت سے قبل واجب نہیں ہوتی، کیونکہ واجبات مؤقتہ اپنے اوقات سے قبل واجب نہیں ہوتے، جیسے نماز، روزہ اور ان جیسی مؤقت عبادات)۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جو عبادت وقت کے کسی غیر معین جزء میں واجب ہوتی ہے اس کے وجوب کے لئے وہ جزء وقت متعین ہوجاتا ہے جس میں واجب ادا ہوتا ہے، یا آخر وقت سبب وجوب بنتا ہے جیسے نماز میں۔ اقوال میں یہی صحیح قول ہے جیسے اصول فقہ میں معلوم ہوا (بدائع الصنائع)۔

بدائع میں مزید ہے: "**ولومات الموسر في أيام النحر قبل أن يضحى سقطت عنه الأضحية، وفي الحقيقة لم تجب بما ذكرنا أن الوجوب عند الأداء أو في آخر الوقت، فإذا مات قبل الأداء مات قبل أن تجب عليه كمن مات في وقت الصلاة قبل أن يصليها أنه مات ولا صلاة عليه كذا ههنا**" (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۹)۔

(اگر موسر ایام نحر میں قربانی کرنے سے پہلے مرجائے تو قربانی ساقط ہوجائے گی، اور حقیقت میں تو واجب ہی نہیں ہوئی تھی، اس وجہ سے کہ ہم نے ذکر کیا کہ وجوب اداء کے وقت ہوتا ہے یا آخر وقت میں ہوتا ہے، پس جبکہ اداء سے پہلے مرگیا تو گویا واجب ہونے سے پہلے ہی مرگیا

جیسے کوئی نماز پڑھنے سے پہلے نماز کے وقت میں مرگیا تو اس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں ہوئی)۔

علامہ سرخسیؒ مبسوط میں فرماتے ہیں: "فإن مات أحد الشركاء في البدنة ورضى ورثته بالتضحية بها عن الميت مع الشركاء، في القياس لايجوز وهو رواية عن أبى يوسفؒ لأن نصيب الميت صار ميراثا، والتضحية تقرب بطريق الإتلاف فلا يصح التبرع من الوارث عن الميت كالعتق، وإذا لم يجز في نصيبه لم يجز في نصيب الشركاء وفي الاستحسان يجوز لأن معنى القربة حصل في إراقة الدم فإن التبرع من الوارث عن مورثه بالقرب المالية صحيح كالتصدق" (المبسوط ۱۲/ ۱۲، بیروت، لبنان)۔

(اگر بڑے جانور کے شرکاء میں سے کوئی مرجائے اور اس کے ورثاء میت کی طرف سے دوسرے شرکاء کے ساتھ قربانی کرنے پر راضی ہوں تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جائز نہیں ہے، اور ابو یوسفؒ سے یہ ایک روایت ہے، کیونکہ میت کا حصہ میراث بن گیا ہے، اور قربانی بطور اتلاف ہوتی ہے، اس لئے وارث کی طرف سے اس میں تبرع جائز نہیں ہے جیسے عتق میں تبرع جائز نہیں ہے۔ اور جب میت کے حصہ میں قربانی جائز نہ ہوئی تو شرکاء کے حصوں میں قربانی جائز نہ ہوئی۔

استحسان میں جائز ہے کیونکہ اراقۃ الدم میں قربت کا معنی حاصل ہوگیا، کیونکہ مورث کی طرف سے قرب مالیہ میں وارث کا تبرع صحیح ہے۔ جیسے تصدق میں صحیح ہے)۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا:

(۱) قربانی میں نفس وجوب اور وجوب اداء دونوں کا سبب وقت ہے، سبب وجوب و سبب اداء میں فصل نہیں ہے۔

(۲) قربانی کا وجوب زمان سے متعلق ہے، مکان سے متعلق نہیں ہے، وجوب کے بعد ذبح اضحیہ میں مکان کا اعتبار ہے۔ (دیکھئے: البحر الرائق ۸/ ۳۱۷، بیروت)۔

یعنی وجوب قربانی کے بعد اداء قربانی میں شہر میں امام کی نماز کے بعد اداء صحیح ہے، نماز

سے پہلے ذبح قربانی صحیح نہیں ہے، اور ذبح اضحیہ میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے، یعنی جانور ایسی جگہ میں ہے جو شہر ہو اور صلاۃ عید ہوتی ہو تو نماز کے بعد قربانی جائز ہے، نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں، قربانی کرنے والا اگرچہ دیہات میں ہو مگر قربانی شہر میں ہے تو نماز کے بعد ذبح صحیح ہوگا۔ اگر صاحب قربانی شہر میں ہو اور قربانی کا جانور دیہات میں ہو جہاں نماز عید واجب نہیں ہے تو قربانی کے جانور کی جگہ کا اعتبار ہوگا اور صاحب قربانی کے شہر میں ہوتے ہوئے اس کی قربانی دیہات میں (جہاں نماز عید واجب نہیں ہے) صبح صادق کے بعد جائز ہوگی۔

اس سلسلہ میں علامہ کاسانیؒ کی عبارت واضح ہے۔ فرماتے ہیں:

"وهكذا روى الحسن عن أبي يوسفؒ يعتبر مكان الذى فيه الذابح ولايعتبر المكان الذى يكون فيه المذبوح عنه، وإنما كان كذالک، لأن الذبح هو القربة، فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر، فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى أبو يوسفؒ أنه اعتبر مكان الذبيح، فقال ينبغي لهم أن لايضحوا عنه حتى يصلى الإمام الذى فيه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجز وهو قول محمدؒ" (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۳)۔

(حسن بن زیادؒ ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں: اس جگہ کا اعتبار ہوگا جس میں ذبح ہو رہا ہے، اس جگہ کا اعتبار نہ ہوگا جس کی طرف سے ذبح ہو رہا ہے، یہ اس لئے ہے کہ ذبح ہی قربت ہے، پس قربت کی اداء کی جگہ کا اعتبار ہوگا، جس کی طرف سے قربت ہو رہی ہے اس کی جگہ کا اعتبار نہ ہوگا، چنانچہ صاحب قربانی ایک شہر میں ہے اور اس کے متعلقین دوسرے شہر میں ہوں اور صاحب قربانی لکھے کہ میری طرف سے تم قربانی کر دینا تو ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ضروری ہے اس کی طرف سے قربانی نہ کرے، یہاں تک کہ جس جگہ اس کے متعلقین ہیں (ذبح کی جگہ) اس جگہ کا امام نماز نہ پڑھ لے، اگر انہوں نے نماز سے پہلے قربانی کر دی (اگرچہ صاحب قربانی

کے شہر میں نماز ہو چکی ہو) تو قربانی جائز نہ ہوگی، یہی امام محمدؒ کا قول ہے)۔

"وقال الحسن ابن زياد انتظرت الصلاتين جميعا، وإن شكوا في وقت صلوة المصر الآخر انتظرت به الزوال، فعنه لايذبحون حتى يصلوا في المصرين جميعا وإن وقع لهم الشك في وقت صلاة المصر الآخر، لم يذبحوا حتى تزول الشمس فإن زالت ذبحوا عنه"۔ (بدائع الصنائع)۔

(حسن بن زیاد فرماتے ہیں: دونوں شہروں کی نمازوں کا انتظار کیا جائے گا، اگر دوسرے شہر کی نماز کے وقت میں شک ہو تو زوال تک انتظار کیا جائے گا۔ حسن بن زیادہ کے نزدیک اس کی طرف سے یہ لوگ قربانی نہیں کریں گے یہاں تک کے دونوں شہروں میں نماز نہ ہوجائے اگر شک واقع ہوجائے دوسرے شہر کی نماز میں تو ذبح نہ کریں، یہاں تک کہ زوال ہوجائے۔ جب زوال ہوجائے (یقین ہوجائے کہ صاحب قربانی کے شہر میں نماز ہوگئی) تب ذبح کریں)۔

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ ذبح کرنے میں جگہ کا اعتبار ہے، وجوب قربانی میں مکان قربانی کو دخل نہیں ہے۔

(۳) جب معلوم ہوا کہ ذبح قربانی میں مکان کا اعتبار ہے تو قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۲ ذی الحجہ ہوگئی تو اس کے حق میں وقت قربانی ہی ختم ہوگیا، مگر قربانی کی جگہ میں وقت باقی ہے تو گنجائش ہے کہ قربانی جائز ہوجائے، کیونکہ صاحب قربانی پر وجوب تو آ گیا ہے، اس کے لحاظ سے قربانی کا وقت ختم ہوگیا ہے تو زندہ جانور صدقہ کرنا چاہئے، لیکن ذبح قربانی کی جگہ میں وقت باقی ہے تو قربانی جائز ہے۔

مگر احتیاط یہی ہے کہ بیرون ملک کی قربانیاں اگلے دوروز میں یا ایک روز میں ذبح کردی جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خلاصہ:

۱-قربانی کے لئے وقت نفس وجوب اور وجوب ادا دونوں کا سبب ہے۔
قربانی نفسِ وجوب ووجوبِ ادا سے جدا نہیں۔جانور کے ذبح کے ساتھ جو متصل وقت ہے وہی سبب وجوب ہے۔

۲-ادائے قربانی (ذبح قربانی) میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہوگا۔یعنی شہر میں نماز عید کے بعد ذبح قربانی ہوگا۔اس سے پہلے نہیں ہوسکتا اگرچہ صاحب قربانی دیہات میں ہو، جہاں نماز نہیں ہوتی۔

اور قربانی دیہات میں ہو۔اور صاحب قربانی شہر میں ہو تب بھی دیہات میں قربانی صبح صادق کے بعد جائز ہے۔اگرچہ صاحب قربانی کے شہر میں نماز عید نہ ہوئی ہو۔

۳-قربانی کا وقت ختم ہونے میں صاحب قربانی کے ایام نحر کا اعتبار ہوگا۔اگر صاحب قربانی کے ایام نحر یعنی ۱۲ ذی الحجہ پوری ہوچکی ہے تو صاحب قربانی کے لحاظ سے ۱۳ کو قربانی نہیں ہوسکتی۔اس کی قربانی کو زندہ صدقہ کردینا ہوگی۔پھر بھی مقام قربانی میں یوم نحر باقی ہے تو گنجائش ہے کہ قربانی ذبح کردی جائے تو جائز ہوجائے گی مگر احتیاط یہی ہے کہ صاحب قربانی کی بارہویں تاریخ کو اس کی قربانی ذبح ہوجائے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

مقام اضحیہ یا مقام مضحی - کس کی رعایت ضروری؟

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی ☆

قربانی وہ عبادت ہے جس کا رواج زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے، زمانۂ جاہلیت میں بھی مختلف فرضی و من چاہی جذبات کے تحت لوگ اس عظیم عبادت کا تصور رکھتے تھے، اور اپنے معبودوں سے والہانہ جذبات کی علامت سمجھتے تھے۔

اسلام کی آمد کے بعد اس کو خاص رخ ملا، مختلف ہدایات اور اصلاحات وابستہ ہوئیں، اور کرنے کی ترغیب، نہ کرنے پر تہدید کے ساتھ اس کو مامور بہ بنایا گیا۔

مامور بہ، اس کے احکام واقسام سے کتب اصول میں سیر حاصل بحث موجود ہے، کتب فقہ کے مصنفین کے لیے بھی بعض خاص مواقع پر ان کا ذکر ناگزیر ہوگیا، صاحب فتح القدیر نے تو خاص ''کتاب الأضحیۃ'' میں اس کے مضمرات ومشمولات کا تذکرہ کیا ہے، بعض مسائل کو حل کرنے کے لیے اس کا خلاصہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے، اس لیے ذیل میں کتب اصول سے بعض ضروری مبادیات پر اکتفا کیا جارہا ہے:

مامور بہ کی بعض اقسام مطلق عن الوقت ہیں ان میں سے زکاۃ وغیرہ ہے، اور بعض مقید بالوقت ہے، ''اضحیہ'' اسی مقید بالوقت میں سے ہے۔

پھر مقید بالوقت مامور بہ (جیسے: نماز، روزہ، اضحیہ وغیرہ) کی مختلف انواع ہیں:

۱- پہلی نوع: مقید بالوقت مامور بہ ایسا ہو کہ وقت اس کے لیے ظرف، ادا کے لیے

☆ استاذ حدیث مدرسہ حسینہ کایم کلم کیرالا

شرط، اور وجوب کے لیے سبب ہو، سبب سے مراد نفس وجوب کا ظاہری سبب ہے، عام طور پر اصولیین اس نوع پر بحث کرتے ہوئے مثال میں ''نماز'' کو پیش کرتے ہیں، نماز کے لیے وقت ظرف ہے کہ پورے وقت کو فریضہ محیط نہیں، وجوب کے لیے شرط بھی ہے کہ وقت سے پہلے نماز صحیح نہیں ہوتی نیز وقت کے فوت ہونے پر نماز فوت بھی ہو جاتی ہے؛ اسی طرح وقت کو نماز کے ایجاب میں خاص دخل ہے جس کی علامت ''**یختلف الأداء باختلاف صفة الوقت صحة وکراهة فیکون سببا للوجوب**'' ہے۔

نیز مطلق وقت شرط ہے، اور مشروط کو شرط پر مقدم کرنا اس وقت جائز نہیں ہوتا ہے جب کہ وہ ادائے واجب کی صحت کے لئے شرط ہو، البتہ اگر صرف وجوب ادا کے لیے شرط ہے تب تو مشروط کو شرط پر مقدم کر سکتے ہیں، اس کی مثال زکاۃ ہے کہ حولان حول وجوبِ ادا کے لیے شرط ہے، لہٰذا حولان حول سے قبل بھی زکاۃ ادا کی جا سکتی ہے، لیکن نماز کو وقت سے پہلے اس لیے نہیں پڑھ سکتے ہیں کہ صحت ادا اسی وقت پر موقوف ہے۔

۲- مامور بہ مقید بالوقت کی دوسری قسم یہ ہے کہ وقت اس کے لیے معیار، وجوب کے لیے سبب اور ادا کے لیے شرط ہو، اس کی مثال روزہ ہے۔

۳- مامور بہ مقید بالوقت کی تیسری قسم یہ ہے کہ وقت تو معیار ہو، البتہ وجوب کے لیے سبب نہ ہو جیسے رمضان کے روزوں کی قضا۔

۴- چوتھی بات یہ ہے کہ وقت کی ظرفیت اور معیاریت مشتبہ ہو جائے، بعض اعتبار سے ظرف ہو تو بعض اعتبار سے معیار ہو، جیسے حج، اس کے لیے وقت دو مہینہ سے زائد ہیں اس اعتبار سے ظرف ہے، لیکن ایک سال میں ایک ہی حج ادا کیا جا سکتا ہے اس اعتبار سے معیار ہوا (نور الانوار ۵۲، ۵۹، و دیگر کتب اصول)۔

اب ذرا قربانی پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی قسم میں داخل ہے، یعنی وقت اس

کے لیے ظرف ہے، کئی قربانیاں تین دنوں میں انجام پا سکتی ہیں؛ ادا کے لیے شرط ہے یہی وجہ ہے کہ دسویں تاریخ سے پہلے قربانی صحیح نہیں نیز ایام اضحیہ گزرنے کے بعد قربانی فوت ہوجاتی ہے تب یا تو بعینہ جانور کا یا اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اصلاً تو اس کی قضا لازم نہیں ہونی چاہئے، اس لیے کہ یہ معقول شرعی نہیں ہے، قضا معقول شرعی کی ہوتی، اس میں قضاء محض احتیاط کی بنا پر ہے، اس لیے اگر قضا سے پہلے پھر ایام نحر آجائے تو قربانی کی قضا ذبح کے ذریعہ نہیں ہوگی (حوالہ سابق ۳۹، ۴۰)۔

لہٰذا جس طرح وقت نماز کے لیے نفس وجوب کا سبب ہے، اسی طرح قربانی کے لیے بھی وجوب ادا کا سبب ہونے کے ساتھ نفس وجوب کا سبب بھی ہے، بہت سے فقہاء نے اس کی تصریح بھی کی، علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور بابرتی نے شرح عنایہ میں لکھا ہے:

"وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا، وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف في الأصول۔

ثم إن الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهو ظاهر ......

ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع الصلاة على وقتها" (عنایہ علی فتح القدیر ۱۰؍۵۰۵، کتاب الأضحیۃ، مطبوعہ مصطفی البابی، مصر)۔

اس کا سبب وقت ہے، اور وہ ایام نحر ہے، اس لیے کہ سبب، حکم کو اس کی طرف منسوب کرنے، اور اس سے اتصال سے جانا جاتا ہے، کیوں کہ اضافت میں اصل یہ ہے کہ وہ سبب ہو، اسی طرح جب اس کے ساتھ لازم ہو تو اس کے مکرر ہونے سے وہ بھی مکرر ہو جیسا کہ "اصول" میں معروف ہے، پھر اضحیہ وقت کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اس کے سبب ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ وقت سے پہلے ادا کرنا ممنوع ہے جیسے کہ

نماز وقت سے پہلے پڑھنا ممنوع ہے)۔

بادی النظر میں بعض فقہی جزئیات سے وقت کے نفس وجوب کا سبب ہونے پر اشکال ہوتا ہے، لہٰذا اتنی بات کا اضافہ بھی اگر ملحوظ رہے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا، اور وہ یہ ہے کہ قربانی میں جس ''قدرت'' کی ضرورت ہے وہ ''قدرت ممکنہ'' ہے، جس کا واجب کی ادائیگی تک ساتھ دینا ضروری نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک مالدار شخص جس پر قربانی واجب ہو چکی ہے اور ایام اضحیہ میں قربانی نہیں کر سکا تو قربانی اس پر واجب رہتی ہے چاہے بعد میں فقیر ہی کیوں نہ ہو جائے، ہاں اگر ایام اضحیہ کے ختم ہونے سے قبل وہ فقیر ہو جاتا ہے تو قربانی ساقط ہو جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قربانی کے لیے وقت ظرف ہے، اور ظرف کا قاعدہ ہے کہ آخر وقت کا اعتبار ہوتا ہے، چوں کہ آخر وقت سے پہلے ہی وہ فقیر ہو چکا ہے اس لیے واجب باقی نہیں رہا۔

صاحب نہایہ نے پوری تفصیل بیان کی ہے، محقق آفندی کو اس پر بعض اشکالات ہیں، علامہ ابن ہمام نے اس پر بصیرانہ ومحققانہ استدراک کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''إذ لانزاع لأحد في أن علةوجوب الأضحية على الموسر هى القدرة على النصاب، وإنما الكلام هنا في أن القدرة التى تجب بها الأضحية على الموسر هل هي القدرة الممكنة أم القدرة الميسرة، فاستدل صاحب النهاية على أنها هى القدرة الممكنة بمسئلة ذكرت في فتاوى قاضيخان، وهي: أن الموسر إذا اشترى شاة للأضحية في أول أيام النحر فلم يضح حتى مضت أيام النحر ثم افتقر كان عليه أن يتصدق بعينها أوقيمتها ولا تسقط عنه الأضحية واقتفى أثره صاحب العناية''

ولاشك في استقامة هذا الاستدلال، إذ لوكان وجوبها بالقدرة الميسرة لكان دوامها شرطاً على ماتقرر في الأصول'' (فتح القدیر ۱۰/۵۰۷، کتاب

الأضحیة، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر)۔

(اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مالدار کے لیے وجوب اضحیہ کی علت، نصاب پر قدرت ہے، بحث تو یہاں اس میں ہے کہ وہ قدرت جس کی وجہ سے قربانی واجب ہوتی ہے وہ قدرت ممکنہ ہے یا میسرہ، صاحب نہایہ نے اس قدرت کے قدرت ممکنہ ہونے پر استدلال اس مسئلہ سے کیا ہے جو فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ: مالدار اگر قربانی کے لیے ایام نحر کے پہلے دن ایک بکری خریدے، پھر ایام نحر کے گزرنے تک قربانی نہ کرے، اور وہ فقیر ہو جائے تو اس پر بعینہ اس بکری کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، اس سے قربانی ساقط نہیں ہوگی۔

صاحب عنایت نے بھی یہی بات کہی ہے، نیز اس استدلال کی قوت میں کوئی کلام نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اس کا وجوب قدرت میسرہ سے متعلق ہوتا تو قدرت کا دوام شرط ہوتا، جیسا کہ اصول میں ثابت شدہ امر ہے)۔

ایک جگہ اور رقم طراز ہیں:

’’لأن الأضحية إنما تسقط بهلاک المال قبل مضی أيام النحر لابهلاكه بعد مضيها حتى لوافتقر بعد مضيها كان عليه أن يتصدق بعينها أوبقيمتها كما مربيانه، ووجه ذلک ماتقرير في علم الأصول من أن وجوب الأداء في المؤقتات التي يفضل الوقت عن أدائها كالصلوٰة ونحوها إنما يثبت آخر الوقت؛ إذ هنا يتوجه الخطاب حقيقة؛ لأنه في ذلک الآن يأثم بالترک لاقبله حتى إذا مات في الوقت لاشئ عليه، والأضحية من هاتيک المؤقتات، فتسقط بهلاک المال قبل مضی وقتها، ولاتسقط بهلاكه بعد مضی وقتها لتقرر سبب وجوب أدائها إذ ذاک، بل يلزم قضاؤها بالتصدق بعينها

أو بقیمتها'' (فتح القدیر ۱۰/ ۵۰۸، کتاب الأضحیۃ، مطبوعہ مصر)۔

(اس لیے کہ قربانی ایام نحر کے گزرنے سے قبل مال کے ہلاک ہونے کی صورت میں ساقط ہوتی ہے نہ کہ ایام نحر کے گزرنے کے بعد اس کے ہلاک ہونے سے، حتی کہ اگر بعد میں فقیر ہو گیا تو اس پر بعینہ اس جانور کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے جیسا کہ اس سے پہلے آچکا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ علم اصول کا قاعدہ ہے: وجوب ادا ان مقید بالوقت مامور بہ میں ہے جس کے ادا کرنے کے بعد وقت بچ جاتا ہے (جیسے کہ نماز وغیرہ) اس (وجوب ادا) کا ثبوت آخر وقت میں ہوتا ہے، اس لیے کہ اسی وقت میں درحقیقت خطاب الٰہی متوجہ ہوتا ہے، اس لیے کہ اسی وقت میں چھوڑنے کی صورت میں گنہ گار ہوگا، نہ کہ اس سے پہلے حتی کہ اس وقت میں اگر مر جائے تو اس پر کچھ نہیں۔

نیز اضحیہ انہی موقتات میں سے ہے لہٰذا وقت قربانی گزرنے سے قبل، مال ہلاک ہو جانے کی صورت میں وہ ساقط ہو جائے گی، اور ایام قربانی کے گزرنے کے بعد ہلاک ہونے کی صورت میں ساقط نہیں ہوگی، اس لیے کہ وجوب ادا کا سبب اس وقت ثابت ہو چکا ہے، بلکہ بعینہ اس جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ لازم ہوگا)۔

الحاصل وقت جہاں وجوب اداء کا سبب ہے، نفس وجوب کا بھی سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں مفتی بہ مسئلہ ہے: ''اگر فقیر نے اول وقت میں قربانی کر دی، بعدہ وقت گزرنے سے قبل وہ مالدار ہو گیا تو اس پر دوبارہ قربانی واجب ہو جاتی ہے'' (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸، کتاب التضحیۃ، فصل فی کیفیۃ الوجوب، مطبوعہ زکریا دیوبند)۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ آخر وقت میں مالدار ہے، جس وقت وہ مالدار ہوا اسی وقت نفس وجوب کا تحقق ہوا، اور وقت ختم ہونے تک چوں کہ وہ مالدار باقی رہا اس لیے وجوب ادا بھی پایا

گیا، اس لیے قربانی واجب ہوگئی، معلوم ہوا کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے ورنہ تو فقیر ایک قربانی کر چکا ہے وہی کافی ہونی چاہئے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایام نحر کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کا پانا، یا فقیر کے مالدار ہونے یا کافر کے مسلمان ہونے کا اول وقت نفس وجوب کا سبب ہے، اور مطلق وقت جو کہ ادا سے متصل ہو وجوب ادا کا سبب ہے۔

ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہے

قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس کی ادائیگی مال سے ہوتی ہے جیسے کہ زکاۃ کہ اس کی ادائیگی مال پر منحصر ہے، یا یوں کہا جائے کہ مکلّف کی ذات سے بلا واسطہ متعلق نہیں، بلکہ ادائیگی کے لیے واسطہ کا سہارا لینا لازمی ہے جیسے کہ حج ہے کہ اس کی ادائیگی 'مقامات مقدسہ' سے مربوط ہے، لہٰذا ہر ایسی عبادت جس میں واسطہ'' اور'' غیر'' (خواہ وہ مال ہو یا کعبہ وعرفہ وغیرہ) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، ایسی عبادت میں اس مقام کا اعتبار ہوتا ہے جہاں وہ عبادت انجام پا رہی ہے، لہٰذا اضحیہ بھی فقہاء کی تصریح کے مطابق جہاں انجام پا رہی ہے اس جگہ کا اعتبار ہوگا، جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، ابن نجیم لکھتے ہیں:

''والمعتبر مکان الأضحیة لامکان المضحی، وسببها طلوع فجر یوم النحر'' (البحر الرائق ۸/ ۱۷۳، کتاب الأضحیة، مطبوعہ رشیدیہ پاکستان)۔

(معتبر مقامِ قربانی ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کا مقام، اور اس کا سبب یوم نحر کی فجر صادق کا طلوع ہونا ہے)۔

البتہ صدقۂ فطر میں جہاں مکلّف ہے وہاں کا اعتبار اصل ہے کیوں کہ دراصل صدقہ فطر مکلّف کی ذات سے متعلق ہے یعنی وہ اس کی جان کا شکرانہ ہے، لیکن قربانی وزکاۃ حقیقت میں مال کا شکرانہ ہے، ابن نجیم اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور اس لیے کہ قربانی زکاۃ کے مشابہ ہے، پس ادائیگی میں محل کی جگہ کا اعتبار ہوگا اور وہ مال ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کی جگہ، برخلاف صدقۂ فطر کے کیوں کہ اس میں معتبر صدقہ ادا کرنے والے کا مقام ہے، اس لیے کہ وہ ذمہ سے متعلق ہے، مال اس کا محل نہیں ہے (البحر الرائق ۸/۱۷۵، کتاب الاضحیہ مطبوعہ رشیدیہ، پاکستان)۔

بدائع میں ہے:

''هكذا ذكر محمد عليه الرحمة في ''النوادر'' وقال: إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه، وهكذا روى الحسن عن أبي يوسف رحمه الله: يعتبر المكان الذي يكون فيه الذبح، ولايعتبر المكان الذي يكون فيه المذبوح عنه، وإنما كان كذلك لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه'' (۴/۲۱۳، کتاب التضحیۃ، حکم الذبح والامام فی خلال الصلوۃ، طبع زکریا)۔

(اسی طرح امام محمد نے ''نوادر'' میں ذکر کیا ہے: انہوں نے فرمایا: میں محل ذبح کو دیکھتا ہوں مذبوح عنہ کی جگہ کو نہیں دیکھتا۔ حسن بن زیاد نے حضرت امام ابو یوسف سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ: معتبر وہ مکان ہے جہاں ذبح ہو رہا ہے، وہ مقام نہیں ہے جہاں مذبوح عنہ ہے، یقیناً یہ ایسا اس لیے ہے کہ ذبح ہی عبادت ہے؛ لہٰذا مقام ذبح کا اعتبار ہوگا نہ کہ مفعول عنہ کے مقام کا)۔

صرف حسن بن زیادہ رحمہ اللہ ذبح اور مذبوح عنہ دونوں کے مقام کا اعتبار کرتے ہیں، اور احتیاط بہر حال اس میں ہے، لیکن جواز وہ ہے جو صاحبین فرماتے ہیں:

قربانی کی صحت آغاز کے لیے قربانی کرنے والے کا وقت میں داخل ہونا ضروری نہیں

متون و شروح تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ اس میں مقام ذبح کا اعتبار ہے، مذبوح عنہ کے مقام کا اعتبار نہیں ہے، اس لیے حق یہی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کرنے والے پر دس ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، بہر صورت قربانی اگر دس ذی الحجہ کو ہو رہی ہے تو صحیح ہے، جو شخص

قربانی کے عمل کو انجام دے رہا ہے وہ گویا اصل قربانی کرنے والے کی طرف سے نیابت کر رہا ہے، چوں کہ قربانی عبادت مالیہ ہے اس لیے نیابت میں کوئی کلام بھی نہیں ہے، نائب کا دس ذی الحجہ کا پالینا گویا کہ منوب عنہ اور اصل کا پالینا ہے۔

اس کی ایک نظیر حج بدل ہے، حج بدل جس کی جانب سے ہو رہا ہے اس اصل مکلّف پر ''عرفہ'' کا آنا ضروری نہیں ہے، بلکہ جہاں حج ادا کیا جا رہا ہے، اس مقام پر، اور جو ادا کر رہا ہے اس نائب پر عرفہ کا آنا کافی ہے، حج اسی آمر کی طرف سے سمجھا جائے گا۔ مامور کا حج نہیں ہوگا۔

خلاصۂ جوابات

۱-قربانی کے لیے وقت نفس وجوب کا بھی سبب ہے، اور وجوب ادا کا بھی، ایام اضحیہ کے پہلے دن کی صبح صادق یا فقیر کے مالدار ہونے کی صورت میں، اسی طرح کافر کے مسلمان ہونے کی صورت میں جو اول وقت ہوگا وہی نفس وجوب کا سبب ہے، اور مطلق وقت جو ادا سے متصل ہو وہ وجوب ادا کا سبب ہے۔

۲-مقام اضحیہ کا اعتبار ہے، مذبوح عنہ کے مقام کا اعتبار نہیں۔

۳-جہاں قربانی ہو رہی ہے وہاں قربانی کا وقت آ گیا ہے تو قربانی صحیح ہے، مذبوح عنہ پر خواہ وقت کا ورود ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا شاہجہاں ندوی ☆

قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے، جو زندگی جیسی قیمتی نعمت کے شکریہ اور سیدنا ابراہیم علیہ وعلی نبینا الصلاۃ والسلام کی سنت کی یادگار کے طور پر اسلام میں مشروع کی گئی ہے، اس کی مشروعیت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، ارشاد باری ہے: "فصل لربک والنحر" (سورۃ الکوثر: ۲) (سو تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو، اور قربانی کرو)۔ بعض مفسرین کے نزدیک (قربانی کرنے) سے یہی عید الاضحیٰ کی قربانی مراد ہے (دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۴/ ۵۵۹)۔

اور سنت نبویہ میں حضرت انس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "ضحی النبی -صلی اللہ علیہ وسلم- بکبشین أملحین أقرنین، ذبحهما بیده، وسمی وکبر ووضع رجله علی صفاحهما" (صحیح البخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح، حدیث نمبر ۵۵۶۵، سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ما جاء فی الأضحیۃ بکبشین، حدیث نمبر ۱۴۹۴) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خوبصورت سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی، ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر کہا، اور ان کے پہلو پر اپنے قدم مبارک کو رکھا)۔

چنانچہ جمہور کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے، اور یہی امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ، ثوری، اوزاعی اور لیث رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (دیکھئے: المغنی ۸/ ۶۱۷، ط: إدارۃ المنار بمصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۶۷ھ، البدائع ۵/ ۶۲، ط: المطبعۃ الجمالیۃ

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، کرالہ

بمصر، الطبعة الأولی، ۷/ ۱۳۲ – ۱۳۲۸ھ، المحلی ۷/ ۳۵۵، ط: المکتب التجاری، بیروت، والقوانین الفقهیة لابن جزی، ص ۲۰۷، ط: دار العلم للملایین بیروت)۔

اسی طرح قربانی وقت کے ساتھ وابستہ ومربوط عبادت ہے، چنانچہ جمہور کے نزدیک ۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ قربانی کے ایام ہیں، جبکہ شافعیہ کے نزدیک ۱۳/ ذی الحجہ بھی ایام قربانی میں شامل ہے: یہی حنابلہ کا ایک دوسرا قول ہے، اور یہی عطاء اور حسن کا بھی قول ہے، اور اسی کو ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے (دیکھئے: المغنی ۸/ ۲۳۸)۔

چونکہ بعد کے دور میں حنفیہ نے بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، لہٰذا مغربی اور مشرقی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دن یا کبھی دو دن کا فرق ہوسکتا ہے، چنانچہ زیر بحث مسئلہ بھی اسی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس تمہید کے بعد سوالات کے جوابات تحریر ہیں:

۱- قربانی کے لیے وقت نفسِ وجوب کا سبب ہے، تنویر الأبصار اور الدر المختار میں ہے:

"وسببها الوقت وهو أيام النحر (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الأضحیة ۹/ ۴۵۳، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء) (اور قربانی کا سبب وقت ہے، اور وہ ایام قربانی ہیں)۔

علامہ شامی مؤلف "نہایہ" کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں "ثم حقق أن السبب هو الوقت؛ لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه، وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا، وكذا إذا لازمه، فتكرر بتكرره وقد تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت، وهو ظاهر، ووجدت الإضافة، فإنه يقال: يوم الأضحى، كما يقال: يوم الجمعة أو العيد، وإن كان الأصل إضافة الحكم إلى سببه كصلاة الظهر، لكن قد يعكس كيوم الجمعة، والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة، وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط، وهو الغنى، وإن وجد السبب" (رد المحتار مع الدر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الأضحیة ۹/ ۴۵۳)۔

(پھر صاحب "نہایہ" نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ سبب وقت ہی ہے، کیونکہ سبب کی

شناخت اس طرح ہوتی ہے کہ اس کی طرف حکم کی نسبت ہو، اور حکم اس سے مربوط ہو، کیونکہ کسی شیٔ کی دوسری شیٔ کی طرف اضافت میں اصل یہ ہے کہ وہ شیٔ سبب ہو، اور ایسے ہی اگر ایک شیٔ دوسری شیٔ سے مربوط ہو کہ اس کے مکرر ہونے سے مکرر ہو، تو وہ سبب ہوگی، اور وقت کے مکرر ہونے سے قربانی کا وجوب مکرر ہوتا ہے، اور یہ ظاہر ہے، اور اضافت بھی پائی گئی، کیونکہ یوم الأضحیٰ (قربانی کا دن) کہا جاتا ہے، جیسا کہ یوم الجمعۃ یا یوم العید کہا جاتا ہے، اور اگر چہ اصل یہ ہے کہ حکم کی اضافت سبب کی طرف ہو جیسے نمازِ ظہر، لیکن کبھی برعکس بھی ہوتا ہے، جیسے ''یوم الجمعۃ''، اور وقت کے سبب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قربانی وقت سے پہلے ممنوع ہے، جیسے نماز وقت سے پہلے ممنوع ہے، اور فقیر پر قربانی اس وجہ سے واجب نہیں ہے کہ شرط مفقود ہے، اور وہ مالداری ہے، اگر چہ سبب پایا گیا)۔

جبکہ علامہ علاء الدین سمرقندی (۵۳۹ھ) نے وقت کو شرط وجوب قرار دیا ہے، چنانچہ وہ شرائط وجوب کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں: ''ومنها الوقت: فإنها لاتجب قبل أيام النحر، ولهٰذا لو ولدت المرأة ولداً بعد أيام النحر لاتجب الأضحية لأجله، ولومات الولد في وسط أيام النحر لاتجب الأضحية لأن الوجوب يتأكد في اٰخر الوقت، وكذا كل من مات من أهل وجوب الأضحية لما ذكرنا'' (تحفۃ الفقہاء ۳/ ۱۱۴-۱۱۵، ط: إدارة إحياء التراث الإسلامي بدولة قطر)۔

(اور وجوب قربانی کی شرطوں میں سے ایک شرط وقت ہے، چنانچہ قربانی، ایام قربانی سے قبل واجب نہیں، اسی وجہ سے اگر کوئی عورت ایام قربانی کے بعد بچہ جنے تو اس کی وجہ سے قربانی واجب نہیں، اور اگر بچہ ایام قربانی کے درمیان مرجائے، تو قربانی واجب نہیں ہوگی، کیونکہ وجوب اخیر وقت میں مؤکد ہوتی ہے، اور یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو قربانی کے وجوب کی اہلیت رکھنے والے میں سے مرجائے، اس دلیل سے جو ہم نے ذکر کیا)۔

اسی طرح انہوں نے وقت کو وجوب ادا کی شرط بھی قرار دیا ہے (مرجع سابق ۱۱۶/۳)۔

ایسے ہی صاحب "نہایہ" نے بھی وقت کو شرائط وجوب اور شرائط ادا دونوں میں ذکر کیا ہے (دیکھئے: تکملۃ فتح القدیر لقاضي زاده، ۴۲۵/۸، ط: دار إحیاء التراث العربي)۔

اور علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۸۷ھ) نے بھی وقت کو وجوب قربانی کی شرط کے ساتھ ادائے قربانی کے جواز کی شرط بھی قرار دیا ہے (دیکھئے: البدائع ۷۳/۵، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶م)۔

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وقت قربانی کے لیے نفس وجوب کا سبب ہے، اور وجوب ادائیگی قربانی کی شرط بھی ہے، قاضی زادہ تحریر کرتے ہیں: "لأن الوقت لما كان شرط وجوب الأضحية، كما صرح به، لم يبق مجال أن يكون سببا لوجوبها؛ لأن الشيء الواحد لايصح أن يكون شرطا وسبباً لشيء واحد آخر، إذ قد تقرر في علم الأصول أن الشرط والسبب قسمان، قد اعتبر في أحدهما ماينافي الآخر، فإنه قد اعتبر في السبب أن يكون موصلا إلى المسبب في الجملة، وفي الشرط أن لايكون موصلاً إلى المشروط أصلا، بل كان وجود المشروط متوفقا عليه، ومن الممتنع أن يكون شيء واحد موصلاً إلى شيء واحد آخر، وأن لايكون موصلا إليه في حالة واحدة لاقتضائه اجتماع النقيضين، وعن هذا قالوا في الصلاة: أن الوقت سبب لوجوبها، وشرط لأدائها، فلم يلزم أن يكون سببا، وشرطاً بالنسبة إلى شيء واحد" (تکملۃ فتح القدیر، للشیخ شمس الدین أحمد، المعروف بقاضی زاده آفندي، کتاب الأضحیة ۴۲۵/۸)۔

(اس لیے کہ وقت جبکہ قربانی کے وجوب کی شرط ہو، جیسا کہ مؤلف "نہایہ" نے اس کی صراحت کی ہے، تو اس کی گنجائش نہ رہی کہ وہ قربانی کے وجوب کے لیے سبب ہو، کیونکہ ایک چیز کا کسی ایک دوسری شئ کے لیے سبب اور شرط ہونا صحیح نہیں ہے، کیونکہ علم الأصول میں یہ بات

ثابت ہو چکی ہے کہ شرط اور سبب دو قسم ہیں، ان دونوں میں سے ایک میں اس چیز کا اعتبار کیا گیا ہے جو دوسرے کے منافی ہے، کیونکہ سبب میں اس بات کا اعتبار ہے کہ وہ فی الجملہ مسبب کی طرف پہنچانے والا نہ ہو، بلکہ مشروط کا وجود اس پر موقوف ہو، اور ناممکن ہے کہ ایک چیز ایک ہی حالت میں ایک دوسری شئ کی طرف پہنچانے والی ہو، اور اس کی طرف پہنچانے والی نہ بھی ہو، کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دو نقیض جمع ہو جائیں، اور اسی بنا پر فقہاء نے نماز کے بارے میں کہا ہے کہ وقت نماز کے وجوب کا سبب ہے، اور اس کی ادائیگی کی شرط ہے، لہٰذا لازم نہیں آیا کہ وہ ایک ہی شئ کے اعتبار سے سبب اور شرط دونوں ہو)۔

اصول کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے جبکہ وجوب ادا کا سبب فرمان الٰہی ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ بعض فقہاء نے ''رأس'' کو قربانی کا سبب قرار دیا ہے، اور تاتارخانیہ میں اسی کو مقدم ذکر کیا ہے، لیکن علامہ شامی نے اسے محل نظر قرار دیا ہے، کیونکہ سبب کی شناخت اس طرح ہوتی ہے کہ شارع کے کلام میں اس کی طرف حکم کی نسبت کی گئی ہو (ردالمحتار ۹/ ۴۵۳)۔

۲- فقہاء نے عام طور سے جو یہ بات لکھی ہے کہ اوقات قربانی میں اس مقام کا اعتبار ہوگا، جہاں قربانی کی جائے، جیسا کہ ''تحفۃ الفقہاء'' میں ہے: "**والمعتبر مكان الذبيحة، لامكان المذبوح عنه، في ظاهر الرواية، وفي رواية: مكان المذبوح عنه، وهو قول الحسن**" (التحفۃ ۳/ ۱۱۶)۔

(ظاہر الروایہ میں اعتبار اس مقام کا ہے، جہاں قربانی کی جائے، نہ کہ اس مقام کا جہاں وہ شخص رہتا ہو، جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو، اور ایک روایت میں ہے کہ اس مقام کا اعتبار ہے، جہاں وہ شخص رہتا ہے، جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو، اور یہی حسن بن زیادہ کا قول ہے)۔

اور جیسا کہ شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (۵۹۳ھ) کی ''ہدایہ'' میں ہے ''ثم المعتبر في ذلک مكان الأضحية، حتى لوكانت في السواد، والمضحي في المصر، يجوز كما انشق الفجر، ولو كان على العكس لايجوز إلا بعد الصلاة، وحيلة المصري إذا أراد التعجيل أن يبعث بها إلى خارج المصر، فيضحي بها كما طلع الفجر، هذا؛ لأنها تشبه الزكاة من حيث إنها تسقط بهلاک المال، قبل مضي أيام النحر، كالزكاة بهلاک النصاب، فيعتبر في الصرف مكان المحل، لامكان الفاعل اعتباراً بها بخلاف صدقة الفطر؛ لأنها لاتسقط بهلاک المال، بعد ماطلع الفجر من يوم الفطر'' (الہدایۃ ۴/۳۵۷، ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت)۔

(پھر اس سلسلہ میں مقام قربانی کا اعتبار ہے، یہاں تک کہ اگر قربانی دیہات میں ہو، اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو، تو قربانی کرنا جائز ہے، جیسے ہی صبح صادق طلوع ہو، اور اگر برعکس ہو، تو نماز بعد ہی جائز ہے، اور شہری جبکہ جلدی کرنا چاہے تو اس کے لیے حیلہ یہ ہے کہ جانور کو شہر سے باہر بھیج دے، تو اس کی قربانی کر دی جائے، جیسے ہی صبح صادق طلوع ہو، اور ایسا اس بنا پر ہے کہ قربانی زکوٰۃ کے مشابہ ہے، اس حیثیت سے کہ وہ ایام قربانی کے گزرنے سے پہلے، مال کی ہلاکت سے ساقط ہو جاتی ہے، جیسے زکوٰۃ نصاب کی ہلاکت سے ساقط ہو جاتی ہے، لہٰذا ادائیگی میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہوگا، نہ کہ قربانی کرنے والے کا، زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے، برخلاف صدقۂ فطر کے، کیونکہ وہ عیدالفطر کے دن کی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد مال کی ہلاکت سے ساقط نہیں ہوتا ہے)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء کے پیش نظر صرف شہر اور دیہات کا اختلاف تھا، تاریخ میں فرق ملحوظ نہ تھا، اور چونکہ قربانی کی ادائیگی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے درست ہے، مگر شہری یا جہاں نماز عیدالاضحیٰ ہوتی ہے، اس کے حق میں، حدیث کی رو سے ایک زائد شرط تھی، اور وہ یہ کہ نماز کی ادائیگی کے بعد قربانی ہو، اس کے بارے میں فقہاء نے صراحت کی کہ وہ شرط ایسے

دیہات میں قربانی ہونے سے جہاں نمازعید الاضحیٰ درست نہ ہو، ساقط ہوجاتی ہے۔ ''البدائع'' میں ہے: "فإذا طلع الفجر من اليوم الأول، فقد دخل وقت الوجوب، فتجب عند استجماع شرائط الوجوب" (البدائع ۵/۶۵)۔

(چنانچہ جب قربانی کے دنوں میں سے پہلے دن کی صبح صادق طلوع ہوجائے، تو وجوب قربانی کا وقت داخل ہوگیا، لہٰذا وجوب قربانی کے شرائط کے جمع ہونے کے وقت قربانی واجب ہوگی)۔

اور ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

''رہی وہ شرط جس کا تعلق قربانی کرنے کے وقت سے ہے، تو وہ یہ ہے کہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے، کیونکہ وقت جس طرح نفس وجوب کی شرط ہے، اسی طرح وہ واجب کو ادا کرنے کے جواز کی شرط ہے، جیسے نماز کا وقت ہے، تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ قربانی کے ایام میں سے پہلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے قربانی کرے، اور صبح صادق طلوع ہونے کے بعد جائز ہے، خواہ قربانی شہریوں کی طرف سے ہو، یا گاؤں والوں کی طرف سے، البتہ شہریوں کے حق میں جواز کی ایک زائد شرط ہے، اور وہ یہ کہ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی ہو، ہمارے نزدیک قربانی کو نماز سے پہلے کرنا جائز نہیں ہے'' (البدائع ۵/۷۳)۔

لہٰذا اصل یہ ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہے، جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو، اس پر وہ ۱۰/ ذی الحجہ کی شب طلوع ہوکر واجب ہوچکی ہو، اور فقہاء نے اس شرط کی صراحت اس لیے نہیں کی کہ ان کے پیش نظر تاریخ کا اختلاف نہ تھا، کیونکہ اس دور میں مشرق میں رہنے والے کی قربانی مغرب میں ہو، ایسا تصور نہ تھا۔

اور اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والأضحی یوم تضحون**" (سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب نمبر ۱۱، حدیث نمبر ۶۹۷)۔

(روزہ اس دن کا معتبر ہے، جس دن مسلمان روزہ رکھیں، اور عید وہ معتبر ہے، جس دن مسلمان عید منائیں، اور قربانی وہ معتبر ہے، جس دن مسلمان قربانی کریں)۔

۳- پیچھے ذکر کردہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ قربانی کے آغاز کے لیے ضروری ہے کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو، ساتھ ہی وہاں بھی ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوگئی ہو، جہاں قربانی کی جارہی ہو، اسی طرح قربانی کا وقت ختم ہونے میں بھی مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، چنانچہ جہاں قربانی کی جارہی ہو، اگر وہاں قربانی کا وقت ختم ہو چکا ہو، اگرچہ قربانی کرانے والے کے یہاں وقت باقی ہو، تو پھر قربانی کرنا درست نہ ہوگا، تاکہ اشتباہ پیدا نہ ہو۔

خلاصۂ بحث

۱- قربانی کے لیے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہے، اس شرط کے ساتھ کہ قربانی کرانے والے پر قربانی واجب ہو چکی ہو، اس طرح کہ اس پر ۱۰/ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو۔

۳- قربانی کے آغاز کے لیے قربانی کرانے والے شخص پر ۱۰/ذی الحجہ کی شب طلوع ہونا ضروری ہے، ساتھ ہی جہاں قربانی کرائی جارہی ہو وہاں بھی ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق کا طلوع ہونا لازم ہے، اور اگر وہ مقام ایسا ہو، جہاں عید الاضحیٰ کی نماز واجب ہو، تو اس جگہ کی سب سے پہلے نماز کا ختم ہونا بھی ضروری ہے، نیز قربانی کا وقت ختم ہونے میں بھی مقام قربانی کا اعتبار ہے، لہٰذا جہاں قربانی کرائی جارہی ہو، اگر وہاں قربانی کا وقت ختم ہوگیا ہو، تو اگرچہ قربانی کرانے والے کے یہاں وقت باقی ہو، قربانی درست نہیں ہے۔

☆☆☆

قربانی کے ایام واوقات- قابل غور پہلو

مولانا اشتیاق احمد الاعظمی ☆

۱- اصولیوں کے یہاں امر کی دو قسم ہے۔(۱) مطلق عن الوقت، (۲) مقید بالوقت، **والأمر نوعان: مطلق عن الوقت کالزکوٰۃ وصدقۃ الفطر ومقید به"۔**

عندالاصولیین امر مقید بالوقت کی چار قسمیں ہیں:

(۱) **"إما أن یکون الوقت ظرفا للمودی وشرطا للأداء وسببا للوجوب"** (وقت، مؤدی کے لئے ظرف ہو، ادا کے لئے شرط ہواور وقت سبب وجوب ہو)۔

"والمراد بالظرف أن لایکون معیارا له بل یفضل عنه والمراد بالشرط أن لایصح المامور به قبل وجوده ویفوت بفوته والمراد بالسبب أن لهذا الوقت تأثیرا في وجوب المأمور به" (وقت کے ظرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وقت مأمور بہ کے لئے معیار نہ ہو، بلکہ اس سے فاضل ہو، اور شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وقت کے پائے جانے سے پہلے مامور بہ درست نہ ہواور وقت کے فوت ہوجانے سے مأمور بہ فوت ہوجائے اور سبب کا مطلب یہ ہے کہ مأمور بہ کے وجوب میں اس وقت کی تاثیر ہو)۔

مقید بالوقت کی اس پہلی قسم کی مثال: نماز کا وقت ہے نماز کے لئے۔

(۲) **"أویکون (الوقت) معیارا له وسببا لوجوبه کشهر رمضان"** (دوسری قسم یہ ہے کہ وقت مأمور بہ کے لئے معیار ہواور اس کے وجوب کا سبب ہو، جیسے رمضان

☆ استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم مئو، یوپی

کا مہینہ رمضان کے روزہ کے لئے)۔

"والمعیار هو الذی استوعب المؤقت ولایفضل عنه" (اور معیار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وقت مامور بہ کی ادائیگی میں پورا گھر جائے اور اس سے فاضل بالکل نہ بچے (نورالانوار/۵۵)۔

(۳) "أو یکون معیاراً له لاسبباً کقضاء رمضان والنذر المطلق" (یا وقت مامور بہ کی ادائیگی کے لئے معیار ہو، سبب نہ ہو، جیسے رمضان کی قضاء کا روزہ اور نذر مطلق کا روزہ)۔

(۴) "أویکون مشکلاً یشبه المعیار والظرف یعنی یکون وقت المؤقت مشکلاً أی مشتبه الحال یشبه المعیار من وجه والظرف من وجه" (یعنی وقت مأمور بہ کے لئے مشکل ہو، بعض لحاظ سے معیار سے مشابہ ہو اور بعض اعتبار سے ظرف معلوم ہو، اس چوتھی قسم کی مثال: حج کے لئے حج کا وقت ہے۔ اعمال حج کے اعتبار سے وقت، حج کے لئے معیار ہے کہ ایک سال میں ایک ہی حج ہوسکتا ہے، دو نہیں اور اگر یہ دیکھا جائے کہ حج کا وقت شوال سے شروع ہوتا ہے، لیکن حج کے ارکان کی ادائیگی ذی الحجہ کے چند ایام میں ہوا کرتی ہے تو یہ حیثیت ظرف ہونے کا پتہ دے رہی ہے۔

مقید بالوقت کی ان چاروں قسموں کو سامنے رکھ کر جب اضحیہ پر غور کیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اضحیہ کے لئے وقت ظرف ہے، ادا کے لئے شرط ہے، اور وجوب کا سبب ہے یعنی اضحیہ کا وقت، مقید بالوقت کی پہلی قسم میں داخل ہے۔

رہا یہ سوال کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی کے لئے وقت، نفس وجوب کا سبب ہے، اور وجوب ادا کا سبب، غنی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن الہمام کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"إن سبب وجوب الأضحیة الوقت وهو أیام النحر والغنی شرط الوجوب" (۸/۵۷ فتح القدیر)۔

۲- ایام قربانی میں قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار ہوگا، نہ کہ مقام قربانی کا۔ یعنی قربانی کرنے والا (جس کے نام کی قربانی ہورہی ہے) اس کے مقام کا اعتبار ہوگا، اگر اس کی قیام گاہ پر قربانی کا وقت، ابتدا وانتہا کے لحاظ سے موجود ہوگا تو اس کی طرف سے قربانی درست ہوگی، ورنہ نہیں۔ فقہائے کرام صرف ایک خاص مسئلہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرتے ہیں، مقام مضحی کا نہیں، اور وہ مسئلہ شہری اور دیہاتی کی قربانی کا ہے۔ ہدایہ میں ہے: ''**ثم المعتبر في ذلک مکان الأضحیة حتی لو کان في السواد والمضحی في المصر یجوز کما انشق الفجر ولو کان علی العکس، لایجوز إلا بعد الصلاة**'' (ہدایہ ۴/۴۴۶)۔

قربانی کے ذبح کا وقت یوم النحر کی طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے، لیکن اہل امصار (شہریوں) کے لئے ذبح، امام کے نماز عید پڑھ لینے سے پہلے جائز نہیں، لیکن اہل سواد، طلوع فجر کے بعد نماز عید سے پہلے بھی قربانی کرسکتے ہیں۔ حدیث میں ہے: **عن البراء بن عازبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إن أول ما نبدأ به في یومنا هذا أن نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذلک فقد أصاب سنتنا ومن ذبح قبل فإنما هو لحم قدمه لأهله ولیس من النسک في شئ**'' (مسلم مع النووی ۲/ ۱۵۴)۔

"**وعن الأسود سمع جندباً البجلی قال شهدت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم أضحی ثم خطب فقال: "من کان ذبح قبل أن یصلی فلیعد مکانها ومن لم یکن ذبح فیذبح باسم اللہ**'' (مسلم مع النووی ۲/ ۱۵۴)۔

امام کی نماز سے پہلے شہری کے لئے قربانی جائز نہیں حتی کہ وہ نماز عید سے پہلے ذبح کرتا ہے تو وہ اس کی قربانی متصور نہ ہوگی، لیکن دیہاتی آدمی طلوع فجر کے بعد نماز عید سے پہلے بھی قربانی کرسکتا ہے۔ اس مسئلہ میں اگر کوئی شہری اپنے قربانی کا جانور کسی دیہات میں رکھے ہو اور اس کا دیہاتی ساتھی اس کی طرف سے قربانی کردے تو یہ قربانی اس شہری کی طرف سے ہوجائیگی۔

یہی وہ مسئلہ ہے، جہاں مکان اضحیہ کا اعتبار ہوا، نہ کہ مکان مضحی کا، کہ قربانی کا جانور دیہات میں تھا، گرچہ اس کا مالک شہر میں تھا، پھر بھی اس کی قربانی شہری کی طرف سے قبل الصلاۃ جائز ہوگئی۔

لیکن اگر مضحی اور اس کے ساتھی وکیل کے درمیان اتنا طویل فاصلہ ہو کہ مضحی پر یوم النحر کی صبح صادق طلوع نہ ہوئی ہو اور وکیل جہاں پر ہے وہاں دس ذی الحجہ شروع ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اس موکل مضحی کی طرف سے دور رہنے والے وکیل کے ذریعہ قربانی درست نہ ہوگی، یہاں مکان مضحی کا لحاظ ہوگا نہ کہ مکان اضحیہ کا، کیونکہ سبب وجوب کے پائے جانے سے پہلے مامور بہ کو انجام دینا درست نہیں ہوا کرتا۔ جیسے نماز کے وقت کے آنے سے پہلے نماز پڑھ لینے سے نماز ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتی، چونکہ قربانی کا وقت قربانی کے وجوب کے لئے سبب ہے، اس لئے جب موکل پر فجر طلوع نہیں ہوئی تو اس پر ابھی قربانی کا وجوب نہیں ہوا، اس صورت میں وکیل جس کے یہاں ایک روز پہلے ہی دس ذی الحجہ شروع ہو چکی ہے، اپنے موکل کی طرف سے اسی روز قربانی کر دے گا تو یہ قربانی قبل الوجوب ہوگی، جو درست نہیں، کیونکہ: **تقدیم المسبب علی السبب لایجوز أصلا**'' (نور الانوار ۵۷)۔

جمہور فقہاء (حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک ایام اضحیہ تین ہیں: عید کا دن اور ایام تشریق کے پہلے دو دن، یعنی ذی الحجہ کی ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ تاریخ۔ موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں مذکور ہے:

''**ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أن أيام التضحية ثلاثة: وهي يوم العيد واليومان الأولان من أيام التشريق**'' (موسوعہ فقہیہ ۵/ ۹۳)۔

جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام میں حضرت عمر، علی، ابو ہریرہ، انس، ابن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے خبر دی ہے کہ ایام نحر تین ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ مقادیر میں رائے کا دخل نہیں ہوا کرتا، تو یہ ضروری ہے کہ ان صحابۂ کرام نے ایام نحر کے تین دن ہونے کی خبر حضور اکرم ﷺ سے سن کر دی ہے (موسوعہ فقہیہ ۵/ ۹۳)۔

یہاں ایک دوسری رائے ایام اضحیہ کے چار دن کے ہونے کی بھی ہے اور یہی قول شافعیہ کا ہے اور حنابلہ کا دوسرا قول بھی یہی ہے اور علامہ ابن تیمیہ کا مذہب مختار بھی یہی ہے۔ اور بعض صحابہ مثلاً حضرت علی اور ابن عباس اور جبیر بن مطعمؓ کا یہی مذہب ہے۔

ان حضرات کی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''**كل أيام التشريق ذبح**'' (أخرجه ابن حبان وأحمد، بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۵/ ۹۳)۔

اگر قربانی کرنے والے کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو تو وہ کسی ایسے وکیل سے اپنی قربانی نہیں کروا سکتا جو کہ ایسے مقام پر موجود ہو، جہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو چکی ہو، اس لئے کہ قربانی اراقۃ الدم کا نام ہے اور مقید بالوقت عبادت ہے، **لأن الإراقة لاتعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع في وقت مخصوص، فاقتصر على الوقت المخصوص**'' (بدائع ۴/ ۲۰۲)۔

اس لئے جہاں اراقۃ الدم عمل میں آ رہا ہو، وہاں بھی ایام اضحیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور صورت مسئولہ میں وکیل کے یہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو چکی ہے، اس لئے وہ اپنے ایسے مؤکل کی طرف سے جس کے یہاں ابھی ۱۲/ ذی الحجہ ہی ہے، قربانی نہیں کر سکتا ہے۔ گویا اس صورت میں بھی قربانی کرانے والے کے حق میں مکان اضحیہ میں وقت اضحیہ کی موجودگی کا لحاظ کیا گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا مفتی محمد عثمان عفی عنہ☆

قربانی کے سبب وجوب میں علماء کے اقوال

۱- بعض نے رأس کو سبب وجوب مانا ہے جیسا کہ اس کو صاحب درمختار نے تاتارخانیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے: "**سببها الوقت وقيل الرأس وقدمهٔ في التاتار خانية**" (اضحیہ کا سبب وقت ہے اور کہا گیا ہے کہ راس ہے اور اسی کو تاتارخانیہ میں راجح قرار دیا ہے)۔

۲- اور بعض نے وقت کو سبب وجوب مانا ہے، اکثر فقہاء نے اسی کو ترجیح دی ہے، کیوں کہ سببیت کی علامت وقت میں پائی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ حکم اضحیہ وقت ایام النحر کی طرف مضاف ومنسوب ہوتا ہے اور ایام النحر کے عود کرنے سے حکم اضحیہ عود کرآتا ہے، اور حکم جس کی طرف مضاف ومنسوب ہوتا ہو اور جس کے مکرر ہونے سے مکرر ہو وہی اس کا سبب ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا حکم اضحیہ کا سبب وقت ہوگا، کیوں کہ علامت اسی میں موجود ہے جیسا کہ صاحب عنایہ علامہ بابرتی نے اس کی تصریح کی ہے: "**وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا وكذا إذا لازمه وتكرر بتكرره كما عرف في الأصول ثم إن الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهو ظاهر۔ وقد أضيف السبب إلى حكمه۔**

☆ استاذ مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور، یوپی

يقال يوم الأضحى فكان كقولهم يوم الجمعة ويوم العيد، ولانزاع في سببية ذالک، ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة على وقتها" (عنایۃ علی ہامش الفتح ۵۰۵/۹)۔

سببیت وقت پر ایک اعتراض

لیکن تکملہ فتح القدیر میں وقت کو سبب اضحیہ ماننے پر ایک اعتراض کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں: أقول فيه نظر، لأن الوقت لما كان شرط وجوب الأضحية كما صرح به لم يبق مجال أن يكون سببا لوجوبها، لأن الشئ الواحد لايصح أن يكون شرطا وسببا لشئ واحد آخر، إذ قد تقرر في علم الأصول أن الشرط والسبب قسمان قد اعتبر في أحدهما ماينافي الآخر فإنه قد اعتبر في السبب أن يكون موصلا إلى المسبب في الجملة، وفي الشرط أن لايكون موصلا إلى المشروط أصلا بل كان وجود المشروط متوقفا عليه، ومن الممتنع أن يكون شئ واحد موصلا إلى شئ واحد آخر، وأن يكون موصلا إليه في حالة واحدة لاجتماع النقيضين" (تکملہ فتح القدیر ۵۰۶/۹)۔

وقت کو سبب اضحیہ ماننے میں ایک اعتراض ہے:

اعتراض یہ ہے کہ جب وقت وجوب اضحیہ کے لئے شرط ہے جیسا کہ اس کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے تو پھر وقت کے وجوب اضحیہ کے لئے سبب ہونے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے، اس لئے کہ ایک شئ کا شرط اور سبب دونوں ہونا ایک ہی چیز کے لئے کبھی بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ علم اصول میں یہ بات متحقق ہوچکی ہے کہ شرط اور سبب دونوں دو قسمیں ہیں، ان دونوں میں سے ایک میں اعتبار ان چیزوں کا ہوتا ہے جو دوسرے کے منافی ہو، بلاشبہ سبب

میں اس بات کا اعتبار ہے کہ مسبب کی جانب فی الجملہ موصل ہو اور شرط میں اس کا اعتبار ہے کہ وہ مشروط کی جانب بالکل موصل نہ ہو بلکہ مشروط کا وجود شرط کے وجود پر موقوف ہے اور محالات میں ہے کہ ایک شئ ایک ہی شئ کی طرف کبھی موصل ہو اور اس کی طرف موصل نہ بھی ہو، ایک ہی حالت میں اجتماع نقیضین کی وجہ سے)۔

اعتراض کا جواب

اعتراض مذکور کا بھی وہی جواب دیا جا سکتا ہے جو وقت صلوٰۃ کے سلسلے میں دیا گیا ہے:
"إن الوقت هو سبب للوجوب وشرط للأداء" کہ وقت اضحیہ کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے اور ادا اضحیہ کے لئے شرط بھی ہے جیسا کہ وقت، وجوب نماز کے لئے سبب ہونے کے ساتھ ادائیگی کے لئے شرط بھی ہے (تکملہ ۲۱۱/۴)۔

وقت نفس وجوب کا سبب ہے

"أما وقت الوجوب فأيام النحر، فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلوٰة والصوم ونحوهما وأيام النحر ثلاثة ...... أنها تجب في وقتها وجوبا موسعا ومعناه أنها تجب في جملة الوقت غير عين لوجوب الصلاة في وقتها ففي أى وقت ضحى من عليه الواجب كان موديا للواجب سواء كان في أول الوقت أو وسط أو آخره كالصلاة الخ"
(بدائع الصنائع ۱۹۸/۴)۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ وقتِ وجوب ایام نحر ہیں، لہٰذا وقت آنے سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ واجبات موقتہ اپنے وقت سے پہلے صحیح نہیں ہوتے ہیں، جیسا کہ نماز و روزہ وغیرہ۔ اور ایام نحر کل تین دن ہیں، اور یہ وجوب پورے وقت میں (یعنی ایام نحر) میں دائر

رہے گا۔ وجوب کے لئے اس کا کوئی جز متعین نہیں، جیسا کہ وجوبِ نماز اپنے وقت میں، پھر اس پر تفریعات کو ذکر کرتے ہوئے مسائل ذیل کو ذکر فرمایا ہے:

۱- اگر ابتدائے وقت میں وجوب کے شرائط مفقود ہوں اور انتہاء وقت میں شرائط وجوب پائی جائیں تو قربانی واجب ہو جائے گی۔

۲- اگر ابتدائے وقت میں شرائطِ وجوب موجود ہوں اور واجب ادا نہ کرے، انتہائے وقت میں شرائط وجوب معدوم ہو جائیں تو وجوب ساقط ہو جائے گا۔

۳- جس کے ذمہ قربانی واجب نہ ہو وہ ابتدائے وقت میں نفل قربانی کرے، بعد میں جب شرائط وجوب پائی جائیں تو دوبارہ قربانی واجب ہوگی۔

مذکورہ بالا تفریعات سے واضح ہو جاتا ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

(حاصل) یہ ہے کہ نماز کے لیے وقت کا جو درجہ ہے وہی درجہ قربانی کے لئے بھی وقت کا ہے۔ یعنی نماز کی طرح سے وقت اضحیہ کے لیے بھی سبب، شرط، ظرف تینوں کی حیثیت رکھتا ہے "إن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلاة الخ"۔

مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا مقام مضحی کا اس سلسلہ میں فتاوی

لیکن نفس وجوب کے اعتبار سے مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا من علیہ الاضحیہ کے مقام کا اعتبار ہوگا، یہ مسئلہ ہندوستان و پاکستان کے اصحاب فتاوی کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ فتاوی دارالعلوم کراچی سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انھوں نے نفس وجوب میں مقام مضحی کا اعتبار کیا ہے۔ لہٰذا جس جگہ قربانی ہے اگر وہاں ایام نحر (دسویں ذی الحجہ) کی ابتدا ہو گئی۔ لیکن صاحب اضحیہ کے یہاں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع نہیں ہوئی تو قربانی صحیح نہ ہونے کا فتوی دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس صاحب فتاویٰ رحیمیہ نے مقام قربانی کا اعتبار کرتے ہوئے قربانی کو صحیح مانا ہے۔

ذیل میں وہ فتوی مع سوال وجواب درج ہے:

دارالعلوم کراچی پاکستان کا فتوی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ جو پاکستانی پاکستان میں رہ رہا ہو اور وہ اپنی قربانی مثلاً افغانستان میں کراتا ہو اور افغانستان میں عید ایک دن قبل ہو جائے جیسا کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اور اس کا جانور وہاں پر پہلے دن ذبح ہو جائے تو یہ قربانی شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ (المستفتی: محمد عبداللہ کراچی)۔

قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے جو کہ یوم نحر کے طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے اور غنی یعنی مالک نصاب ہونا یہ شرط وجوب ہے، اور مثلاً شہری کے حق میں قربانی کا نماز عید کے بعد انجام دینا یہ شرط ادا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یوم نحر کے طلوع صبح صادق سے پہلے قربانی کا سرے سے وجوب ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ نماز ہے، کہ وقت نماز داخل ہونے سے پہلے نماز فرض ہی نہیں ہوتی، لہٰذا اگر کسی نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کی تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے یوم نحر سے پہلے قربانی کی؛ یا کرائی تو وہ بھی شرعاً معتبر نہیں ہوگی۔ فقہائے کرام کی وہ عبارات جن سے صراحۃً یا دلالۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے، ان عبارات کا تعلق اداء سے ہے اور قربانی کے سلسلہ میں ادا میں بلاشبہ مکان اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہے۔

۱- شہری آدمی اگر اپنا جانور، دیہات بھیج دے اور خود وہ شہر میں ہے تو یہ جانور دیہات میں اگر طلوع فجر کے ساتھ ہی ذبح ہوا تو بھی یہ قربانی شرعاً معتبر ہوگی، اگر چہ ابھی اصل قربانی کنندہ کے شہر میں نماز عید نہ ہوئی ہو۔

۲- اس کے برعکس اگر دیہاتی آدمی اپنا جانور شہر کو بھیج دے اور خود وہ دیہات میں ہے تو یہ جانور شہر میں اگر طلوع فجر کے ساتھ ذبح ہوا تو قربانی شرعاً معتبر نہیں ہوگی حالانکہ اصل ذبح

کرانے والے کے یہاں عید کی نماز واجب ہی نہیں۔

۳- زید خود کراچی میں ہے اور اس کے اہل وعیال پشاور میں ہیں، وہ اپنے گھر والوں کو خط میں لکھتا ہے کہ پشاور میں میری طرف سے قربانی کے طور پر بکرا ذبح کریں۔ چنانچہ وہ لوگ ذبح کر لیتے ہیں تو اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں پشاور میں نماز عید ادا ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ہوگا نہ کہ کراچی کا جہاں قربانی کرانے والا یعنی زید رہ رہا ہے، ان تمام مثالوں کا تعلق ادا سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ادا میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ادا کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اس عمل کا پہلے سے مکلّف کے ذمہ نفس وجوب ہو چکا ہو جیسا کہ شروع میں مذکور ہوا، کیوں کہ وجوب سے قبل ادا کا اعتبار نہیں، اور نفس وجوب کا تعلق ذمہ مکلّف سے ہوتا ہے، اور ذمہ کا محل مکلّف ہے، مال نہیں، لہٰذا نفس وجوب میں مکلّف یعنی (فاعل) کے فعل کا اعتبار ہوگا اور نفس وجوب کا سبب یوم نحر ہے جیسا کہ گذشتہ صفحہ میں مذکور ہوا۔ لہٰذا نفس وجوب میں یہ دیکھا جائے گا کہ جہاں مضحی (قربانی کرنے یا کرانے والا) رہ رہا ہے وہاں یوم النحر ہو چکا ہے یا نہیں، اگر یوم نحر ہو چکا ہے تو نفس وجوب ہو گیا۔

اب دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں خود قربانی کرے یا اس کی اجازت سے دوسرا کوئی آدمی کرے دونوں صورتوں میں یہ قربانی شرعاً ادا ہو جائے گی۔ لیکن مضحی جہاں رہ رہا ہے وہاں یوم نحر اگر نہیں ہوا ہے تو جس طرح اس وقت یہ خود قربانی نہیں کر سکتا اسی طرح اس کی طرف سے کوئی اور بھی نہیں کر سکتا اگر چہ وکیل (دوسرا شخص) کے شہر یا ملک میں یوم نحر شروع ہو چکا ہو۔

اس تفصیل سے یہ بات بالکل صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص مثلاً پاکستان میں رہ رہا ہے اور وہ اپنی قربانی مثلاً افغانستان میں کراتا ہے تو نفس وجوب کے وقت میں پاکستان کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اگر افغانستان میں پاکستان سے ایک دن پہلے عید الاضحیٰ ہوئی اور اس پاکستانی کا جانور افغانستان میں پہلے دن ذبح ہوا تو یہ قربانی شرعاً معتبر نہیں ہوگی۔ اس لئے دوسرے ممالک

میں قربانی کرنیوالوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے وکیلوں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ ہمارے جانورکو اس دن ذبح کریں جس دن ہمارے یہاں بھی ایام نحر ہواور برطانیہ کا وقت پاکستان کے وقت سے پانچ گھنٹہ پیچھے ہے۔ مثلاً جب پاکستان میں ساڑھے چھ بج رہے ہوتے ہیں تو اس وقت برطانیہ میں رات کا ڈیڑھ بج رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ایک آدمی برطانیہ میں رہ رہا ہے اور وہ اپنی قربانی پاکستان میں کراتا ہے تو جب تک برطانیہ میں یوم نحر کی صبح صادق طلوع نہ ہو اس وقت تک اس کا جانور پاکستان میں ذبح کرنا درست اور معتبر نہیں۔

"لأن نفس الوجوب لم يتحقق في ذمته كما مرفي فتح القدير: إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب الخ والله تعالىٰ اعلم وعلمه أتم وأحكم" عصمت اللہ عصمہ اللہ۔

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴، ۱۵/۸/۲۰ ۱۴۲ھ

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، احقر محمد محمود اشرف غفر اللہ لہ، محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ، احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ، بندہ عبد الرؤف غفرلہ، محمد کمال الدین راشدی، اصغر علی درانی، محمد عبد المنان عفی عنہ (مفتیان ونائب مفتیان دارالعلوم کراچی۔ فتوی نمبر ۳۹۳)۔

حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ کا فتوی

بھائی عبد الرشید نے مدراس سے یہاں (حیدرآباد میں) قربانی کرنے کو لکھا ہے، وہاں عید پیر کو ہے اور یہاں اتوار کو، ان کی قربانی ہم یہاں اتوار کو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پیر کو کرنا ہوگی؟ بینوا وتوجروا۔

قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے، قربانی کرنے والے کی جگہ کا نہیں ہوتا، چنانچہ اگر قربانی والا شہر میں ہو اور وہ اپنا قربانی کا جانور ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی

نماز نہیں ہوتی، اور وہاں صبح صادق کے بعد اس کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اس شہر والے کی قربانی درست ہو جائے گی۔

ہدایہ آخرین میں ہے:"والمعتبر في ذلك مكان الأضحية حتى لو كانت في السواد والمضحي في المصر يجوز كما انشق الفجر، ولو كان على العكس لايجوز إلا بعد الصلوٰة وحيلة المصرى إذا أراد التعجيل أن يبعث بها إلى خارج المصرى فيضحي بها كما طلع الفجر الخ (ہدایہ آخرین/۴۳۰ کتاب الأضحیۃ)۔

در مختار میں ہے: "والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه فحيلة مصرى أراد التعجيل أن يخرجها خارج المصر فيضحي بها إذا طلع الفجر مجتبى (درمختار) قوله والمعتبر مكان الأضحية الخ) فلو كانت في السواد والمضحي في المصر جازت قبل الصلوٰة وفي العكس لم تجز قهستاني" (در مختار وشامی/۵/۲۷۸، کتاب الأضحیۃ)۔

صورت مسئولہ میں عبد الرشید بھائی نے مدراس سے آپ کو حیدرآباد میں اپنی قربانی کرنے کے لئے لکھا ہے اور اس مدراس میں پیر کو عید الاضحیٰ ہے، اور آپ کے یہاں اتوار کو تو آپ بلا تکلف ان کی قربانی اتوار کو کر سکتے ہیں، ان کی قربانی صحیح ہو جائے گی فقط۔ واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۴۱)۔

ترجیح

لیکن بندہ کے خیال میں صاحب فتاویٰ رحیمیہ کا فتویٰ راجح معلوم ہوتا ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

صاحب بدائع نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ ہر ایسی عبادت جو مؤقت بوقت ہو اور اس عبادت میں نیابت کی اجازت ہو تو ایسی عبادتوں کے وقت میں لحاظ نائب اور وکیل کا کیا

جائے گا نہ کہ مؤکل اور اصیل کا۔ کیوں کہ یہ ضابطہ مطلق ہے اس میں اس کی کوئی تفصیل موجود نہیں کہ جب وقت شرط ہو تو وکیل کا اعتبار ہوگا اور جب وقت سبب وجوب ہو تو مؤکل کا اعتبار ہوگا۔ بلکہ یہ ضابطہ مطلق ہونے کی وجہ سے ہر مؤقت بوقت کو شامل ہوگا، خواہ وقت سبب وجوب ہو یا شرط ہو یا ظرف ہو وغیرہ۔ یعنی جیسا کہ حج بدل میں نائب کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ ''القربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لافي المفعول عنه'' (بدائع ر ۲ ر ۲۱۳)۔

۲- جس طرح سے کوئی عبادت نفس وجوب سے قبل ادا نہیں کی جاسکتی ہے اسی طرح سے بغیر شرط کے بھی کسی عبادت کی ادائیگی صحیح نہیں ہوسکتی ہے، تو جب شرط ادا میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرلیا گیا تو نفس وجوب میں مقام اضحیہ کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے۔

۳- جو وقت اضحیہ کے لئے سبب وجوب ہے وہی وقت شرط ادا بھی ہے جیسا کہ صاحب بدائع نے اس کی تصریح کی ہے، تو جب شرط ادا میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرلیا گیا تو لازمی طور پر خود بخود نفس وجوب میں بھی مقام اضحیہ کا اعتبار ہوجائے گا، جیسا کہ ظاہر ہے (بدائع ۴ر ۲۱۱)۔

۴- راجح قول کے مطابق اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں (احسن الفتاوی، رسائل ابن عابدین ۱ر ۲۳۱)۔

لہٰذا جب مقام اضحیہ میں ایام نحر شروع ہوگئے تو وکیل اور فاعل کے اعتبار سے صاحب اضحیہ کے حق میں نفس وجوب کا تحقق ہوجائے گا اور وکیل اپنے اعتبار سے ادائیگی کا مکلّف ہے نہ کہ مؤکل کے اعتبار سے۔

۵- عبادت مالیہ میں نفس وجوب کے تحقق میں مقام مال کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ مقام مالک کا۔ مثلاً ضرورت سے زائد مال تجارت کسی دوسرے شہر میں وکیل وغیرہ کے پاس ہو، اور اصل مالک کسی دوسرے شہر میں ہو، اور وہ مال تجارت مقام مالک کے اعتبار سے بقدر نصاب نہ ہو، لیکن مقام مال میں بقدر نصاب ہو تو مالک پر نفس وجوب اسی مال سے متحقق ہوجائے گا۔ اسی

طرح اضحیہ میں بھی مقام اضحیہ کے اعتبار سے نفس وجوب کا تحقق ہوگا۔ ''لو بعث عبداً للتجارة في بلد آخر يقوم في البلد الذي فيه العبد'' (شامی ۲۱۱/۳، زکریا)۔

۶-حرم میں قربانی کروانے کا دستور زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے اس کے باوجود فقہاء کا اس مسئلے سے سکوت اختیار کرنا دلیل ہے کہ اصل اعتبار مقام اضحیہ کا ہے۔

۷-قربانی کے سبب وجوب میں اختلاف بھی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ بعض کے نزدیک سببِ وجوب رأس ہے اور بعض کے نزدیک وقت، اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ وقت کا سببِ وجوب ہونا منصوص نہیں ہے، لہٰذا اگر رأس کو سبب وجوب مان لیا جائے تو تمام اشکال ہی ختم ہوجائیں گے۔

شرط ادا میں مقام قربانی کا اعتبار

اتنی بات متفق علیہ ہے کہ شرط ادائیگی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا تیرہ ذی الحجہ کو قربانی کرنا صحیح نہیں، اگرچہ صاحب اضحیہ کے حق میں بارہ تاریخ ہی کیوں نہ ہو۔ ''ويعتبر مكان المذبوح لامكان المالك'' (خانیہ ۳۴۵/۳، کوئٹہ)۔

قربانی سے متعلق خلاصۂ جواب

۱-اکثر علماء کے نزدیک وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔ (شامی ۹/ ۴۵۳، ہدایہ ۱۹۸/۴، عنایہ علی تکملۃ فتح القدیر ۵۰۵/۱۰)۔

۲-قربانی کرنے والے کے مقام کا نہیں بلکہ مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

۳-جس جگہ قربانی کرنی ہے اگر وہاں تیرہ ذی الحجہ ہو تو قربانی صحیح نہیں ہوگی، اگرچہ قربانی کرنے والے کے یہاں بارہ ذی الحجہ ہی ہو۔

☆☆☆

اضحیہ میں مقام اور وقت کا اعتبار

مولانا ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

دور جدید کی ترقیوں کی بنا پر تعلیم اور روزگار کے لئے وطن سے دور دراز علاقوں میں رہائش کے مواقع آج زیادہ ہوگئے ہیں، نیز ذرائع مواصلات کی فراوانی اور سستے ہونے کی وجہ سے لوگ ہر علاقہ کے حالات سے واقف ہورہے ہیں، اور دوریوں کی مشکلات کم ہوتی جارہی ہیں، دنیا میں کہیں غربت زیادہ ہے اور کہیں کم ہے، ایسی صورت میں اگر غربت زدہ علاقوں میں قربانی کرائی جائے تو قربانی کے گوشت اور اس کی کھال سے غریبوں کو زیادہ فائدہ پہونچایا جاسکتا ہے، اسی بنا پر وطن مالوف سے دور رہنے والے حضرات اپنے غریب وطن میں قربانی دلانے کو ترجیح دیتے ہیں، صلہ رحمی کے تقاضہ سے یہ بہتر بھی ہے، لیکن دور دراز کے دو علاقوں کی تاریخوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے، ایک علاقہ میں قربانی کا وقت شروع ہوجاتا ہے، تو دوسری جگہ قربانی کا وقت شروع نہیں ہوتا یہی حال قربانی کے وقت کے اختتام کا بھی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تاریخ اور وقت کے نمایاں فرق کی بنا پر جو مسائل پیدا ہورہے ہیں ان پر غور وخوض کرکے ان کا شرعی حل پیش کیا جائے، تاکہ امت کے لئے شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آسانی پیدا ہو، اور قربانی کے ذریعہ غرباء کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچایا جاسکے۔

☆ لکچرر گورنمنٹ جونیر کالج ظہیر آباد، اے۔پی

ا-قربانی کا وقت

قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے، قربانی وقت شروع ہونے سے پہلے جائز نہیں، اور وقت گزرنے کے بعد زندہ جانور صدقہ کرنا واجب ہے، ملک العلماء علامہ کاسانیؒ (م:۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

"وأما وقت الوجوب فأيام النحر، فلا تجب قبل دخول الوقت، لأن الواجبات المؤقتة لاتجب قبل أوقاتها، كالصلاة والصوم ونحوهما" (بدائع الصنائع ۴/۱۹۸ط: دارالکتاب، دیوبند)۔

(بہر حال قربانی کے وجوب کا وقت تو وہ نحر کے ایام ہیں، لہٰذا وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ وقت کے ساتھ محدود واجبات ان کے اوقات سے پہلے واجب نہیں ہوتے، جیسے: نماز، روزہ وغیرہ)۔

ملک العلماء آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور بہر حال وہ مسئلہ جو قربانی کے وقت سے متعلق ہے، وہ یہ ہے کہ وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے، کیوں کہ وقت جیسا کہ وجوب کی شرط ہے، ویسے ہی واجب کی ادائیگی کے جائز ہونے کی شرط ہے، جیسا کہ نماز کا وقت ہے، چنانچہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قربانی کے پہلے دن صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے قربانی کرے، صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی جائز ہے (بدائع الصنائع ۴/۲۱۱)۔

علامہ شامیؒ نے "النہایۃ" کے حوالہ سے لکھا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے نہ کہ وجوب ادا کا، کیوں کہ غریب پر قربانی واجب نہیں، گرچہ سببِ وجوب (وقت) پایا گیا ہو، لیکن غنا کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے قربانی واجب نہیں۔

"ثم حقق أن السبب هو الوقت، لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم

إليه وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا، وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره، وقد تكرر وجوب، الأضحية بتكرر الوقت ...... والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة، وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهو الغنى وإن وجد السبب. اهـ" (ردالمحتار ۹/ ۳۷۹، ط: دار الکتاب، دیوبند)۔

(پھر یہ بات محقق ہے کہ سبب وہی وقت ہے، اس لئے کہ سبب حکم کی اپنی طرف نسبت اور اس سے تعلق کی بنا پر جانا جاتا ہے، کیوں کہ کسی چیز کی دوسری چیز کی طرف اضافت کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ سبب ہو، اسی طرح جب یہ اس کے لئے لازم ہو تو اس کی تکرار سے مکرر ہوتا ہے، چنانچہ قربانی کا وجوب یقیناً وقت کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتا ہے ......اور وقت کے سبب ہونے کی دلیل وقت سے پہلے قربانی کا ممنوع ہونا ہے، جیسا کہ وقت سے پہلے نماز ممنوع ہے البتہ فقیر پر قربانی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے واجب نہیں ہے اور وہ (شرط) غنی ہے، اگرچہ سبب پایا گیا)۔

علامہ کاسانیؒ اور علامہ شامیؒ دونوں نے قربانی کے سبب کو نماز اور روزے کی مانند قرار دیا ہے، جب کہ نماز و روزہ کے لئے وقت سبب وجوب ہے، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

۲- مقامِ قربانی کا اعتبار

ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس مقام کا اعتبار ہوگا جہاں قربانی دینے والا مقیم ہو، علامہ کاسانیؒ نے اس بارے میں پوری وضاحت سے لکھا ہے:

''اس بارے میں بکری کی جگہ کا اعتبار ہوگا، نہ کہ اس کی قربانی دینے والے کی جگہ کا، اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ نے ''نوادر'' میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا: میں موضع ذبح کا خیال کرتا

ہوں، نہ کہ مذبوح عنہ کی جگہ کا، اسی طرح امام حسنؒ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا جہاں ذبح کا عمل ہو رہا ہو، نہ کہ اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا جہاں مذبوح عنہ موجود ہو، یہ اس بنا پر ہے کہ ذبح ثواب کا کام ہے، لہٰذا ثواب کے کام کی جگہ کا اعتبار ہوگا، نہ کہ مفعول عنہ کی جگہ کا'' (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۳)۔

علامہ حصکفیؒ نے بھی مختصراً یہی بات کہی ہے:

''والمعتبر مكان الأضحية، لامكان من عليه'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۳۸۶، نیز دیکھئے: ہدایہ ۴/ ۴۴۶)۔

(اور اعتبار قربانی کی جگہ کا ہے نہ کہ قربانی دینے والے کی جگہ کا)۔

۳- قربانی کے وقت کا اختتام

قربانی کے آغاز کے لئے ضروری ہے کہ قربانی دینے والے شخص کے یہاں دسویں ذوالحجہ کی صبح طلوع ہوگئی ہو، اور قربانی ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، اگر قربانی کرانے والے شخص کے یہاں بارہویں ذوالحجہ ہو، اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں تیرہویں ذوالحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہوگا، علامہ علاؤالدین کاسانیؒ نے وضاحت کی ہے:

''اگر آدمی ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں، اس نے ان کو لکھ بھیجا کہ اس کی طرف سے قربانی کردیں، تو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہوگا، چنانچہ انہوں نے کہا کہ گھر والوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ لوگ اس وقت تک قربانی نہ کریں جب تک کہ وہاں کا امام نماز سے فارغ نہ ہوجائے، اگر وہ نماز سے پہلے قربانی کرلیں تو جائز نہیں ہوگا، یہی امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ہے۔

اور امام حسن بن زیادؒ نے فرمایا: دونوں شہروں کی نمازوں کا انتظار کیا جائے، اگر ان کو دوسرے شہر کی نماز کے بارے میں شک ہوجائے تو زوال کے وقت تک انتظار کیا جائے، گویا ان

کے نزدیک جب تک دونوں شہروں میں نماز نہ ہوجائے، قربانی نہیں کی جائے گی، اگر ان کو دوسرے شہر کی نماز کے بارے میں شک واقع ہوجائے تو جب تک سورج نہ ڈھل جائے قربانی نہ کی جائے، جب سورج ڈھل جائے تو قربانی کی جائے۔

امام حسنؒ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ دونوں حالتوں کا اعتبار ہوگا، ذبح کی حالت کا بھی اور مذبوح عنہ کی حالت کا بھی، یہ زیادہ بہتر ہے'' (بدائع الصنائع ۴؍ ۲۱۳)۔

علامہ کاسانیؒ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دوسرے شہر یا ملک کے کسی فرد کی طرف سے قربانی موجودہ شہر میں نماز عید سے پہلے جائز نہیں ہے، کیوں کہ موجودہ شہر میں کسی کے لئے بھی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر دوسرے کسی ملک والے کے یہاں بارہویں ذوالحجہ ہو اور اس شہر میں تیرہویں ذوالحجہ ہو، تو دوسرے ملک والے کی طرف سے تیرہویں ذوالحجہ کو اس شہر میں قربانی دینا درست نہیں ہوگا، کیوں کہ اس شہر والے کے لئے بھی ۱۳ویں ذوالحجہ کو قربانی دینا درست نہیں ہے۔

اسی طرح جس شخص کی طرف سے قربانی دی جارہی ہو، اس کے یہاں ذوالحجہ کی تیرہویں تاریخ شروع ہوچکی ہے، اور جہاں قربانی دی جارہی ہے وہاں ۱۲ویں ذوالحجہ ہی ہے، تو پردیس میں رہنے والے شخص کی طرف سے اس کے وطن میں قربانی جائز نہ ہو، کیوں کہ بارہویں ذوالحجہ گزر جانے کی بنا پر اس سے قربانی ساقط ہوگئی، اب اس کے ذمہ زندہ جانور کو صدقہ کرنا واجب ہوگیا، عموماً خلیجی، یورپی اور امریکی ممالک کی قمری تاریخ ہندوستان سے ایک دن آگے رہتی ہے۔ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

''ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر'' (الدر المختار مع رد المحتار ۸؍ ۳۸۸)۔

(اگر قربانی چھوڑ دی گئی اور قربانی کے ایام گزر گئے، تو نذر کے طور پر زندہ جانور

صدقہ کرے)۔

خلاصۂ جوابات

۱-قربانی کے لئے وقت نفسِ وجوب کا سبب ہے۔

۲-قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

۳-قربانی کے آغاز کے لئے ضروری ہے کہ قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۰؍ ویں ذوالحجہ کی صبح طلوع ہوگئی ہو، لیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقامِ قربانی کا اعتبار ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

اضحیہ و مضحی میں کس کے مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی محمد حنیف صاحب ☆

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم!

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے ساتھ دنوں میں جمعہ کو اور سال کے بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کو اور پھر اس کے تینوں عشروں میں سے عشرہ اخیرہ کو خاص فضیلت بخشی ہے اسی طرح ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کو بھی فضل و رحمت کا خاص عشرہ قرار دیا ہے، چنانچہ حج جیسے اہم عبادت کو اسی مہینہ میں اور اسکے پہلے عشرہ میں رکھا گیا ہے، ان دنوں میں بندے کا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور اس کی بڑی قیمت ہے۔ "**عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ما من أيام العملُ الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشرة**" (رواہ البخاری)۔

ان ایام میں سے ایام نحر میں سب سے محبوب عمل قربانی ہے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے: "**عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا**"۔

اس مختصری تمہید کے بعد ہم اصل بحث کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نفس وجوب کا سبب کیا ہے آیا وقت یعنی ایام نحر نفس وجوب کا سبب ہے یا کچھ اور تو یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے، اس کے علاوہ غنی وغیرہ یہ شرائط کے درجہ میں ہے "**وسبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى الذي**

☆ جامعہ اسلامیہ عربیہ کاشف العلوم ایجوکیشن ٹرسٹ جوناگڈھ، گجرات

يتعلق به صدقة الفطر شرط وجوبها" (حاشیہ ہدایہ بحوالہ نہایہ وغیرہ ہدایہ ۴/ ۴۴۳ نیز دیکھئے: حاشیہ القدوری/ ۲۲۸، بحوالہ مجمع الانہر)۔

یہاں یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شہری اور دیہاتی کے لئے قربانی کے وجوب کا سبب ایک ہی ہے یعنی طلوع فجر، البتہ شہر میں عید کی نماز کا ہوجانا یہ شرط ہے شہر میں اضحیہ کی قربانی کی صحت کے لئے "وماعبر به بعضهم من أول وقتها بعد صلوٰة العيد إن ذبح في مصر وبعد طلوع الفجر إن ذبح في غيره قال القهستاني فيه تسامح إذا التضحية عبادة لا يختلف وقتها بالمصر وغيره بل شرطها فأ ل وقتها في حق المصری والقروی طلوع الفجر إلا أنه شرط لأهل المصر تقديم الصلوٰة عليها فعدم الجواز لفقد الشرط لا لعدم الوقت كما في المبسوط وإليه أشير في الهدايه وغيرها" (اللباب ۳/ ۹۹)

"لا يجزيه لعدم الشرط لا لعدم الوقت" (البحرالرائق ۹/ ۳۲۱)۔

(۱) وقت نفس وجوب کا سبب ہے نہ کہ وجوب ادا کا، یہی وجہ ہے کہ جب وقت آتا ہے تو وجوب ثابت ہوتا ہے پھر جب ایک مرتبہ وقت کے اندر قربانی کر دینے کے بعد دوبارہ وقت آتا ہے تو پھر سے وجوب متوجہ ہوجاتا ہے، اگر اس کے علاوہ کوئی اور چیز نفس وجوب کا سبب ہوتی تو پھر آئندہ وقت آنے پر دوبارہ قربانی واجب نہ ہوتی، البتہ جس طرح اسلام قربانی کی صحت کے لئے شرط ہے اور شہر میں تقديم الصلوة على الأضحية شرط ہے اسی طرح صحت اداء کے لئے وقت کا ہونا بھی شرط ہے، وقت کے اندر قربانی کرے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں، اگر قدرت تھی یا اضحیہ متعین کرلیا تھا یا نذر مان لیا تھا لیکن نہیں کیا اور وقت گزر گیا تو اس کو صدقہ کرنا پڑے گا اور اراقہ دم کافی نہیں۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ وقت قربانی کی صحت کے لئے شرط بھی ہے؛ گویہ ایک حیثیت سے سبب ہے اور دوسری حیثیت سے یہ بھی شرائط میں سے ہے صحت اداء کے لئے۔ "من

وجبت عليه الأضحية فلم يضح حتى مضت أيام النحر ثم حضرته الوفاة فعليه أن يوصى بأن يتصدق عنه بقيمة شاة من ثلث ماله لأنه لما مضى الوقت فقد وجب عليه التصدق بقيمة شاة الخ" (بدائع الصنائع ۶۸/۵، کتب خانہ رشیدیہ پاکستان)۔

"فإن لم يفعل ذالک حتى جاء أيام النحر من العام المستقبل فضحى بها عن العام الماضي لم يجز" (عالمگیری ۲۹۷/۵)۔

"وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه" (البنایہ ۳/۱۲)۔

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اگر وقت وجوب کا سبب ہے تو پھر فقیر پر بھی واجب ہونا چاہئے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح مسافر پر بھی واجب ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ غنی وجوب اداء کے لئے شرط ہے اور رہا مسافر تو اس کی وجہ یہ کہ اضحیہ میں بعض ایسے اسباب کو بروئے کار لانا پڑتا ہے جس کو اختیار کرنا یا اس کو حاصل کرنا مسافر کے لئے مشکل ہے، لہٰذا جس طرح اس پر جمعہ واجب نہیں اسی طرح قربانی بھی واجب نہیں۔ "فإن قلت لو كان الوقت سببا لوجبت على الفقير قلت الغنى شرط الوجوب وهي واجبة بالقدرة الممكنة إلى آخره" (بنایہ ۳/۱۲)۔

"غير أن الأداء يختص بأسبابها يشق على المسافر إستحضارها ويفوت بمضى الوقت فلا تجب عليه بمنزلة الجمعة" (ہدایہ ۴۴۳/۴)۔

(۲) ایام قربانی میں محل اضحیہ کا اعتبار ہوگا لیکن اس اعتبار سے کہ محل اضحیہ میں وقت شروع ہو جائے اور ادھر فاعل یا آمر پر یہ وقت شروع ہو چکا ہو جب قربانی کرنے والے پر وقت کے آجانے کی وجہ سے وجوب ثابت ہو جائے اور محل اضحیہ میں وقت آجائے یعنی طلوع فجر ہو جائے اس کے بعد یہ مرحلہ آتا ہے کہ محل اضحیہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ محل آمر کا، اس کا ثمرہ اس صورت

میں ظاہر ہوگا کہ اگر شہری کا جانور دیہات میں ہو اور خود شہر میں مقیم ہو تو قربانی کی صحت کے لئے تقدیم صلوٰ عید شرط نہیں اور اگر جانور شہر میں ہے اور خود کہیں اور ہے تو قربانی کی صحت کے لئے تقدیم صلاۃ عید شرط ہے یعنی محل ذبح اور محل آمر دونوں جگہ وقت ہو جانے کے بعد تقدیم صلوٰۃ عید کے سلسلہ میں محل اضحیہ معتبر ہے نہ کہ مطلق " أن الرجل إذا كان في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم ليضحوا عنه فإنه يعتبر مكان التضحية فينبغي أن يضح عنه بعد فراغ الإمام من صلوته في المصر الذى يضحى عنه" (عالمگیری ۲۹۶/۵)۔

"ثم المعتبر في ذالک مكان الأضحية حتى لوكانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر ولوكان على العكس لايجوز" (ہدایہ ۴۴۶/۴)۔

"ولوكان هو في مصر وقت الأضحية وأهله في مصر آخر فكتب إلى الأهل وأمرهم بالتضحية في ظاهر الرواية يعتبر مكان الأضحية" (قاضی خاں ۲۲۹/۴، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)۔

(۳) اصل یہ ہے کہ مضحی کے لئے بھی وقت کا موجود ہونا ضروری ہے اور محل ذبح میں بھی قربانی کے وقت کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ جو چیز وقت کے ساتھ مقید ہے ان کا حکم ایسے ہی ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ "أما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلوٰة والصوم ونحوهما....ثم لجواز الأداء بعد ذالک شرائط أخر ...... فإن وجدت يجوز وإن لا فلا" (بدائع الصنائع جلد پنجم)۔

البتہ وقت ہو جانے پر شہری کے حق میں ایک شرط زائد کا اعتبار ہے یعنی تقدیم صلوٰۃ عید کا، رہی بات محل ذبح کی تو یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس میں بھی وقت معتبر ہے، لہٰذا وہاں بھی وقت کا موجود ہونا ضروری ہے۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا

مولانا نعیم اختر قاسمی ☆

ذرائع ابلاغ کی حیرت انگیز ترقی نے پوری دنیا کو آج ایک گاؤں بلکہ ایک آفس میں تبدیل کر دیا ہے، حال یہ ہے کہ آج پل پل کی خبریں دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں پہنچ رہی ہیں جب چاہیں معلوم کر سکتے ہیں کہ دنیا کے کس شہر میں دن، تاریخ اور وقت کیا ہے؟ قدیم زمانہ میں ذرائع ابلاغ کی اس قدر ترقی یافتہ شکل کا تصور نہیں تھا، اس لئے زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے کسی صریح فقہی جزئیہ کا موجود نہ ہونا باعث تعجب نہیں، فقہی اصول وقواعد کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں دورِ حاضر کے علماء کی ایک سے زائد رائیں پائی جاتی ہیں۔ فتاویٰ رحیمیہ میں اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ یوں ہے:

''صورتِ مسئولہ میں عبدالرشید بھائی نے مدراس سے آپ کو حیدرآباد میں اپنی قربانی کرنے کے لئے لکھا ہے اور مدراس میں پیر کو عید الاضحیٰ ہے اور آپ کے یہاں اتوار تو آپ بلا تکلف ان کی قربانی اتوار کو کر سکتے ہیں، ان کی قربانی صحیح ہو جائے گی'' (فتاویٰ رحیمیہ ۹/ ۳۱۴)۔

اور دلیل میں وہ مشہور فقہی جزئیہ پیش کیا ہے جو بیشتر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شہری اپنا جانور دیہات کو بھیج دے جہاں نمازِ عید نہ ہوتی ہو تو دیہات میں نماز عید سے پہلے کی گئی

☆ مدرسہ عربیہ مصباح العلوم کوپاگنج، مئو، یوپی

اس کی قربانی درست ہوجائے گی اور اگر صورت اس کے برعکس ہوتو شہر میں دیہاتی کی قربانی نماز عید کے بعد ہی درست ہوگی، کیونکہ قربانی کے اندر مقام اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کے مقام کا (ہدایہ ۴/ ۴۳۰)۔

دوسری طرف رسالۃ البلاغ کراچی میں اسی نوعیت کے ایک استفتاء کا جواب عدم جواز کی صورت میں دیا گیا ہے جس میں تھوڑی تفصیل کے بعد لکھا ہے:

''......اس تفصیل سے یہ بات بالکل صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص مثلاً پاکستان میں رہ رہا ہے اور وہ اپنی قربانی مثلاً افغانستان میں کراتا ہے تو نفسِ وجوب کے وقت میں پاکستان کا اعتبار ہوگا، لہٰذا اگر افغانستان میں پاکستان سے ایک دن پہلے عید الاضحیٰ ہوئی اور اس پاکستانی کا جانور افغانستان میں پہلے دن ذبح ہوا تو یہ قربانی شرعاً معتبر نہیں ہوگی''۔ (انوار رحمت مصنفہ مفتی شبیر احمد صاحب ۳۸۸-۳۸۹)۔

یہاں پر اگر فقہی اصول وقواعد کو پیش نظر رکھا جائے تو مسئلہ کا حکم معلوم کرنے میں سہولت ہوگی۔ علماء اصول نے دو چیزوں کے درمیان فرق کیا ہے: ایک ہے کسی حکم کا سببِ وجوب اور دوسری چیز ہے وجوبِ ادا مثلاً مال زکوٰۃ کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے اور حولان حول وجوب ادا کے لئے شرط ہے (نور الانوار ۵۳)۔

اب سوال یہ ہے کہ وقت یعنی طلوع فجر یوم النحر قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟ تو کتب فقہ میں قربانی کے وجوب کے تعلق سے جہاں بحث کی گئی ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت یعنی یوم النحر کی فجر کا طلوع ہونا قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے، علامہ شامیؒ نے نہایہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے: ''لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا ...... ووجدت الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة

أو العید'' (رد المحتار ۵/ ۱۹۸، کتاب الأضحیۃ)۔

مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کسی حکم کے سبب کو معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اس کی طرف کوئی دوسری چیز منسوب ہو یا اس سے متعلق ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ منسوب الیہ چیز اس کا سبب ہے جیسے کہا جاتا ہے: یوم الجمعۃ یا یوم العید، جس میں یوم سبب ہے جمعہ اور عید کا، اسی طرح یوم الاضحیٰ بھی اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بھی ''یوم'' اضحیہ کا سبب ہے۔

علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''رہی قربانی کے وقت سے متعلق گفتگو تو وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی جائز نہیں کیوں کہ وقت جس طرح وجوب کی شرط ہے اسی طرح وجوب کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے بھی شرط ہے جیسے نماز کا وقت۔ لہٰذا کسی کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ دس ذی الحجہ کی صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے قربانی کرے۔ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد درست ہے۔ خواہ وہ شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا۔ البتہ شہری کے حق میں جواز کے لئے ایک مزید شرط کا اضافہ ہے وہ یہ کہ ہمارے نزدیک نماز عید کے بعد ہی قربانی اس کی درست ہوگی۔ اس سے پہلے نہیں''۔ (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۱)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''أما وقت الوجوب فأیام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتۃ لاتجب قبل أوقاتها کالصلاۃ والصوم ونحوهما'' (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸)۔

مذکورہ عبارتوں کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وقت قربانی کے لئے نفسِ وجوب کا سبب ہے، لہٰذا جس طرح نفسِ وجوب سے پہلے وجوب کی ادائیگی درست نہیں اسی طرح یوم النحر داخل ہونے سے پہلے قربانی بھی درست نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ صورت جس میں قربانی کرانے

والا ایسی جگہ ہو جہاں ابھی یوم النحر کی فجر طلوع نہ ہوئی ہو اس کی طرف سے ایسی جگہ قربانی کرنا جہاں یوم النحر کی فجر طلوع ہوگئی ہو ذمہ میں واجب نہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔ خواہ تاریخ کا فرق ہو یا نہ ہو، مثلاً دو شہروں یا دو ملکوں میں تاریخ ایک ہی ہو مگر دونوں جگہ فجر طلوع ہونے میں کئی گھنٹہ کا فرق ہو تو جب تک قربانی کرانے والا جہاں موجود ہو وہاں فجر طلوع ہو کر اس پر قربانی واجب نہ ہو جائے اس کی طرف سے کسی اور جگہ قربانی کرنا درست نہیں خواہ دوسری جگہ جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں زوال کا وقت ہی کیوں نہ ہو جائے۔

رہا وہ فقہی جزئیہ جس میں مقام اضحیہ کا اعتبا کیا گیا ہے اس میں غور کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق قربانی کے لئے شرط ادا سے ہے نہ کہ نفس وجوب سے یعنی اس جزئیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دیہاتی اور شہری دونوں ہی پر یوم النحر کی فجر طلوع ہونے کی وجہ سے قربانی واجب ہو چکی ہے البتہ شہری کے حق میں قربانی کی ادائیگی کے لئے ایک اور شرط کا اضافہ ہے یعنی نماز عید کی ادائیگی تو ایسی صورت میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرتے ہوئے ایسے شہری کی قربانی درست مان لی جائے گی جس نے اپنا جانور دیہات کو بھیج دیا ہو اور وہاں نماز عید سے پہلے اس کی قربانی کردی گئی ہو۔

لہٰذا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقام اضحیہ کا اعتبار اس وقت درست مانا جائے گا جبکہ صاحب اضحیہ پر فی نفسہ وجوب ثابت ہو چکا ہو ورنہ سبب سے پہلے مسبب کی ادائیگی لازم آئیگی جو درست نہیں (نور الانوار، ۵۳)۔

قربانی کا وقت ختم ہونے میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

جیسا کہ مذکور ہوا، قربانی کے سلسلہ میں ادائیگی کے اندر مقام اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے جہاں قربانی کا جانور ہو وہاں اگر قربانی کا وقت موجود ہو تو قربانی کرنا درست ہے۔ اور اگر وقت قربانی نکل گیا ہو تو پھر درست نہیں۔

خلاصۂ جواب

۱-قربانی کے لئے وقت نفسِ وجوب کا سبب ہے نہ کہ وجوب اداء کا۔

۲-ایام قربانی کے شروع ہونے میں اس مقام کا اعتبار ہوگا جہاں قربانی کرانے والا مقیم ہو۔

۳-قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقامِ قربانی کا اعتبار ہوگا۔



کیا تاریخ کے اختلاف کے باوجود وکیل قربانی کرسکتا ہے؟

مفتی سلمان پالن پوری قاسمی☆

پچھلے چند سالوں سے قربانی کے دو مسئلے موضوع بحث بن گئے ہیں: اول: موکل (مضحی) کے مکان پر قربانی کا وقت شروع نہیں ہوا ہے اور وکیل (اضحیہ) کے مکان پر قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہے، دوم: موکل (مضحی) کے مکان پر قربانی کا وقت ختم ہو چکا ہے اور وکیل (اضحیہ) کے مکان پر قربانی کا وقت موجود ہے۔ ان دونوں مسئلوں میں وکیل کا اپنے موکل کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ان مسائل کے حکم شرعی کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل امور کی تعیین ضروری ہے، اگر فقہ واصول فقہ کی روشنی میں ان کی تعیین ہو جائے، تو ان کا حکم شرعی انشاء اللہ دو اور دو چار کی طرف بالکل واضح ہو جائے گا۔ (۱) عبادات موقتہ (نماز، روزہ، قربانی) میں نفس وجوب اور وجوب ادا کا سبب کیا ہے؟ (۲) وقت عبادات موقتہ میں نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟ (۳) ''المعتبر مکان الأضحیه'' ضابطے کا مقصد و مطلب کیا ہے؟ (۴) قربانی کے متعین تین دن کی ابتدا وانتہاء کے سلسلے میں مکان مضحی کا اعتبار ہے یا مکان اضحیہ کا؟ مذکورہ بالا امور کے متعلق فقہ واصول فقہ کی تصریحات بحوالہ پیش کی جاتی ہیں۔

بطور تمہید یہ بات ذکر کرنی ضروری ہے کہ واجب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مطلق، (۲) موقت۔ پھر واجب موقت کی چار قسمیں ہیں، جن میں سے

☆ مفتی جامعہ خلیلیہ ماہی پالنپور، شمالی گجرات

دو (نماز، روزہ) میں وقت سبب نفس وجوب بھی ہے اور دو یعنی قضائے رمضان اور حج میں وقت سبب نفس وجوب نہیں ہے (نورالانوار ۵۶ ملخصا)۔

کتب اصول فقہ میں اس موقع پر واجبات موقتہ میں چار ہی انواع کو بیان کیا ہے، قربانی کو نہ واجبات مطلقہ اور نہ ہی واجبات موقتہ میں ذکر کیا ہے، جبکہ قربانی بالیقین نماز کی طرح واجب موقت ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں، نیز جس طرح وقت نماز کے لئے سبب نفس وجوب اور ادا کے لئے شرط اور ظرف ہے، اسی طرح وقت قربانی کے لئے بھی سبب نفس وجوب اور ادا کے لئے شرط اور ظرف ہے، البتہ نماز اور قربانی میں دو اعتبار سے فرق ہے: (۱) نماز عبادت بدنیہ ہے اور قربانی عبادت مالیہ ہے۔ (۲) نماز عبادت معقولہ ہے اور قربانی عبادت غیر معقولہ ہے۔

نفس وجوب اور وجوب ادا کا سبب (عبادات موقتہ میں)

نفس وجوب کا ایک سبب حقیقی ہے اور ایک سبب ظاہری ہے، سبب حقیقی ایجاب قدیم ہے، اور ایجاب قدیم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں حکم فرمایا تھا کہ مثلاً زید جب بالغ ہوگا تو اس پر یہ عبادت واجب ہوگی، لیکن چونکہ حکم باری تعالیٰ (ایجاب قدیم) ایک مخفی شئ ہے جس پر بندوں کا مطلع ہونا ممکن نہیں، چنانچہ اسی مجبوری کی وجہ سے، نفس وجوب کا مدار ایک ظاہری چیز یعنی وقت پر رکھا ہے، تاکہ وقت سے نفس وجوب کو سمجھنا آسان ہوجائے، اس لئے وقت بندوں کے حق میں ایجاب قدیم (سبب حقیقی) کے قائم مقام ہے، پس گویا وقت ہی بندوں کے اعتبار سے نفس وجوب میں موثر ہے، اگر چہ درحقیقت موجب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، وقت مؤثر بالذات نہیں، اور وجوب ادا کا سبب حقیقی طلب کا فعل کے ساتھ متعلق ہونا ہے اور اس کا سبب ظاہری خطاب (امر) ہے۔

''فالوجوب سببه الحقيقى هو الإيجاب القديم وسببه الظاهرى هو

الوقت ووجوب الاداء سببه الحقيقى تعلق الطلب بالفعل وسببه الظاهرى اللفظ الدال على ذلك"(شرح التلویح ۱/۳۸۱، فصل فی المامور بہ، مکتبہ عباس بن احمد الباز)۔

وقت عبادات موقتہ میں نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟

وقت عبادات موقتہ یعنی نماز، روزہ اور قربانی میں نفس وجوب کا سبب ہے، کیونکہ یہ بات تو مسلم ہے کہ عبادات کا نفس وجوب اسباب سے ثابت ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ عبادات موقتہ (نماز، روزہ، قربانی) میں اسباب سے مراد کیا ہے؟ صفات مکلّف (اسلام، عقل، بلوغ، اقامت، ملک نصاب وغیرہ) یا اوقات؟ اس کا جواب وضاحت کے ساتھ فقہ واصول فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ عبادات موقتہ میں اسباب سے مراد اوقات ہیں نہ کہ صفات مکلّف، اور اس سلسلے میں کتب فقہ میں صریح عبارات موجود ہیں:

"**والحاصل أن أصل الوجوب يثبت بالسبب ...... ووجوب الأداء يثبت بالخطاب**" (کشف الأسرار ۲/ ۴۹۴ مکتبہ عباس بن احمد الباز)۔

(حاصل یہ کہ اصل وجوب سبب سے ثابت ہوتا ہے اور وجوب ادا خطاب سے ثابت ہوتا ہے)۔

"**فسبب وجوب الصلوٰة الوقت ...... ولاوجوب قبل الوقت فكان ثابتا بدخول الوقت**" (اصول الشاشی/ ۹۹، فصل الاحکام الشرعیۃ تتعلق بأسبابها)۔

(نماز کے واجب ہونے کا سبب وقت ہے اور وقت سے پہلے نفس وجوب نہیں تھا، لہٰذا وہ وقت داخل ہونے سے ثابت ہوا)۔

"**إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنا شرط الوجوب**" (فتح القدیر ۹/ ۵۱۹)۔

(قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے اور وہ ایام نحر ہیں اور غنا وجوب کی شرط ہے)۔

"(ثم هو) أى الوقت لما بين أن الوقت سبب للوجوب أراد أن يبين أن المراد بالوجوب نفس الوجوب لاوجوب الأداء" (التوضیح مع شرح التلویح ۱/۳۸۱، نمل فی المامور بہ، مکتبہ عباس بن احمد الباز)۔

(پھر وہ یعنی وقت جب یہ بات بیان کی گئی کہ وجوب کا سبب وقت ہے، تو ارادہ کیا کہ یہ بیان کرے کہ وجوب سے مراد نفس وجوب ہے، وجوب ادا نہیں)۔

مذکورہ بالا عبارات سے بصراحت معلوم ہورہا ہے کہ عبادلت موقتہ یعنی نماز، روزہ، قربانی میں اسباب سے مراد اوقات ہیں صفات نہیں، پس ثابت ہوا کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے وجوب ادا کا سبب نہیں، اور اسباب سے صفات مکلّف مراد لینا درست بھی نہیں، کیونکہ عبادات موقتہ کا نفس وجوب مکرر ثابت ہوتا ہے اور نفس وجوب کا تکرار سبب نفس وجوب کے تکرار سے ثابت ہوتا ہے، لہٰذا سبب نفس وجوب ایسی چیز ہونی چاہئے جس میں تکرار ہو اور وہ وقت ہی ہوسکتا ہے نہ کے صفات مکلّف، کیونکہ صفات یعنی اسلام، عقل، بلوغ وغیرہ میں تکرار کا نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے اور نہ ائمۂ اصول فقہ نے ان میں تقدیراً تکرار ثابت کیا ہے، اسی طرح نصاب قربانی میں بھی تکرار نہیں ہے، کیونکہ نصاب قربانی کا مال نامی ہونا شرط نہیں ہے **"ولايشترط فيه النماء لا بالتجارة ولا بالحول"** (شرح العنایۃ مع فتح القدیر ۲/۲۸۸، باب صدقۃ الفطر، مکتبہ عباس بن احمد الباز)۔

اور نصاب زکوٰۃ میں صفت نموہی کی وجہ سے تکرار ثابت ہوتا ہے اور صدقۂ فطر کا سبب نفس وجوب جو کہ رأس ہے اس میں بھی فقہاء نے تقدیراً تکرار ثابت کیا ہے، تا کہ نفس وجوب کا تکرار ہوسکے۔

"فإن الوصف الذى لأجله كان الرأس موجباً وهو المؤنة يتجدد بمضى الزمان كما أن النماء الذى لأجله كان المال سببا للوجوب يتجدد

بتجدد الحول" (المحرر فی اصول الفقہ للسرخسی ۱/۸۷، فصل فی بیان أسباب الشرائع)۔

(پس بلاشبہ وہ وصف جس کی وجہ سے رأس موجب ہے اور وہ مؤنت ہے جو زمانہ کے گزرنے کی وجہ سے متجدد ہوتی رہتی ہے جیسا کہ وہ نمو جس کی وجہ سے مال وجوب زکوۃ کا سبب ہے وہ نئے نئے سال کی وجہ سے متجدد ہوتا رہتا ہے)۔

اور چونکہ حج کا سبب نفس وجوب بیت اللہ ہے اور بیت اللہ ایک ہے (اس میں تکرار نہیں) لہذا حج کا نفس وجوب زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے وجوب ادا بھی ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے، کیونکہ وجوب ادا، نفس وجوب کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا (تقویم الادلہ للدبوسی ر ۶۴، القول فی بیان اسباب الشرائع)۔

اور وجوب ادا تو ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

"لاخلاف أن وجوب الأداء لايتقدم على نفس الوجوب" (شرح التلویح ۱/ ۳۸۷، مکتبہ عباس بن احمد الباز)۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وجوب اداء نفس وجوب پر مقدم نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک نفس وجوب میں تکرار ثابت نہ ہو، تب تک وجوب ادا میں بھی تکرار ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور نفس وجوب میں تکرار سبب نفس وجوب کے تکرار سے ثابت ہوتا ہے، پس جب نماز، روزہ اور قربانی کا نفس وجوب مکرر ثابت ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ ان کا سبب نفس وجوب ایسی چیز ہے جس میں تکرار ہے اور وہ بالیقین وقت ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسباب یعنی اوقات کے تکرار سے عبادات موقتہ کا نفس وجوب مکرر ہوتا ہے، لیکن اوقات کے تکرار سے وجوب ادا کا تکرار ثابت نہیں ہوتا ہے، کیونکہ وجوب ادا کا سبب تو بالاتفاق خطاب ہے، اسی سے وجوب ادا کا تکرار ثابت ہوتا ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۹/ ۸۸، کتاب الاضحیہ)۔

حاصل یہ کہ وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے، وجوب ادا کا سبب نہیں، لہذا مضحی (موکل) جہاں رہ رہا ہے وہاں یوم نحر اگر نہیں ہوا ہے، تو جس طرح اس وقت یہ خود اپنے

مکان پر قربانی نہیں کرسکتا ہے، اسی طرح اپنے وکیل کے ذریعہ بھی قربانی نہیں کرواسکتا، اگر چہ وکیل کے شہر یا ملک میں قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہو۔

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

صحت قربانی کے لئے مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام پر بہ یک وقت ایام قربانی کا موجود ہونا ضروری ہے، کیونکہ فقہاء کرام نے "**المعتبر مکان الأضحیہ**" ضابطہ کے تحت کوئی ایسا جزئیہ بیان نہیں کیا ہے جس سے صراحتاً یا اشارۃً معلوم ہوتا ہو کہ مضحی کے مکان پر قربانی کا وقت شروع نہ ہوا ہو یا ختم ہو چکا ہو، تب بھی مکان اضحیہ کا اعتبار ہے، بلکہ اس کے تحت جتنے بھی جزئیات بیان کئے ہیں ہر ایک سے صراحتاً یا اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ اضحیہ اور من علیہ الاضحیہ دونوں کے مکان پر قربانی کا وقت موجود ہے، چنانچہ علامہ کاسانی نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں مکان اضحیہ اور من علیہ الاضحیہ کے اتحاد و اختلاف کی چار صورتیں ذکر کی ہیں جسے فقہاء عموماً بیان کرتے ہیں:

۱ – "**هذا إذا كان من عليه الأضحية في المصر والشاة في المصر**"

(بدائع ۴؍ ۲۱۳، کتاب الاضحیۃ، مکتبہ دار الکتاب دیو بند)۔

(مذکورہ حکم اس وقت ہے جبکہ من علیہ الاضحیہ اور بکری شہر میں ہو)۔

مکان اضحیہ اور من علیہ الاضحیہ متحد ہو یعنی دونوں ایک شہر میں ہوں، تو نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں، اس جزئیہ میں دونوں کے مکان پر قربانی کے وقت کا موجود ہونا بالکل ظاہر ہے اور دونوں کے مکان میں اتحاد کی وجہ سے کوئی اشکال بھی نہیں ہے، اس لئے "**المعتبر مکان الأضحیہ**" ضابطہ پیش کرنے کی حاجت ہی نہیں، البتہ اختلاف کی صورت میں سوال پیدا ہوگا کہ کس کے مکان کا اعتبار کیا جائے؟ اس لئے ضابطہ بیان کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

(۲) "**فإن كان هو في المصر والشاة في الرستاق أوفي موضع**

لایصلی فیه وقد أمر أن یضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاۃ العید فإنها تجزیه'' (حوالۂ بالا)۔

(پس اگر من علیہ الاضحیہ شہر میں ہو اور بکری دیہات میں ہو یا ایسی جگہ میں ہو جہاں نمازِ عید نہیں ہوتی ہے اور اس نے حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے ذبح کریں پس انہوں نے بکری عید کی نماز سے پہلے فجر طلوع ہونے کے بعد ذبح کی، تو یہ اس کے لئے کافی ہے)۔

اس جزئیہ میں بھی صراحت موجود ہے کہ مکان اضحیہ و من علیہ الاضحیہ میں وقت قربانی موجود ہے۔

(۳) ''**وعلی عکسه لو کان هو في الرستاق والشاة في المصر وقد أمر أن یضحی عنه فضحوا بها قبل صلاۃ العید فإنها لاتجزیه**'' (حوالۂ بالا)۔

(اور اس کے برعکس اگر وہ دیہات میں ہو اور بکری شہر میں ہو اور اس نے اپنی طرف سے ذبح کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے نمازِ عید سے پہلے اس کو ذبح کیا، تو کافی نہیں ہے)۔

اس جزئیہ میں بھی مکان اضحیہ و من علیہ الاضحیہ میں وقت قربانی موجود ہے، کیونکہ یہ صورت دوسری صورت کے برعکس ہے اور دوسری صورت میں دونوں کے مکان پر وقت قربانی موجود ہونے کی تصریح ہو چکی ہے، بالفرض اگر اس صورت میں من علیہ الاضحیہ کے مکان پر وقت قربانی موجود نہ مانیں، تو نمازِ عید سے پہلے قربانی کے عدم جواز کے سلسلے میں مکان اضحیہ کا اعتبار کہاں ہوا؟ کیونکہ پھر من علیہ الاضحیہ کے مکان کے اعتبار سے بھی قربانی کرنا جائز نہیں ہے، مکان اضحیہ کا اعتبار تو اسی وقت ہوگا جبکہ من علیہ الاضحیہ کے مکان کے اعتبار سے قربانی کرنا جائز ہو، اس کے باوجود مکان اضحیہ کا اعتبار کر کے نمازِ عید سے پہلے قربانی کو نا جائز کہا جائے۔

من علیہ الاضحیہ ایک شہر اور اضحیہ دوسرے شہر میں ہو، تو جس شہر میں اضحیہ ہے وہاں کی نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں، یہ جزئیہ بھی اسی صورت میں فرض کیا گیا ہے کہ دونوں شہر

میں آج نماز عید یعنی وقت قربانی موجود ہے جس کی طرف امام حسن بن زیاد کے فرمان "انتظر صلاتین جمیعا" سے واضح اشارہ ہو رہا ہے، بالفرض اگر اس صورت میں من علیہ الاضحیہ کے مکان پر وقت قربانی موجود نہ مانیں، تو مکان اضحیہ کا معتبر ہونا ظاہر ہی نہ ہوگا، کیونکہ پھر من علیہ الاضحیہ کے مکان کے اعتبار سے بھی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ اس ضابطہ کے تحت بیان کردہ جزئیات کا استقراء کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فقہاء نے مضحی اور اضحیہ دونوں کے مکان پر وقت قربانی موجود مان کر ہی صرف اس بات کی شناخت کے لئے یہ ضابطہ وضع کیا ہے کہ اگر ان میں سے ایک شہر میں ہو اور دوسرا دیہات میں ہو، تو قربانی کس وقت کی جائے؟ صبح ہوتے ہی یا نماز عید کے بعد؟ اور اگر وہ دونوں دو مختلف شہر میں ہوں، تو قربانی کب کی جائے؟ مضحی کے شہر میں نماز عید ہو جانے کے بعد یا اضحیہ کے شہر میں نماز عید ہو جانے کے بعد؟ تو اس ضابطے نے واضح کر دیا کہ قربانی کا جانور جس جگہ ہے اس جگہ کا اعتبار ہے، کیونکہ یوم نحر کی آمد سے مضحی پر قربانی کا نفس وجوب ہو چکا ہے اور دونوں کے مکان پر ادائے قربانی کا وقت بھی موجود ہے، لہٰذا نماز عید سے پہلے قربانی کے جواز و عدم جواز کے سلسلے میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے نہ کہ مکان مضحی کا، کیونکہ ادائے قربانی کا محل جانور ہے نہ کہ مضحی، اور اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے اس ضابطہ کے تحت جتنے بھی جزئیات بیان کئے ہیں سب میں مکان مضحی و اضحیہ دونوں میں یا کسی ایک میں نماز عید واجب ہے اور سب میں نماز عید سے پہلے ہی قربانی کے جواز یا عدم جواز کا حکم بیان کیا ہے، مطلقاً قربانی کے جواز یا عدم جواز کا حکم بیان نہیں کیا ہے اور اس کے تحت ایسا کوئی جزئیہ ذکر نہیں کیا جس میں مکان مضحی و اضحیہ کسی میں نماز عید واجب نہ ہو، حالانکہ مکان مضحی و اضحیہ کے اتحاد و اختلاف کے سلسلے میں فقہاء کی ذکر کردہ چار صورتوں کے علاوہ عقلاً دوسری دو صورتیں بھی ممکن تھیں، ایک یہ کہ دونوں ایک دیہات میں ہوں اور دوسری یہ کہ دونوں دو الگ الگ دیہات

میں ہوں، لیکن چونکہ یہ دونوں صورتیں مقصد ضابطہ کے تحت داخل ہی نہیں تھیں، کیونکہ ان صورتوں میں مضحی واضحیہ کے مکان پر نماز عید واجب ہی نہیں ہے، بالفرض اگر اس ضابطہ سے علی الاطلاق عموم مراد لیا جائے یعنی مضحی کے مکان پر وقت قربانی شروع ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو، وقت موجود ہو یا ختم ہو چکا ہو، بہر صورت مکان اضحیہ کا اعتبار ہے، تو یہ ایک حیرت انگیز بات ہوگی کہ فقہاء نے اس ضابطہ کے تحت ایسے جزئیات تو بیان کے جن میں دونوں کے مکان پر وقت قربانی موجود ہے اور اس کے تحت داخل وہ اہم جزئیات جو اس کی وضاحت کے لئے نہایت ہی ضروری تھے ان کا صراحتاً یا اشارۃً کسی طرح کا تذکرہ نہیں کیا مثلاً (۱) مضحی کے مکان پر قربانی کا وقت شروع نہیں ہوا ہے اور اضحیہ کے مکان پر قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ (۲) مضحی کے مکان پر قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہے اور اضحیہ کے مکان پر قربانی کا وقت شروع نہیں ہوا ہے۔ (۳) مضحی کے مکان پر قربانی کا وقت ختم ہو چکا ہے اور اضحیہ کے مکان پر قربانی کا وقت موجود ہے۔ (۴) مضحی کے مکان پر قربانی کا وقت موجود ہے اور اضحیہ کے مکان پر قربانی کا وقت ختم ہو چکا ہے، یہ سب صورتیں ایسی نو پید نہیں ہیں جن کا فقہاء کے زمانہ میں وجود نہ رہا ہو اس کے باوجود اس ضابطہ کے تحت ان کو بیان نہ کرنا جبکہ فقہاء نے بعض فرضی مسائل بھی بیان کر دیئے ہیں اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اس ضابطے کا مطلب ومقصد وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا، علی الاطلاق عموم مراد نہیں ہے، لہٰذا اس سے علی الاطلاق عموم مراد لینا تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل کا مصداق ہوگا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحت قربانی کے لئے مضحی واضحیہ دونوں کے مکان پر بہ یک وقت ایام قربانی کا موجود ہونا ضروری ہے، البتہ دونوں کے مکان پر وقت قربانی موجود ہونے کی صورت میں صرف نماز عید سے پہلے قربانی کے جواز وعدم جواز کے سلسلے میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے۔

قربانی کے متعین تین دن کی ابتدا وانتہا

عبادت مکلّف کے فعل ہی کا نام ہے مثلاً نماز: قیام، قرأت، رکوع، سجود اور قعود وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہے جو درحقیقت مکلّف کے افعال ہیں، اسی طرح قربانی اراقۃ الدم یعنی جانور کے ذبح کرنے کا نام ہے جانور کا نہیں، اور عبادت موقتہ میں من جانب اللہ مخصوص وقت ہی میں (جس کی ابتداوانتہاء متعین ہوتی ہے) مکلّف سے عبادت کی ادائیگی کا مطالبہ ہوتا ہے اور قربانی چونکہ عبادت مالیہ ہے اور عبادت مالیہ میں نیابت جائز ہے، اس لئے متعین وقت میں بذات خود قربانی کرسکتا ہے اور وکیل کے ذریعہ بھی کرواسکتا ہے۔

"لأنها قربة تتعلق بالمال فتجزئ فيها النيابة" (بدائع ۴/۲۰۰، کتاب التضحیۃ، مکتبہ دارالکتاب)۔

(اس لئے کہ قربانی ایسی عبادت ہے جس کا تعلق مال سے ہے، لہٰذا اس میں نیابت کافی ہے)۔

اور ادائے قربانی کا وقت ازروئے نص ہر شخص کے حق میں خواہ بذات خود قربانی کرے یا وکیل کے ذریعہ کروائے، متعین تین دن ہیں۔

"والصحيح قولنا لما روى ...... أيام النحر ثلثة أولها أفضلها والظاهر أنهم سمعوا رسول الله لأن أوقات العبادات والقربات لاتعرف إلا بالسمع فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب" (بدائع ۴/۱۹۸، کتاب التضحیۃ، مکتبہ دارالکتاب دیوبند، نیز دیکھئے: ہدایہ ۴/۴۳۰)۔

(اور صحیح قول ہمارا ہے اس حدیث کی وجہ سے جو بیان کی گئی، ایام نحر تین ہیں ان میں کا پہلا دن سب سے افضل ہے اور ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ عبادات اور قربات کے اوقات سماع ہی سے معلوم ہوتے ہیں، پس پہلے دن کی فجر طلوع

ہوجائے تو وجوب کا وقت شروع ہوگیا، لہٰذا شرائط وجوب کے پائے جانے پر قربانی واجب ہوگی)۔

ایام نحر کی ابتدا کے سلسلے میں مضحی کے مکان کا اعتبار ہے نہ کہ اضحیہ کے مکان کا، مضحی کے مکان پر یوم نحر کی صبح ہوتے ہی اس کے حق میں قربانی کا وقت شروع ہوجائے گا، اسی لئے اگر مضحی دوسرے شہر یا ملک میں کسی کو وکیل بنائے اور وہ قربانی کے لئے جانور خرید لے اور مضحی کے مکان پر آج یوم نحر ہے اور اضحیہ کے مکان پر آئندہ کل یوم نحر ہوگا، تو بھی مضحی کے حق میں آج ہی سے قربانی کا وقت شروع ہوجائے گا نہ کہ مکان اضحیہ کا اعتبار کر کے آئندہ کل سے، اسی لئے مضحی بذات خود آج بھی اپنے مکان پر قربانی کرسکتا ہے، اور جب یہ بات محقق ہوچکی کہ ابتدا کے سلسلے میں مضحی کے مکان کا اعتبار ہے، تو لامحالہ انتہاء کے سلسلے میں بھی مضحی کے مکان ہی کا اعتبار ہوگا، کیونکہ ادائے قربانی کا وقت شروع ہوکر تین دن ہی رہتا ہے، اس لئے مضحی کے مکان پر ۱۲/ذی الحجہ کا غروب ہوتے ہی اس کے حق میں قربانی کا وقت ختم ہوجائے گا، اب وہ جس طرح خود اپنے مکان پر قربانی نہیں کرسکتا ہے اسی طرح وکیل کے ذریعہ ایسے شہر یا ملک میں جہاں ابھی قربانی کا وقت موجود ہو، قربانی نہیں کرواسکتا ہے، اب اس کا ذمہ اراقۃ الدم سے فارغ نہیں ہوسکتا، اس پر جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

"لاسبیل إلی التقرب بالإراقة بعد خروج الوقت" (بدائع ۴/۲۰۳، کتاب التضحیۃ، مکتبہ دار الکتاب دیوبند)۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر مضحی کے مکان پر قربانی کا وقت ختم ہوچکا ہے اور اضحیہ کے مکان پر قربانی کا وقت موجود ہے، تو قربانی کرنا درست نہیں ہے، بالفرض اگر اس صورت میں قربانی کرنا جائز ہو، تو بسا اوقات مضحی کے حق میں ادائے قربانی کے ایام چار یا پانچ دن ہوجائیں گے اور وہ اس طرح کہ مضحی تین بذات خود اپنے مکان پر قربانی کرسکتا ہے اور تین دن گزر جانے کے بعد بھی وکیل کے ذریعہ ایک یا دو دن تک ایسے شہر یا ملک میں جہاں قربانی کا

وقت موجود ہے، قربانی کرواسکتا ہے، حالانکہ تین دن سے زیادہ ادائے قربانی کا وقت ہونا کسی کے حق میں کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے اور یہ احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

خلاصۂ جوابات

۱-قربانی عبادت موقتہ ہے اور تمام عبادات موقتہ (نماز، روزہ، قربانی) میں وقت نفس وجوب ہے، وجوب ادا کا سبب نہیں، کیونکہ ادا کا سبب تو بالاتفاق خطاب ہے، لہٰذا قربانی کے لئے وقت نفس وجوب ہی کا سبب ہے۔

۲-صحت قربانی کے لئے مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام پر بہ یک وقت ایام قربانی کا موجود ہونا ضروری ہے، البتہ دونوں کے مقام پر ایام قربانی موجود ہونے کی صورت میں، صرف نماز عید سے پہلے قربانی کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں (مطلقاً نہیں) مقام اضحیہ کا اعتبار ہے۔

۳- ادائے قربانی کا وقت از روئے نص ہر شخص کے حق میں خواہ بذات خود قربانی کرے یا وکیل کے ذریعہ کروائے، متعین تین دن ہیں، جن کی ابتدا کے سلسلے میں بالاتفاق مضحی کے مکان کا یوم نحر معتبر ہے، تو لامحالہ ان کی انتہا کے سلسلے میں بھی ۱۲؍ذی الحجہ کا غروب مضحی کے مکان ہی کا معتبر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی محمد احتشام قاسمی☆

مذکورہ بالا عنوان کے تحت، قائم کئے گئے سوالات کے جوابات قلم بند کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہے کہ اولاً یہ بیان کردیا جائے کہ قربانی کس شخص پر واجب ہوتی ہے؟ چنانچہ قربانی اس عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد، مقیم پر واجب ہوتی ہے جو اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب ہو یا اس پر زکوۃ تو واجب نہ ہو لیکن ضرورت کی چیز سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہو جتنی قیمت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، چاہے وہ مال سوداگری کا ہو یا سوداگری کا نہ ہو اور چاہے اس مال پر پورا سال گزر گیا ہو یا پورا سال نہ گزرا ہو، ایسے شخص پر قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا واجب ہے۔

اور سوالات کے جوابات سپرد قلم کرنے سے پہلے ہدایہ کی مندرجہ ذیل عبارت میں گہرائی سے غور کرلیا جائے تو سوالات کو حل کرنا اوران کے صحیح جوابات تحریر کرنا سہل ہو جائے گا۔

"وحيلة المصرى إذا أراد التعجيل أن يبعث بها خارج المصر فيضحى بها كما طلع الفجر وهذا لأنها تشبه الزكوة من حيث أنها تقسط بهلاک المال قبل مضى أيام النحر كالزكوة بهلاک النصاب فيعتبر في الصرف مكان المحل لامكان الفاعل بخلاف صدقة الفطر لأنها لاتسقط بهلاک المال بعد ماطلع الفجر من يوم النحر" (ہدایہ ۴/۴۴۶)۔

☆ پھولاس اکبرپوری، معرفت گولڈن گارمینٹس، مین مارکیٹ دیوبند، سہارنپور، یوپی

مذکورہ بالا عبارت اس امر پر واضح دلیل ہے کہ قربانی کے واجب ہونے کا سبب مال ہے، ایام قربانی نہیں، اس لئے کہ اگر ایام قربانی، قربانی کے واجب ہونے کا سبب ہوتے تو جو شخص ۱۰/ذی الحجہ کو مالدار ہے اور اس میں قربانی کے واجب ہونے کی باقی تمام شرطیں بھی پائی جارہی ہیں اور اس نے ابھی تک قربانی نہیں کی تو اس پر قربانی واجب ہوگئی اور اب اس کو ساقط کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، خواہ وہ ۱۱/اور ۱۲/ذی الحجہ شریعت کی نظر میں مالدار ہو یا فقیر ہو جائے، اس پر قربانی کے نفس وجوب، ایام قربانی کے اپنی تمام شرائط کے ساتھ پائے جانے کی وجہ سے قربانی واجب ہی ہوگی۔

کیونکہ جب قربانی کے لئے وقت کو نفس وجوب کا سبب مان لیا گیا ہے اور اس سبب کا وجود ہو گیا ہے تو مسبب د مامور بہ کا وجود وجوب بھی ضرور ہوگا، اور کسی شرط مثلاً مال کے فوت ہونے کی وجہ سے قربانی کا نفس وجوب ساقط نہیں ہوگا جیسے صدقۂ فطر کہ اس کا نفس وجوب ہونے کے بعد وہ ساقط نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے نفس وجوب کا سبب راس ہے، مال نہیں ہے، لہٰذا جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہو گیا وہ اس پر واجب ہی رہتا ہے، خواہ صدقۂ فطر کا مکلّف آدمی مالدار رہے یا فقیر ہو جائے، اسی طرح اگر قربانی کے نفس وجوب کے لئے وقت یعنی ایام قربانی کو سبب مان لیا جائے تو قربانی بھی واجب ہونے کے بعد ساقط نہیں ہوگی، **کیونکہ اس کا سبب وقت** ہے جو موجود ہے، اور اسی پر قربانی کا نفس وجوب موقوف ہے، لہٰذا جس **شخص** پر قربانی واجب ہوگئی وہ اس پر واجب ہی رہے گی، فقیر ہونے سے ساقط نہیں ہوگی، ہدایہ میں ہے: **"بخلاف صدقة الفطر لأنها لاتسقط بهلاک المال بعد ماطلع الفجر من يوم النحر"** (ہدایہ ۴/۴۴۶)۔

"بخلاف صدقة الفطر لأن السبب هناک رأس" (ہدایہ ۴/۴۴۴)۔

حالانکہ مامور بہ قربانی کے سلسلہ میں باتفاق فقہاء ایسا نہیں ہے، بلکہ جب قربانی کے مکلّف آدمی نے ایام قربانی میں قربانی نہیں کی اور ایام قربانی ہی میں قربانی کرنے سے پہلے وہ

مکلّف شخص شریعت کی نظر میں فقیر ہوگیا، تو اس سے قربانی کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے، جس طرح نصاب کے ختم ہونے سے زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی آدمی باقی تمام شرائط کے پائے جانے کے ساتھ قربانی کے ابتدائی دنوں میں فقیر ہو اور ۱۲/ذی الحجہ کے غروب آفتاب سے قبل شریعت کی نظر میں مالدار ہوجائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا نفس وجوب مال سے ہوتا ہے، وقت سے نہیں، لہٰذا جو شخص بھی مالدار ہوگا اس پر قربانی واجب ہوگی اور وہ قربانی کا مکلّف ہوگا، جس طرح مالدار آدمی پر نصاب کا مالک ہوتے ہی زکوٰۃ کا نفس وجوب ہوجاتا ہے اور حولان حول وجوب ادا کا سبب ہے، اسی طرح قربانی کا نفس وجوب شریعت کی نظر میں مالدار ہوتے ہی ہوجاتا ہے اور مالدار قربانی کا مکلّف ہوجاتا ہے، البتہ زکوٰۃ اور قربانی میں وجوب ادا کے لحاظ سے فرق ہے، وہ یہ کہ زکوٰۃ مطلق عن الوقت ہے اور قربانی مقید بالوقت ہے، لہٰذا زکوٰۃ تو حولان حول سے قبل بھی ادا کی جاسکتی ہے اور کئی سال کی پیشگی بھی دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے نفس وجوب کا سبب، نصاب موجود ہے اور وہ مطلق عن الوقت بھی ہے، لیکن قربانی کے مقید بالوقت ہونے کی وجہ سے نفس وجوب کے پائے جانے کے باوجود ایام قربانی ہی میں ادا کی جائے گی، نہ ایام قربانی سے پہلے ادا کی جائے گی اور نہ ہی کئی سال کی پیشگی ایک ہی سال میں ادا کی جائے گی، بلکہ ہر سال کی قربانی اسی سال میں کی جائے گی۔

اور مذکورہ بالا عبارت میں قربانی کو سقوط میں زکوٰۃ کے مشابہ قرار دینا وجوب میں بھی مشابہ ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اور وجوب میں زکوٰۃ کے ساتھ مشابہت اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ دونوں کے نفس وجوب کا سبب مال ہو، لہٰذا اس عبارت میں بھی قربانی کے نفس وجوب کے سبب (مال) کی طرف واضح رہنمائی موجود ہے۔

اور اس بات کی تائید کہ قربانی کا نفس وجوب مال سے متعلق ہے ایام قربانی سے نہیں، ایام قربانی تو صرف وجوب ادا کا سبب ہیں، اس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے کہ ”کسی پر قربانی واجب

نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی، عرض یہ ہے کہ عوام الناس کا تعامل اور عرف یہی ہے کہ عام طور سے قربانی کا جانور ایام قربانی سے پہلے ہی خرید لیتے ہیں، اگر ایام قربانی، قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہوتے تو اس آدمی کے لیے جو حقیقت میں غریب ہے، ایام قربانی سے پہلے خریدے ہوئے اس جانور کو ایام قربانی کے آنے سے پہلے بیچنا اور بدلنا جائز ہوتا، کیونکہ ایام قربانی سے پہلے قربانی کی نیت سے خریدے ہوئے جانور میں ایام قربانی کے نہ ہونے کی وجہ سے قربانی کا نفس وجوب ہی نہیں ہوا اور جب نفس وجوب ہی نہیں ہوا تو اس جانور میں قربانی بھی واجب نہیں ہوئی، بلکہ قربانی کی نیّت سے خریدا ہوا جانور اس کی ملکیت میں موجود دوسرے جانوروں کی طرح ہوا، کہ جس طرح ان دوسرے جانوروں کو بیچنا اور بدلنا جائز ہے اسی طرح قربانی کی نیت سے خریدے ہوئے اس جانور کو بھی بیچنا اور بدلنا جائز ہو۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قربانی کی نیت سے خریدے ہوئے جانور کو بیچنا اور بدلنا جائز نہیں ہے بلکہ اسی کی قربانی کرنا واجب ہے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ قربانی کا نفس وجوب مال سے متعلق ہے ایام قربانی سے نہیں، کیونکہ جانور مال سے خریدا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ قربانی کا مکلّف ہوا ہے ایام سے نہیں خریدا گیا۔

لہٰذا سوال نامہ کی تمہید میں یہ کہنا کہ ”جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے یہاں ۹/ذی الحجہ ہے اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں ۱۰/ذی الحجہ ہے لہٰذا قربانی کرانے والے پر ابھی قربانی واجب ہی نہیں ہوئی ہے، تو کیا کسی حکم کا مکلّف ہونے سے پہلے ہی اس کی طرف سے اس عمل کو انجام دیا جاسکتا ہے؟ صحیح نہیں ہے، کیونکہ مالدار ہونے کی وجہ سے یا قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہوچکی ہے اور وہ قربانی کا مکلّف ہو چکا ہے اور مکلّف ہونے کے بعد ہی اس کی جانب سے قربانی کے عمل کو انجام دیا جارہا ہے جو بالکل درست ہے۔

اس تمہید و تفصیل کے بعد سوال نامہ میں مذکور سوالات کے جوابات پیش ہیں:

۱- مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات منقح ہوگئی کہ قربانی کے لئے وقت یعنی ایام قربانی، صرف وجوب ادا کا سبب ہیں نفس وجوب کا نہیں۔

۲- صاحب ہدایہ کی یہ عبارت "فيعتبر في الصرف مكان المحل لامكان الفاعل" اس امر میں بالکل واضح ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا اس مقام کا اعتبار نہیں ہوگا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہے، اور اس سلسلہ میں صاحب بدائع الصنائع نے مکمل ایک فصل میں بڑی تفصیلی بحث کی ہے، جس کی جانب بوقت ضرورت رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۳- دوسرے سوال کے جواب سے ہی اس تیسرے سوال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ قربانی کے وقت کی ابتدا اور انتہا میں صرف قربانی کے مقام کا اعتبار ہے، قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار بالکل نہیں ہے، لہٰذا اگر قربانی کرنے والے شخص کے یہاں ۱۰/ ذوالحجہ کی شب شروع ہوگئی ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے وہاں ابھی ۹/ ہی ذی الحجہ ہو اور اس کی طرف سے ۹/ کو ہی قربانی کر دی گئی تو یہ قربانی صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر قربانی کرنے والے شخص کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو تو تب بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ البتہ اگر صورت حال اس کے برعکس ہو یعنی جس شخص کی جانب سے قربانی کی جا رہی ہے اس کے یہاں ۹/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے وہاں ۱۰/ ذی الحجہ ہو اور اس کی طرف سے قربانی کر دی گئی تو قربانی درست ہوگی، کیونکہ یہ قربانی، قربانی کے حکم کا مکلّف ہونے کے بعد، مکلّف کی جانب سے مامور بہ قربانی کو اس کے وقت میں ادا کرنا ہے، جو صحیح ہونے کو مستلزم ہے۔ اور اگر جس شخص کی جانب سے قربانی کی جا رہی ہے اس کے یہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے وہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو اور اس کی طرف سے قربانی کر دی گئی تو قربانی صحیح ہوگی، کیونکہ مامور بہ قربانی کو اس کے وقت میں ادا کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا

مولانا شفیق الرحمن قاسمی ☆

المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه

مکان اضحیہ اور من تجب علیہ الاضحیہ کے اتحاد واختلاف کی عقلاً پانچ صورتیں ہیں جسے عموماً فقہاء تین صورتوں میں بیان فرماتے ہیں:

۱- دونوں کا مکان متحد ہو جس کی دو شکلیں ہیں: ایک کہ دونوں شہر میں ہو تو اس صورت میں چونکہ مکان ذبح شہر ہے اس لئے نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے اور اگر دونوں دیہات میں ہو تو بعد الصبح قربانی درست ہوگی، خواہ ذابح من علیہ الاضحیہ ہو یا دوسرا شخص ہو۔

۲- اور اگر دونوں کا مکان مختلف ہے تو جواز اضحیہ کے لئے مکان کا اعتبار ہوگا نہ کہ من علیہ الاضحیہ کا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ من علیہ الاضحیہ اگر شہر میں ہو اور اس کا جانور دیہات میں ہو تو ذبح کے وکیل کے لئے صبح صادق کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

۳- قربانی کا جانور شہر میں ہو اور من علیہ الاضحیہ دیہات میں ہو تو نماز عید سے قبل قربانی جائز نہیں ہے، اختلاف مکان کی صورت میں ذبح کے وکیل اور من علیہ الاضحیہ کے درمیانی مسافت کے قرب وبعد سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

۴- من علیہ الاضحیہ ایک قریہ میں ہو اور قربانی کا جانور دوسرے قریہ میں ہو تو صبح صادق

☆ استاذ قسم الحدیث جامعہ زکریا ولساڑھ، گجرات

کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

۵- من علیہ الاضحیہ ایک شہر میں ہو اور قربانی کا جانور دوسرے شہر میں ہو تو نماز عید سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی مسئلہ کو ملک العلماء علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے بدائع الصنائع میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"اعلم هذا إذا كان من عليه الأضحية في المصر والشاة في المصر (یہ پہلی صورت ہوئی) فإن كان هو في المصر والشاة في الرستاق أو في موضع لايصلى فيه (یہ دوسری صورت ہوئی) وقد أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلوٰة العيد فإنها تجزيه وعلى عكسه لوكان هو في الرستاق والشاة في المصر (یہ تیسری صورت ہوئی) وقد أمر أن يضحى عنه فضحوا بها قبل صلوٰة العيد لاتجزيه، وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لا من عليه" (بدائع الصنائع، ۵/ ۷۴)۔

مذکورہ بالا تمام صورتیں متفق علیہ ہیں: البتہ آخری یعنی پانچویں صورت میں جبکہ من علیہ الاضحیہ ایک شہر میں ہو اور قربانی کا جانور دوسرے شہر میں ہو تو اس میں حسن بن زیادؒ کا معمولی سا اختلاف اولویت کا ہے فراغ من الصلوٰۃ کے حق میں۔

چنانچہ علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبى يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال ينبغي لهم أن يذبحوا عنه حتى يصلى الإمام الذى فيه أهله وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجز وهوقول محمد وقال حسن بن زياد انتظرت الصلاتين جميعا وإن شكوا في وقت صلوة المصر الآخر لم يذبحوا حتى تزول الشمس فإذا زالت ذبحوا عنه، وجه قول الحسن إن فيما قلنا اعتبار الحالين:

حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى ولأبي يوسفؒ ومحمدؒ أن القربة هو الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنه" (بدائع الصنائع ۵/ ۷۴)۔

یعنی حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں کہ مذبوح عنہ کے یہاں بھی نماز عید ہو چکی ہو اس کا لحاظ کرلیا جائے تو اولیٰ ہے کیونکہ اس میں دونوں کے حال کی رعایت ہے، گویا ابن زیاد کے نزدیک اس صورت خاص میں بھی اضحیہ کے اعتبار سے قربانی کے بعد نماز عید جائز اور درست ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ادائے قربت کے لئے اعتبار وقت کا ضابطہ سب کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہے مگر حسن بن زیادؒ اس ضابطہ پر درجۂ اولویت میں مکان مذبوح عنہ کے اعتبار کا اضافہ کررہے ہیں، اس کے بالمقابل صاحبین نے اصول پر کوئی اضافہ کسی درجہ میں نہیں کیا اور اس میں امت کے لئے سہولت ہے، چنانچہ امت کا عمل صاحبین کے قول کے مطابق ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔

مذکورہ تمام صورتوں میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مکان اضحیہ اور من علیہ الاضحیہ کے درمیان بعد مسافت اور طلوع وغروب کے تقدیم وتاخیر کی صورت میں مکان اضحیہ کا ہی اعتبار ہوگا، **"لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه"**۔ چنانچہ علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے بدائع الصنائع میں اس مسئلہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ مدلل تحریر فرمایا ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۵/ ۷۴)۔

نیز شریعت کا ایک قاعدہ کلیہ ہے: "القربات الموقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنه" (بدائع ۵/ ۷۳)۔

لہٰذا جس شخص پر حج فرض ہے اگر وہ خود فریضۂ حج ادا کررہا ہے تو اس کے حق میں ایام و اوقات کا اعتبار ہوگا، اور اگر خود معذور ہونے کی بنا پر اس نے دوسرے کو حج بدل کے لئے بھیجا تو اس حج بدل کرنے والے کے حق میں اوقات کا اعتبار ہوگا خواہ محجوج عنہ کے یہاں ایام حج شروع

ہو چکے ہوں یا نہیں؟ یہی حال نفی حج کا ہے، اس لئے کہ شرعاً وہ بھی موقت ہے۔ ٹھیک اسی طرح قربانی کا معاملہ ہے، واجب ہو یا نفل اس کی ادا، مقید بالوقت ہے اس لئے ذابح کے حق میں ایام واوقات کا اعتبار ہوگا، من علیہ الاضحیہ کے یہاں اوقات ذبح ضروری نہیں بلکہ صرف وجوب اضحیہ کے لئے شرعاً غنی ہونا کافی ہے۔

قربانی میں من علیہ الاضحیہ کا اعتبار ہر شہری اور دیہاتی مکلّف کے حق میں ہوگا اور اس پر تمام اصولیین کا اتفاق ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام برہان الدینؒ ''ہدایہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ثم المعتبر في ذلک مکان الأضحية حتى لوكانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر ولوكانت على العكس لايجوز إلا بعد الصلوة، وحيلة المصرى إذا أراد التعجيل أن يبعث بها إلى خارج المصر فيضحى بها كما طلع الفجر'' (ہدایہ ۴۳۰/۴، نیز دیکھئے: شرح نقایہ ۲/ ۲۶۲)۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اصول کی کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس جگہ کا اعتبار ہوگا، قربانی کرانے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

حيلة المصرى:

اسی قاعدۂ شرعیہ ''المعتبر مكان الأضحية'' پر کتب فقہ میں حيلة المصرى إذا أراد التعجيل الخ والا جزئیہ متفرع ہے جو اکثر کتب فقہ میں موجود ہے اس کے باوجود اس مسلمہ اصول کا انکار کیسے ممکن ہے۔

فقیہ النفس مفتی اعظم گجرات کا فتوی:

فقیہ النفس، مفتی اعظم گجرات مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ کا

فتوی بھی اسی کے مطابق ہے تفصیل (فتاوی رحیمیہ ۹ / ۳۱۴) میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقیہ الامت حضرت گنگوہیؒ کا فتوی

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا فتوی بھی یہی ہے کہ قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس کا اعتبار ہوگا قربانی کرانے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا (ملاحظہ فرمائیں: فتاوی محمودیہ ۷ / ۴۵۲)۔

دار العلوم دیوبند کا فتوی

سوال:

باہر ممالک سے قربانی کے لئے ہندوستان میں اپنے رشتہ دار اور اعزہ و اقارب کے یہاں عید الاضحیٰ کے موقع پر افریقہ، لندن، امریکہ، فرانس وغیرہ سے کاغذ اور فون کے ذریعہ کہتے ہیں کہ بکریوں یا سات حصہ والے جانوروں کی قربانی کرنا، تو ان لوگوں کی طرف سے ہم لوگ یہاں جس دن عید الاضحیٰ ہوتی ہے اس دن عید کی نماز کے بعد بکریوں یا سات حصہ والے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں، دس، گیارہ، بارہ، تین دن، تو شریعت کے اعتبار سے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا تفصیلی جواب مع حوالہ کتب دیجئے۔

دوسرے ملک والے ہندوستان والوں کو قربانی کرنے کے لئے وکیل بناتے ہیں تو اب قربانی کرنے میں وکیل کے ایام قربانی کا اعتبار ہوگا یا جن حضرات کی قربانی ہے ان کے ایام قربانی کا اعتبار ہوگا؟

فقط والسلام

اسماعیل یوسف داؤد جی

۲۳ / ۱۲ / ۱۴۲۵ھ

الجواب:

ہو الموفق: قربانی جہاں کی جاتی ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے، لہٰذا ہندوستان میں قربانی ہوگی تو اسی ملک کی تاریخ ۱۰/۱۱/ ۱۲/ذی الحجہ کا اعتبار ہوگا۔ اورانہی تاریخوں میں قربانی کی جائے گی۔ افریقہ، لندن وغیرہ ملکوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح
حبیب الرحمٰن خیرآبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند

کتبہ محمد ظفیر الدین غفرلہ
(صدر) مفتی دارالعلوم دیوبند

☆☆☆

ایام اضحیہ میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی محمد شوکت ثناء قاسمی ☆

نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی طرح قربانی بھی ایک عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی یادگار اور تذکار کے طور پر سال میں تین دن خاص طور پر قربانی کے رکھے ہیں، جن میں اللہ کے نام جانور ذبح کئے جاتے ہیں، یہ گویا اللہ سے پیمان وفا کی تجدید ہے کہ وہ اس کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہے۔

قربانی بھی دیگر عبادتوں کی طرح ہر کس وناکس پر واجب نہیں ہے، بلکہ اس کے وجوب کے لیے بھی چند مخصوص شرائط ہیں، مثلاً: مکلّف کا آزاد، مسلمان، مقیم اور مالدار ہونا اور قربانی کے ایام وغیرہ۔ اور شریعت کی طرف سے قربانی کے ایام بھی متعین کر دیئے گئے ہیں جب چاہے اور جب تک چاہے قربانی نہیں کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے ایام تین ہیں، (محلی لابن حزم: ۷/۳۷۷) اس روایت کی سند اچھی ہے، (التحجيل في تخريج مالم يخرج من الأحاديث والآثار في إرواء الغليل)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے: ''یوم النحر کے علاوہ قربانی کے دو دن اور ہیں'' (السنن الکبری: ۹/۲۹۷)۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے: ''یوم النحر کے علاوہ قربانی کے دو دن اور بھی ہیں'' (موطا امام مالک ۹۲۳)۔

☆ مفتی واستاذ جامعہ عائشہ نسوان حیدرآباد

قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟

قربانی کے لیے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا اس بارے میں فقہاء احناف خصوصا ہندوستان و پاکستان کے فتاوی مختلف ہیں، بعض حضرات نے وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دیا ہے تو بعض حضرات نے وقت کو وجوب ادا کا۔

قربانی کے لیے وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دینے والے حضرات علماء کرام فرماتے ہیں کہ قربانی واجب ہونے کا سبب قربانی کا وقت ہے جو یوم النحر کے طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے، اور قربانی واجب ہونے کی شرط مسلمان اور مالک نصاب ہونا ہے، اور شہری مالک نصاب کے حق میں قربانی کا نماز عید۔ قربانی کے ایام اور وقت داخل ہونے کے بعد- انجام دینا یہ شرط ادا ہے، مگر یہ شرط دیہاتی پر لاگو نہیں ہوتی، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یوم النحر کے طلوع صبح صادق سے پہلے قربانی کا سرے سے وجوب ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ نماز ہے کہ وقت نماز داخل ہونے سے پہلے نماز فرض ہی نہیں ہوتی، لہذا اگر کسی نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کی تو فرض ادا نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے یوم النحر سے پہلے قربانی کی یا کرائی تو وہ بھی شرعاً معتبر نہیں ہوگی اور شرط ادا میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے، مکان مضحی کا اعتبار نہیں، فقہاء کرام کی وہ عبارت جن سے صراحۃً یا دلالۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے ان عبارتوں کا تعلق ادا سے ہے اور قربانی کے سلسلہ میں بلاشبہ مکان اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا سب سے پہلی شرط دونوں (مکان اضحیہ اور مضحی) جگہ قربانی کا زمانہ آنا لازم ہے جو قربانی کے لیے سبب وجوب ہے، دوسری شرط ایام قربانی میں مسلمان کا صاحب نصاب جو شرط وجوب ہے ان دونوں شرطوں کے ایک ساتھ پائے جانے کے بعد تیسری شرط شرط ادا کا مسئلہ آتا ہے اور وہ بھی صرف شہری کے حق میں ہے گویا کہ ان کے حضرات کے نزدیک مقام

مذبوح عنہ اور مکان اضحیہ دونوں جگہ ایام قربانی کا ہونا لازم اور ضروری ہے۔ اگر مذبوح عنہ کے یہاں ۹/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی دی جارہی ہے وہاں ۱۰/ ذی الحجہ ہو تو اس کی جانب سے قربانی درست نہیں ہوگی۔ وقت نفس وجوب کا سبب ہے اس کی دلیل حسب ذیل ہیں:

۱ – وأما الذی یرجع إلی وقت التضحیة، فھو أنھا لاتجوز قبل دخول الوقت، لأن الوقت کما ھو شرط الوجوب فھو شرط جواز إقامة الواجب کوقت الصلاة، فلایجوز لأحد أن یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الأول من أیام النحر ویجوز عند طلوعه سواء کان من أھل المصر أو من أھل القری غیر أن للجواز في حق أھل المصر شرطا زائداً وھو أن یکون بعد صلاة العید لایجوز تقدیمھا علیه عندنا" (بدائع الصنائع: فصل فی شرائط جواز اقامۃ الواجب)۔

اس سلسلہ کی دوسری فقہی نصوص کے لئے (دیکھئے: مجمع الأنہر ۲/۵۱۶، بدائع کتاب الأضحیہ، فتح القدیر، کتاب الأضحیہ وغیرہ)۔

قربانی واجب ہونے کی شرط یعنی شرط وجوب پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصری رقم طراز ہیں:

"أما شرائط وجوب کونه مقیما موسراً من أھل الأمصار والقری والبوادی والإسلام شرط" (البحر الرائق: کتاب الاضحیۃ)۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

"إن سبب وجوب الأضحیة الوقت وھو أیام النحر والغنی شرط الوجوب" (فتح القدیر: کتاب الأضحیۃ)۔

شرط ادا: یعنی قربانی کا فریضہ انجام دینے کی شرط پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

"وأما شرائط أدائها فمنها الوقت في حق المصرى بعد صلاة الإمام والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى وسببها طلوع فجر يوم النحر وركنها ذبح مايجوز ذبحه" (البحر الرائق: کتاب الأضحیۃ، دیکھئے: مجمع الأنہر، کتاب الأضحیہ)۔

اس رائے کے قائلین میں سرفہرست دارالافتا دارالعلوم دیوبند، مظاہرالعلوم سہارنپور، جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، پاکستان کے مفتی اعظم فقیہ عصر مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی محمد رفیع عثمانی اور دارالعلوم کراچی کے دیگر مفتیان کرام ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک قربانی کے لیے وقت وجوب کا سبب ہے نہ کہ نفس وجوب کا، ان کے نزدیک قربانی کے نفس وجوب میں بنیادی شرط غناء ہے، کیونکہ کہ قربانی بالاتفاق مالی عبادت ہے جس میں قدرت علی المال بنیادی شرط ہے، اور فقہاء احناف کی صراحت کے مطابق قربانی میں بھی قدرت علی المال ضروری ہے: "وشرائطها الإسلام واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر لأن العبادة لاتجب إلا علي القادر وهو الغنى دون الفقير" (مجمع الانہر ۴/۱۶۶)۔

"إذ لانزاع لأحد في أن علة وجوب الأضحية على الموسر هى القدرة على النصاب" (فتح القدیر: کتاب الاضحیۃ)۔

اور علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

"وشرط اليسار لقوله "من وجد سعة ولم يضح فلايقربن مصلانا" يدل على أن الوجوب بالسعة ولاسعة للفقير" (بنایۃ ۱۱/۴)۔

وجوب فی الذمۃ کا حکم موسر پر لگانا یہ دلیل ہے کہ یسار حکم کی علت ہے: لأن ترتيب الحكم على المشتق نص على علية مبدأ الاشتقاق" (فتح الغفار: ۶)۔

بہرحال "قدرت" مکلّف کی صفت ہے پس ان صفات وشرائط وجوب سے جو وجوب متحقق ہو رہا ہے وہ نفس وجوب ہے یعنی وجوب فی الذمۃ، چنانچہ بدائع میں ہے: "لأن الموسر

تجب علیه الأضحیة في ذمة" اوراس کا محل ذات مکلّف ہے یہ نہ وقت پر موقوف ہے نہ وقت کے ساتھ مقید ہے۔ اب اس واجب فی الذمہ کی ادائیگی جو در حقیقت امر الٰہی سے واجب ہے عقلاً ہمہ وقت ہونی چاہیے تھی مگر تیسیراً علی الناس ایام مخصوصہ اور اوقات متعینہ میں اداء کو کافی مان کر زمان مخصوص کی آمد کو خطاب الٰہی کے متوجہ ہونے کی علامت اور ادائیگی تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب قرار دیا گیا: "لأن الخطاب یتوجه بعده" (ہدایہ) "کوقت الصلاۃ المکتوبة لها فإنه سبب محض علامة علی الوجوب" (تقریر وتحبیر ۲/۱۵۵)۔

اور وقت مکلّف کی صفت نہیں ہے ہاں اداء (فعل) کے لیے وقت وزمان کا ہونا ضروری ہے کہ فعل بغیر زمان کے نہیں پایا جاتا اس لیے وقت مخصوص کی آمد سے جو وجوب متحقق ہوتا ہے اس کا اصل تعلق اداء سے ہے، اسی لیے اس کو وجوب اداء کہتے ہیں اور ادا کا جو محل ہوگا اس کے حق میں بواسطہ ادا وقت کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ نماز، روزہ میں محل اداء خود ذات مکلّف ہے اور زکوۃ وقربانی میں محل اداء مال، جانور ہے۔ پس نفس وجوب اور وجوب اداء دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ وجوب ادا وقت پر موقوف ہے اس سے قبل نہیں ہوتا ہے (دیکھئے: نورالانوار ر ۲۷۴، حسامی ر ۱۲۲)۔

حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے بہت محقق اور عمدہ طریقہ سے سمجھایا ہے:

"الأصل في هذا أن المال النامی سبب لوجوب الزکوٰۃ والحول شرط لوجوب الأداء فإذا وجد السبب یصح الأداء مع أنه لم یجب (شرح وقایه) قوله الأصل في هذا حاصله أن ههنا أمرین أحدهما نفس الوجوب وهو کون الشئ في الذمة وکونها غیر فارغ عنها إلاّ بالآداء أوبالإبراء وثانیهما وجوب الأداء وسبب نفس الوجوب هو المال النامی بالقیود المذکورة سابقا فإذا وجد ذلک اشتغلت ذمة المالک بالزکوٰۃ ووجبت علیه ووجوب الأداء إنما یتحقق بحولان الحول فصحة الأداء متفرعة علی وجوب ذلک الشئ في نفسه فإذا

وجد سبب الوجوب صح الأداء وإن لم يجب بعد بخلاف مالم يكن عنده نصاب مطلقا فإنها لم تجب عليه فلا يصح أدائها مقدما: قوله مع أنه لم يجب، الحاصل أن تحقق سبب الوجوب يجب الشئ في الذمة فإذا وجد المال النصاب وجبت في الذمة وتعلقت بالزكوٰة وأما وجوب الأداء الموقوف على مطابعة الشارع فهوإنما يتحقق بعد حولان الحول" (عمدۃ الرعایۃ ۱/۲۲۸)۔

فقہ واصول فقہ کے ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ وجوب ادا وقت مخصوص ومعین کی آمد پر ثابت ہوتا ہے اور نفس وجوب کا تعلق ملک نصاب سے ہے اور یہ مسلم ہے کہ قربانی زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کی طرح مالی عبادت ہے، اسی لیے تینوں عبادتوں میں مالک نصاب ہونا شرط ہے اور نصاب کا حوائج اصلیہ سے فارغ ہونا بھی ضروری ہے اور زکوٰۃ میں مال نامی ہونا بھی شرط ہے، پس جوکوئی مسلمان آزاد نصاب کے بقدر مال نامی کا مالک ہو اور وہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہو تو اب مالی تینوں عبادتوں کا مکلّف ہو گیا یعنی تینوں عبادت کا نفس وجوب ذمہ میں آ گیا، پھر زکوٰۃ میں سال بھر گزرنا، صدقۃ الفطر میں صبح یوم الفطر کا پایا جانا اور قربانی میں یوم النحر کا ہونا یہ سب وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اس سے پہلے وجوب نہیں ہوتا یعنی اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی ہے، چنانچہ شرعاً غنی ہونے کی وجہ سے اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے دیدیا تو اس کا صدقہ ادا نہیں ہوگا، یہ حکم نفس وجوب پر ہی عائد ہوتا ہے، لہٰذا مکلّف ہونا تینوں عبادتوں میں شرعی غنا پر موقوف اور وقت پر اس کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔

عبادت غیر موقتہ یعنی جس کی ادا مقید بالوقت نہیں ہے۔ جیسے زکوٰۃ و صدقۃ الفطر ان میں وجوب ادا حولان حول سے یا صبح یوم الفطر کے پانے سے ہوتا ہے اس سے قبل نہیں، اسی طرح عبادت موقتہ (نماز، روزہ اور قربانی) میں بھی وجوب ادا وقت پر موقوف ہے، چنانچہ فقہاء نے وقت کو سبب وجوب قرار دیا ہے اور سببیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے: **"وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن**

السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه ...... ولا نزاع في سببية ذلک ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع الصلاة عليه" (نہایۃ۱۱/۳)۔

لیکن وجوب خواہ اسے مشترک لفظی کہہ لیں جس کے دو معنی ہیں یا کلی جس کے دو جز ہیں یا مطلق کہہ لیجئے جس کے دو فرد ہیں: ایک نفس وجوب (اصل وجوب) دوسرا وجوب ادا، اصولی وفقہی صراحت کے مطابق سببیت وقت میں اس سے مراد سبب وجوب ادا ہے، کیونکہ وقت سے ادا کا تعلق ہے نفس وجوب کا نہیں (دیکھئے: تکملہ فتح القدیر ۹/۵۰۸، تقریر وتحبیر ۲/۱۰۲)۔

پس جب وقت وجوب ادا کا سبب ہوا تو وقت سے ثابت ہونے والے وجوب کا اصلا ادا سے تعلق ہوا اور پھر محل ادا سے متعلق ہوگا" وههنا الواجب في الوقت إراقة الدم...... لأن الوجوب تتعلق بالإراقة ...... ولأنها قربة تتعلق بالمال" (بدائع)۔

چنانچہ نماز، روزہ میں اس وجوب کا تعلق ذات مکلف سے ہے اور وہی محل ادا ہے، اس لیے مکلف کے حق میں وقت کی ابتدا وانتہا کا اعتبار کیا جائے اور قربانی میں اضحیہ کے حق میں اعتبار ہوگا کیونکہ وہی محل ادا (ذبح) ہے یہ بات عقلا وفقہا بالکل قطعی ہے۔ پس قربانی کا جانور جہاں ذبح کیا جاتا ہے خواہ ذبح کرنے والا خود من علیہ الاضحیۃ ہو یا اس کا وکیل ونائب ہو ذبح اضحیہ کے لیے وقت کا اعتبار ضروری ہے۔

قربانی کے لیے وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دینے کے منفی اثرات

اگر قربانی کے لیے وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دیا جائے تو حسب ذیل خرابیاں لازم آئیں گی:

خیر القرون سے اب تک ۱۲/ ۱۳/ سو سال میں امت مسلمہ سلف وخلف، متقدمین ومتاخرین، اکابر علماء، صلحاء اور اولیاء محققین کے علاوہ بے شمار عوام مسلمین نے جتنی قربانیاں کی ہیں ان میں بہت سی قربانیاں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے قبل از وقت (بلکہ بعد از وقت بھی) کی گئی

ہوں گی وہ سب اس قول کے اعتبار سے ضائع اور رائے گاں جائیں گی نہ ہی واجب اداء ہوا اور نہ ہی ثواب ملا، اتنا ہی نہیں بلکہ متواتر عمل کی خلاف بھی ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے دنیا کے مختلف خطوں میں حرم واہل حرم کی عظمت ومحبت میں حجاج کی معرفت قربانی کا جانور یا اس کی رقم حرم بھیج دیتے ہیں تا کہ ان کی طرف سے دسویں ذی الحجہ کو قربانی کی جائے یا حاجی کے ساتھ اس کی ہدی میں حصہ دار ہو جائے اور یوم النحر کو حاجی جب اپنی ہدی (قران یا تمتع یا افراد کا) جانور ذبح کرے تو ساتھ ہی دوسرے شریک کی قربانی بھی ادا ہو جائے جبکہ رویت ہلال کی بنا پر ایک دن کا اور شمسی تقویم کے حساب سے صبح صادق وغیرہ اوقات میں فرق دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں یقینی اور قطعی ہے۔ اس تعامل کی یہ دو بنیادیں ہوں گی۔

(۱) ایک تو یہی اراقۃ الدم (ذبح نحر) قربت غیر معقولہ ہے اور ایسی عبادت شرع میں جس طرح وارد ہو اس کے ساتھ خاص ہوتی ہے، چنانچہ شریعت نے اضحیہ (قربانی) اور دم قران و تمتع کی ادائیگی کے لیے زمان کو خاص و متعین کر دیا ہے، اور عقلا ذبح کے لیے کہ وہ فعل ہے، زمان کا ہونا ضروری بھی ہے، پس عقل و نقل دونوں کے مطابق ذبح اضحیہ و ہدی میں وقت کا اعتبار ضروری ہوا، اس لیے مکان ذبح اضحیہ و ہدی کے حق میں ایام نحر شرط ہے۔

(۲) دوسری بنیاد اس قربت کی ادائیگی کے لیے محل ذبح بدنہ (بڑے جانور) میں شرکت کی اجازت اور جہت قربت کا عموم اور وسعت ہے۔

ولوأراد والقربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزاهم سواء كانت القربة واجبة أو تطوعا أووجبت على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت بان أراد بعضهم الأضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الاحصار وبعضهم كفارة شيئا أصابه في احرامه وبعضهم هدى التطوع وبعضهم دم المتعة والقران وهذا قول أصحابنا الثلثة" (بدائع:۵/۷۱) حتی

کے اس میں عقیقہ کی بھی اجازت ہے۔

پس اگر کسی بدنہ (اونٹ، گائے) میں سات الگ الگ شرکاء ہوں جیسا اوپر مذکور ہوا اور صاحب اضحیہ مثلاً: ہندوستان میں ہے جہاں یوم النحر عموماً ایک دن بعد ہوتا ہے اور قارن و متمتع نے حرم میں دسویں تاریخ کو ہدی ذبح کی تو چونکہ اضحیہ اور دم قران وتمتع وافراد کے ذبح کے لئے ایام نحر کا ہونا ضروری ہے، اور اس کا ہی اعتبار ہے، لہٰذا فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق قربانی اور قران وتمتع وغیرہ کا دم بھی صحیح ہوگا اور محصر کا اپنے احرام سے نکلنا درست ہو گیا اور کفارہ بھی ادا ہو گیا، رہا نفس وجوب تو وہ ایام نحر سے قبل ہی موجود ہے، یعنی غناء، احرام، قران وتمتع، احصار، قتل صید اور جنایت کی وجہ سے وجوب ثابت ہو چکا ہے اور یہ امور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔

اب اگر نفس وجوب وقت سے مان کر کہا جائے کہ ہندوستانی غنی کی قربانی مکہ میں یوم النحر کو درست نہیں ہے تو مذکورہ بالا صورت میں کسی کا واجب ادا نہ ہوا، کیونکہ (اراقۃ الدم) یعنی فعل ذبح فعل واحد ہے، اس لئے ایک حصہ بھی غلط ہوا تو ذبح قربت (عبادت) ہی نہیں بنا، نہ قربانی ہوئی، نہ حاجی کا دم شکر ادا ہوا، نہ جزاء وکفارہ ادا ہوا اور نہ ہی محصر کا دم صحیح ہوا تو اس کا احرام سے نکلنا بھی درست نہیں ہوگا۔ اور اتنی صدیوں میں کتنے ہی ایسے واقعات ہوئے ہوں گے۔

اس نظریہ کے مطابق قربانی کے سلسلہ میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا، چنانچہ قربانی کے آغاز کے لیے قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق ضروری نہیں ہوگا، بلکہ قربانی کے آغاز ومقام قربانی کا اعتبار ہوگا، یعنی قربانی کا جانور جس جگہ ہو وہاں اگر ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق ہو گئی تو اگر وہ جگہ دیہات ہے جہاں نماز عید نہیں ہوتی ہو تو اسی وقت سے قربانی کا وقت شروع ہو جائے گا اور اگر شہر ہے تو پورے شہر میں کہیں بھی ایک جگہ نماز عید ہو گئی تو قربانی کرنا درست ہو جائے گا، خواہ جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے وہاں ۹/ ذی الحجہ ہو یا ۱۰/

ذی الحجہ، اسی طرح ایام قربانی کے اختتام میں بھی مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، مثلاً: جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں ذی الحجہ کی ۱۲ر تاریخ گزر چکی تو ایام قربانی ختم ہوجائیں گے، خواہ جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو وہاں ابھی ۱۱ر یا ۱۲ر ذی الحجہ ہو۔

اس قول کے حاملین اور موئیدین میں سرفہرست رشید احمد فریدی ہیں، مفتی اعظم گجرات فقیہ عصر مفتی عبدالرحیم لاجپوری نوراللہ مرقدہ کے ایک فتوی سے بھی بظاہر اس قول کی تائید ہوتی ہے (دیکھئے: فتاوی رحیمیہ ۹/ ۳۱۴، ۳۱۵)۔

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی مدظلہ العالی، سابق مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کا فتوی بھی اسی قول کے مطابق ہے اور بندہ کی ناقص رائے بھی یہی ہے۔

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

اس سلسلے میں فقہاء کرام خصوصاً فقہاء احناف ہندو پاک کے درمیان اختلاف تفصیل سے گزر چکا کہ جن علماء کرام نے وقت کو قربانی کے لیے سبب وجوب قرار دیا ہے ان کے نزدیک مکان اضحیہ کا اعتبار اسی وقت ہوگا جب کہ مالک اضحیہ کے یہاں سبب وجوب جو کہ قربانی کے ایام ہیں آچکا ہو۔

جبکہ دیگر حضرات جن کے نزدیک وقت قربانی کے لیے وجوب اداء کا سبب ہے مطلقا مکان اضحیہ کا اعتبار کرتے ہیں، خواہ مالک اضحیہ کے یہاں ابھی قربانی کے ایام آئے ہوں یا نہیں۔

آغاز قربانی کے لیے قربانی کرنے والے کا مقام اور اختتام میں مقام قربانی کا اعتبار

فقہاء کا اس مسئلہ پر تقریباً اتفاق ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوتا ہے، قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوتا، صاحب مذہب سیدنا امام ابو یوسف اور سیدنا امام محمدؒ سے بھی یہی قول صراحتاً منقول ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مقام قربانی کا اعتبار مالک

اضحیہ پر ایام قربانی آنے کے بعد ہوگا یا پہلے بھی ہوسکتا ہے، اس کی تفصیل گزر چکی ہے، میری ناقص رائے کے مطابق آغاز قربانی کے لیے مالک اضحیہ اور اختتام میں مکان قربانی کا اعتبار بہتر و مناسب ہے، مثلاً: جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو وہاں ۹ر ذی الحجہ ہو اور جس جگہ قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۰ر ذی الحجہ ہو تو اس دن قربانی کرنے کے بجائے ۱۱ر ذی الحجہ کو کرلیا جائے تاکہ اس کی قربانی بلا کسی شک وشبہ کے درست ہوجائے، اسی طرح قربانی کے ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہو، جیسے: جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے وہاں ۱۲ر ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی دی جارہی ہے وہاں ۱۳ر ذی الحجہ ہو تو اس روز اس کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں ہوگا۔ هذا ما ظهر لي والله أعلى وأعلم بالصواب۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا روح الامین (ایم پی) ☆

حامداً و مصلیا!

"إنا عرضنا الأمانة على السموت والأرض والجبال فأبين أن يحملنها واشفقن منها وحملها الإنسان، إنه كان ظلوما جهولا" (۳۳/۷۲)۔

(ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اس کو انسان نے، یہ ہے بڑا بے ترس نادان)۔

بقول علامہ شبیر احمد عثمانی "یہ امانت ایمان وہدایت کا ایک تخم ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا، جس کو "مابہ التکلیف" بھی کہہ سکتے ہیں" (تفسیر عثمانی)۔

اسی کو اصولیین "اہلیۃ الوجوب" سے موسوم کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک پیدائش کے ساتھ ہی انسان الزام اور التزام کے قابل ہے، اور اس بات کا اہل ہے کہ اس کے ذمہ سے وجوب متعلق ہو، البتہ وجوب بذات خود مقصود نہیں بلکہ مقصود اس کا حکم (اداء عن اختیار) ہے، اس لئے جس طرح محل کے انعدام سے وجوب معدوم ہوجاتا ہے، اسی طرح حکم اور غرض کے فقدان سے وجوب ابتدائے آفرینش سے انسان کے ذمہ متعلق نہیں ہوتا ہے (دیکھئے: التقریر لأصول فخر الاسلام البزدوی ۲/۸۹)۔

پھر جب انسان کی صلاحیت میں کمال پیدا ہوتا ہے، اور وہ حقوق کی ادائیگی کا متحمل ہوتا

☆ استاذ جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، بھروچ، گجرات

ہے تو اس کے ذمہ سے الزام والتزام متعلق ہوتا ہے، جس کو اصولیین "اہلیت اداء" کہتے ہیں۔

وجوب اداء اسی اہلیت اداء کی فرع ہے، اور اس کا مدار قدرت پر ہے، پھر بعض عبادات کے وجوب کے لیے قدرۃ ممکنہ کافی ہے، اور بعض کے لیے قدرۃ میسرہ ضروری ہے، فقہاء شرائط وجوب واداء کے عنوان سے جو امور بیان کرتے ہیں، وہ اسی قدرت کی شرح ہوتی ہے۔

پھر عبادات دو قسم پر منقسم ہیں: موقتہ وغیر موقتہ، غیر موقتہ میں نفس وجوب وجوب اداء سے منفک ہوسکتا ہے۔ چنانچہ وجوب کے متحقق ہونے پر شرط اداء کے وجود سے پہلے ہی اس کا اداء کرنا درست ہے۔ جیسے زکوۃ، نصاب نامی کے مالک ہونے پر اس کا نفس وجوب ثابت ہوتا ہے اور حولان حول سے وجوب اداء لیکن وجوب اداء سے پہلے اداء کرنے سے فرض اداء ہو جاتا ہے، یہی صدقۂ فطر کا حکم ہے، بخلاف موقتہ کہ اس میں نفس وجوب، وجوب اداء سے منفک نہیں ہوتا، اسی لئے عموماً ایسی عبادات کے لئے جہاں وقت شرط ادا ہے، وہیں سبب وجوب بھی ہے کیونکہ وقت سے پہلے اداء پر قدرت نہیں ہوتی، اور وجوب سے مقصود ادا ہی ہے، جیسے نماز کے لئے وقت شرط اداء بھی ہے اور سبب وجوب بھی، اس طرح روزہ، اس کے لئے رمضان شرط اداء بھی ہے، اور سبب وجوب بھی، حتی کہ نماز اور روزہ وقت سے پہلے نفل ہوتا ہے، بخلاف زکوۃ وقت سے پہلے فرض کے طریق پر اداء ہو جاتی ہے۔

"الواجب بسبب الوقت ماهو المشروع نفلا في غير الوقت الذى هوسبب الوجوب وبيان هذا في الصوم فإنه مشروع في كل يوم وجد الأداء أولم يوجد،وفي رمضان يكون مشروعا واجبا بسبب الوقت سواء وجد الخطاب بالأداء لوجود شرطه وهو التمكن من الأداء أولم يوجد" (کشف الأسرار علی أصول فخر الإسلام البزدوی ۲/۱/۳۴۱)۔

البتہ حج اگرچہ عبادت موقتہ ہے، لیکن اس کا سبب وجوب وقت نہیں، بلکہ بیت اللہ

ہے: "الوقت شرط الأداء بدلالة أنه لايتكرر بتكرره غير أن الأداء شرع متفرقا منقسما على أمكنة يشتمل عليها جملة وقت الحج الخ" (ایضا ۲/۳۵۸)۔

تاہم حج کا وجوب، شرائط وجوب کے ایام ہی میں پائے جانے پر ہوتا ہے، ایام حج سے پہلے وجوب نہیں ہوتا حتی کہ کوئی شخص شہر حج سے پہلے اور قافلوں کی مکۃ المکرّمہ روانگی سے پہلے زادوراحلہ پر قادر ہے، تو اس کے لئے حج کی تیاری لازم نہیں، وہ اس مال کو اور مصارف میں صرف کرسکتا ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۳۱۰)۔

نیز نفس وجوب ثابت ہونے پر فریضہ لازم ہوجاتا ہے، اور ذمہ اس وقت تک فارغ نہیں ہوتا جب تک اسے ادا نہ کرلیا جائے، خواہ بصورت اداء یا بصورت قضاء وکفارہ ووصیت، چاہے یہ اداء شرط اداء کے فقدان کی بناء پر فوت ہوا ہو، چنانچہ نائم کے ذمہ نماز کی قضاء لازم ہے حالانکہ اس حالت میں وہ اداء کا مخاطب نہیں تھا، لیکن سبب وجوب کے پائے جانے پر نفس وجوب اس کے حق میں لازم ہوا، اسی وجہ سے فریضۂ حج میں جن حضرات نے راستے کے امن کو شرط قرار دیا ہے، ان کے نزدیک اگر فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وصیت لازم ہے۔

"والحاصل أن اصل الوجوب يثبت بالسبب جبرا ولايشترط فيه القدرة على الأداء ووجوب الأداء يثبت بالخطاب جبرا ولكن يشترط فيه القدرة على الأداء أعني قدرة الأسباب والآلات" (البدائع ۲/۳۰۱)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے مندرجۂ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱- انسان کے لئے اہلیت وجوب ابتداء آفرینش ہی سے ثابت ہے۔

۲- وجوب بذات خود مقصود نہیں بلکہ مقصود اداء ہے۔

۳- عبادات غیر موقتہ میں نفس وجوب، وجوب اداء سے منفک ہوسکتا ہے، اور شرط اداء سے پہلے ہی فریضہ ادا ہوسکتا ہے، بخلاف عبادات موقتہ کے۔

۴-عبادات موقتہ میں شرط اداء کے وقت مخصوص میں پائے جانے پر ہی نفس وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۵-نفس وجوب کے ثابت ہونے کے بعد ذمہ اداء کے بغیر سبکدوش نہیں ہوتا ہے، حتی کہ وصیت لازم ہوتی ہے۔

ان ہی نتائج کو اخذ کرنے کے لئے مذکورہ تفصیل ذکر کی گئی، مضمون اگر چہ طویل ہوگیا، لیکن ہمارا مدعی اہلیت وجوب، نفس وجوب، اور عبادات موقتہ وغیر موقتہ کے درمیان فرق ملحوظ رکھنے ہی پر موقوف ہے، نیز یہ غلط فہمی کا سبب بن سکتا ہے، اب مقصود کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

۱-سبب وجوب و وجوب اداء

قربانی حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اس کے شرائط وجوب: حریۃ، اسلام، اقامت اور یسر ہیں، اور اس کی شرط اداء وقت (ایام نحر) ہے، اور شہر میں مقیم کے حق میں ایک اور شرط ہے، وہ یہ کہ عید کی نماز کے بعد ہو۔ اور اس کا سبب وجوب وقت (ایام نحر) ہے۔ چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مصری کے حق میں اول وقت اداء بعد نماز ہے، لیکن نفس وجوب کے حق میں وقت یوم النحر کی طلوع فجر ہے: "الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى عن نفسه وعن ولده الصغار. هذه رواية الحسن عن أبى حنيفة وروى عنه أنه لاتجب عن ولده وهوظاهر رواية" (متن الہدایہ مع فتح القدیر ۸/۴۲۵)۔

"قال صاحب النهاية وأما شرائطها فنوعان: شرائط الوجوب وشرائط الأداء، أما شرائط الوجوب، فاليسار التى يتعلق به وجوب صدقة الفطر والإسلام والوقت، وهو أيام النحر، وأما شرائط الأداء فالوقت ولو ذهب الوقت تسقط الأضحية إلا أن في حق المقيمين بالأمصار يشترط شرط آخر وهوأن

يكون بعد صلاة العيد" (تکملہ فتح القدیر ۸/ ۴۲۵)۔

"وسببها الوقت وهوأيام النحر لأن السبب يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا و كذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف في الأصول" (عنایۃ علی ہامش تکملہ فتح القدیر ۸/ ۴۲۴)۔

"أول وقت أدائها في حقهم بعد الصلاة وإن كان أول وقت وجوبها بعد طلوع الفجر من يوم النحر" (تکملہ فتح القدیر ۸/ ۴۲۴)۔

الغرض قربانی ایک عبادت موقتہ ہے، اس لئے اہلیت وجوب بلکہ شرائط وجوب پائے جانے کے باوجود وقت (ایام نحر) سے پہلے اس کا وجوب ثابت نہ ہوگا۔

اولاً: اس لئے کہ وجوب سے مقصود اس کا حکم ہے اور وہ وقت سے پہلے ممکن نہیں۔

ثانیا: اس لئے کہ شرائط وجوب کا وقت میں پایا جانا معتبر ہے وقت سے پہلے نہیں۔

ثالثا: اس لئے کہ وقت محض شرط اداء نہیں بلکہ نفس وجوب کا سبب بھی ہے، اسی لئے وقت سے پہلے نفل ہے، جیسے نماز وروزہ، چنانچہ مصری کے حق میں بعد الصلاۃ اول وقت اداء ہے، جب کہ طلوع فجر اول وقت وجوب ہے۔

۲- مکان ذبح یا مکان مذبوح عنہ

فی باب الأداء

"وقت سے پہلے نفل ہونا اور فریضہ کا اداء نہ ہونا" یہ اصول جس طرح اصیل کے حق میں ہے۔ وکیل کے حق میں بھی ہے، کیونکہ وکالت ان ہی امور میں ہوتی ہے، جن کا اصیل مالک ہو، لہذا جب خود مذبوح عنہ کا عمل وقت سے پہلے فرض کی جانب سے کافی نہیں، تو اس کے وکیل کا عمل فرض کی ادائیگی کے لئے کیسے کافی ہوگا، اس لئے نفس وجوب میں مکان مذبوح عنہ کا اعتبار ہوگا۔ "كل

عقد جاز أن يعقده الإنسان بنفسه جاز أن يوكل به غيره" (قدوری ۲۱)۔

البتہ نفس وجوب ثابت ہونے کے بعد ادائے اضحیہ میں مکان ذبح کا اعتبار ہے، چنانچہ مصری کا اضحیہ، غیر مصری، دیہات میں (جہاں عید کی نماز واجب نہیں) طلوع فجر کے بعد ذبح کرسکتا ہے، کیونکہ مصری کے حق میں سبب وجوب کا اول وقت طلوع فجر ہے، اگر چہ ادائے وجوب کا وقت بعد صلاۃ ہے، لیکن غیر مصری کے لئے ادائے وجوب کا وقت بھی طلوع فجر ہے (المحیط البرہانی ۶/ ۴۷۷)۔

فی باب الفوات

نیز فوات کے حق میں مذبوح عنہ کے مکان کا اعتبار ہوگا، مکان ذبح کا نہیں، اسی ضابطہ کی بناء پر جو ماقبل میں گزرا کہ "وکالت ان ہی امور میں معتبر ہے، جن کا اصیل مالک ہو" لہذا جب اصیل خود اراقہ دم کے ذریعہ اپنا فریضہ ادا نہیں کرسکتا تو وکیل کیونکر اداء کر سکے گا، چنانچہ اب تو تصدق واجب ہوگا، اور برعکس صورت (مذبوح عنہ کے یہاں ۱۳/ذی الحجہ ہو اور مکان ذبح میں ۱۲/ذی الحجہ) میں بھی مذبوح عنہ کے مکان کا اعتبار ہوگا، کیونکہ اراقۂ دم ایام نحر ہی میں عبادت ہے، اور مکان ذبح میں ایام ختم ہو چکے:

"وإذا مضى أيام النحر، فقد فاته الذبح" لأن الإراقة إنما عرفت في زمان مخصوص، ولكن يلزمه التصدق بقيمة الأضحية، إذا كان ممن يجب عليه الأضحية" (ایضا)۔

الغرض **"المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه"** ضابطہ کو فقہاء نے دو مقام پر جاری کیا ہے۔

۱- مؤکل مصر میں ہو اس پر یوم النحر کی فجر طلوع ہو چکی ہو، اور وکیل دیہات میں ہو، جہاں نماز عید واجب نہ ہو۔

۲- دونوں مصر ہی میں ہوں البتہ وکیل کے یہاں نماز عید ہو چکی ہو اور مؤکل کے یہاں نہیں۔ ظاہر ہے ان دونوں صورتوں میں مؤکل پر وجوب ہو چکا ہے اور دونوں کے یہاں ایام نحر باقی ہیں۔

خلاصۂ کلام

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے، اور وجوب اداء کے لئے شرط، جیسے نماز وروزہ کے لئے۔

۲- مؤکل پر وجوب ثابت ہونے کے بعد ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، یعنی قبل الصلوٰۃ اور بعد الصلوٰۃ کے اعتبار سے۔

۳- قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام مذبوح عنہ کا اعتبار ہوگا، لہٰذا مذبوح عنہ کے حق میں جب وقت فوت ہو گیا، تو اس کی قربانی اداء نہ ہوگی، بلکہ تصدق واجب ہوگا، اور برعکس صورت (مذبوح عنہ کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ اور مقام قربانی میں ۱۳/ ذی الحجہ) میں بھی اداء نہ ہوگی، کیونکہ اراقہ ایام مخصوص میں ہی عبادت ہے اور وہ ایام فوت ہو چکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

قربانی کے ایام واوقات میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی رضوان الحسن مظاہری ☆

"إِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ"۔
(بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے)۔

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعار اسلام ہے، چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام سے قربانی کرتے تھے ایسی آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی کرتے ہیں، سورہ کوثر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہئے (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) کا یہی مفہوم ہے دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے: "إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین" (حوالہ تفسیر ابن کثیر)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا، ہر سال برابر قربانی کرتے رہے، معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ والوں کے لئے اور مدینہ کے لئے مخصوص نہیں، ہر شخص پر، ہر شہر میں، ہر دیہات وگاؤں میں بعد تحقق شرائط واجب ہے (ترمذی)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے، اس لئے جمہور اسلام

☆ مدرسہ اعجاز العلوم، اڑن تل، سنگم نیر، احمد نگر، مہاراشٹر

کے نزدیک قربانی واجب ہے(الشامی، جواہر الفقہ)۔

قربانی کی یادگار جواب سے چار ہزار سال قبل خدا کے ایک سچے فرماں بردار بندے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے مالک کے حضور میں پیش کی تھی۔

قربانی کا اہم مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک سے بے پناہ محبت وتعلق کا اظہار کرے وہ اس کی محبت کو دنیا کی تمام چیزوں کی محبت پر ترجیح دے کہ وہ اس کے لئے اپنی محبوب سے محبوب ترین چیز کو قربانی کرنے میں دریغ نہ کرے اور خود کو اللہ سے اتنا جوڑے کہ جس وقت جس کا اسے حکم دیا جائے وہ فوراً اس کو عملی جامہ پہنا دے جب تک انسان اپنے آپ کو اس مرحلے تک نہیں پہنچاتا ہے اس وقت تک اس کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا اس کے اندر ایمانی مٹھاس پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔قربانی سے متعلق راقم نے جو چند سطور تحریر کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جمہور علماء اور احناف منشاء شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، اسی طرح دوسری عبادتوں کے مانند قربانی بھی وقت کے ساتھ مربوط ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک اوقات قربانی ۱۰/ذی الحجہ تا ۱۲/ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے اور یہ بات بھی طے ہے کہ مغربی اور مشرقی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دن کا فرق ہوجاتا ہے ممکن ہے کہ ایک جگہ دس ذی الحجہ شروع ہوگئی ہو اور دوسری جگہ ۹/ذی الحجہ ہی ہو یا اس طور پر کہ ایک مقام پر ۱۳/ذی الحجہ شروع ہو اور دوسرے مقام پر ۱۲/ذی الحجہ ہو۔ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء نے بھی قربانی سے متعلق جو شرائط لکھے ہیں وہ واضح ہیں۔

۱-قربانی کے واجب ہونے اور وجوب اداء دونوں کے لئے وقت کا ہونا شرط اور لازم ہے۔یعنی کسی پر قربانی واجب ہونے کے لئے صرف مالدار ہونا، مقیم ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ وقت کا ہونا بھی شرط ہے یعنی ایام نحر کا ہونا، اگر کوئی مالدار مسلمان مقیم ۹/ذی الحجہ ہی کو فوت ہوگیا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، جس طرح نماز وقت سے قبل واجب نہیں ہے اسی طرح قربانی بھی وقت

سے قبل واجب نہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: "الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى" (ہدایہ کتاب الأضحیة) (قربانی واجب ہے ہر آزاد، مقیم مالدار مسلمان پر ایام نحر میں)۔

"وأما الذى يرجع إلى وقت التضحية فهوأنها لايجوز قبل دخول الوقت لأن الوقت كما هوشرط الوجوب فهوشرط جواز إقامة الوجوب كوقت الصلاة فلايجوز لأحد أن يضحى قبل طلوع الفجر الثانى من اليوم الأول من أيام النحر ويجوز بعد طلوعه سواء كان من أهل المصر أو من أهل القرى" (بدائع: مطبوعہ زکریا دیوبند ۲۱۱/۴)۔

بہرحال قربانی کا وقت ایام نحر ہے، وقت کے دخول سے قبل جائز نہیں ہوگی، اس لئے کہ وقت ہی قربانی کے واجب ہونے کا سبب ہے، جیسا کہ نماز کے وجوب کے لئے وقت شرط ہے، وقت سے قبل نماز جائز نہیں، اسی طرح یوم نحر کے طلوع سے قبل کسی کے لئے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

"وسببها الوقت وهوأيام النحر" (مجمع الأنہر ۵۱۶/۲)۔

(قربانی کے واجب ہونے کا سبب وہ وقت ہے)۔

"إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهوأيام النحر" (فتح القدیر ۵۰۹/۹)۔

(بیشک قربانی کے واجب ہونے کا سبب وقت ہے اور وہ ایام قربانی ہیں)۔

ایام قربانی میں مکان اضحیہ ہی معتبر ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کی تشریح کی ہے۔

"وأما شرائط أدائها فمنها الوقت في حق المصرى بعد صلاة الإمام والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى وسببها طلوع فجر يوم النحر" (البحر الرائق طبع کراچی ۱۷۳/۸)۔

"ثم المعتبر في ذلک مکان الأضحیة حتی لو کان في السواد والمضحی في المصر یجوز لانشقاق الفجر وعلی عکسه لایجوز إلا بعد الصلاة" (حوالہ مجمع الأنہر ۵۱۶/۲)۔

فقہائے کرام کی ان تشریحات سے جو چیزیں واضح ہوتیں ہیں اس کا خلاصہ تحریر ہے اوران تمام تشریحات سے تین چیزوں کو الگ الگ سمجھنا ضروری ہے:

الف-سبب وجوب یعنی قربانی واجب ہونے کا سبب۔ یہ قربانی کا وقت ہے جو یوم النحر کے طلوع صبح صادق سے شروع ہوکر بارہویں تاریخ کے غروب تک رہتا ہے۔

ب-شرط وجوب یعنی قربانی واجب ہونے کی شرط آزاد مسلمان کا مالک نصاب ہونا۔

ج-شرط ادا یعنی مالک نصاب پر قربانی کے ایام اور وقت کا داخل ہونے کی وجہ سے قربانی واجب ہوجاتی ہے پھر اس کے لئے قربانی ادا کرنے میں ایک مزید شرط ہے وہ یہ ہے کہ شہری آدمی کے لئے نماز عیدالاضحیٰ کی ادائیگی لازم ہے یہی شہری کے لئے ادائیگی کی شرط ہے، مگر یہ شرط دیہاتی پر لاگونہیں ہوتی اور شرط ادا میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے مکان مضحی کا اعتبار نہیں۔ لہٰذا جہاں جانور رہوگا وہاں کا اعتبار ہوگا، اور جہاں مالک ہوں وہاں کا اعتبار نہیں۔ یہ مسئلہ صرف تیسری شرط کے اعتبار اور پہلی اور دوسری شرط کے وجوب کے بغیر تیسری شرط کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا سب سے پہلے اول شرط یعنی دونوں جگہ قربانی کے زمانے کا آنا لازم ہے۔ پھر شرط ثانی یعنی زمانے قربانی میں مسلمان کا مالک نصاب ہونا، ان دونوں شرطوں کے ایک ساتھ پائے جانے کے بعد تیسری شرط پائی جائے گی اور تیسری شرط ایک خصوصی اور جزوی شرط ہے عمومی اور کلی نہیں۔ اصل میں جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ مکان اضحیہ کا اعتبار کرنا اس وقت درست ہے جب کہ مالک اضحیہ کے یہاں شرط یعنی سبب وجوب کا جوکہ قربانی کے ایام ہیں دونوں جگہ پایا جانا لازم ہے، اگر ہندوستان کا آدمی سعودی عرب میں قربانی کا روپیہ بھیج دیتا ہے اور وہاں ہندوستان

سے ایک دن قبل قربانی کا دن شروع ہوجاتا ہے، اب اگر مالک قربانی ہندوستان میں اسی دن مرجاتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہوئی حالانکہ مکان اضحیہ میں جہاں قربانی ہوئی ہے وہاں پر وقت ہو چکا تھا، لہٰذا مکان اضحیہ اور مکان مالک دونوں جگہ قربانی کا سبب وجوب یعنی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کا ہونا شرط ہے۔ نیز مالک اضحیہ اور مکان اضحیہ دونوں کے لئے زمانہ اضحیہ جو جمہور کے نزدیک تین دن ہیں اس میں ہونا ضروری ہے، لہٰذا مکان اضحیہ میں ۱۳ر ذی الحجہ ہو اور مالک اضحیہ کے یہاں ۱۲ر ذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی درست نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا ارشد شاداب☆

ایام نحر میں قربانی کرنا امت مسلمہ کے لئے ایک اہم اور یادگار عبادت ہے۔ اس کی مشروعیت اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے برگزیدہ بندے کے عمل کی یاد میں ہوئی ہے جس کا اطاعت الٰہی پر مبنی اور اخلاص سے بھرپور عمل اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یاد کو قیامت تک باقی رکھنے کے لئے قربانی کا حکم جاری فرمایا اور امت مسلمہ پر اس کو واجب قرار دیا۔ چنانچہ تمام مسلمان عید الاضحیٰ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قربانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ قربانی سے متعلق چند اہم فقہی سوالات کے جواب ہم ذیل میں پیش کررہے ہیں:

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔ لہٰذا دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے قبل قربانی واجب نہیں ہوگی۔

"أما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم" (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸)۔

(قربانی واجب ہونے کا وقت ایام نحر ہے تو دخول وقت سے پہلے قربانی واجب نہیں ہوتی کیونکہ واجبات مؤقتہ اپنے وقت سے پہلے واجب نہیں ہوتے۔ جیسے نماز و روزہ وغیرہ)۔

"فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجمار شرائط الوجوب" (بدائع / ۴/ ۱۹۸)۔

☆ ریسرچ اسکالر المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ

(جب یوم النحر میں صبح صادق ہوجائے تو وجوب کا وقت داخل ہوجائے گا اور تمام شرائط پائے جانے کے وقت قربانی واجب ہوگی)۔

"أما ركنها فذبح مايجوز ذبحه في الأضحية بنية الأضحية في أيامها" (ہندیہ ۲۹۱/۵)۔

(قربانی کا رکن قربانی کی نیت سے قربانی کے زمانے میں اس چیز کا ذبح کرنا جس کی قربانی جائز ہے)۔

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ایام مقررہ (۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ) قربانی کے لئے رکن ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ رکن کے فوت ہوجانے سے وہ چیز بھی فوت ہوجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ایام قربانی کے علاوہ دنوں میں قربانی کرے خواہ پہلے یا بعد میں تو اس کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

تکملہ بحر رائق میں وقت کو قربانی کے لئے سبب قرار دیا ہے: "وسببها طلوع فجر يوم النحر" (تکملۃ البحر الرائق ۳۱۷/۸)۔

فتاوی ولوالجیہ میں ہے کہ قربانی کا ان کے مخصوص ایام میں کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ذبح ایک قربت ہے جس کا ایام مخصوصہ (۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ) میں پایا جانا ضروری ہے۔ لہٰذا وقت گزرنے کے بعد قربانی کرتا ہے تو قربانی درست نہ ہوگی (فتاوی ولوالجیہ ۷۹/۳)۔

صاحب التوضیح نے دس ذی الحجہ کو صبح صادق سے قبل قربانی کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

"أجمعوا أنه لايجوز أن يضحى قبل طلوع الفجر يوم العيد" (التوضیح ۶۰۸/۲۶)۔

(فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عید کے دن طلوع فجر سے پہلے قربانی کرنا

جائز نہیں ہے)۔

ان تمام عبارتوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وقت قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہے۔قربانی صرف ان ہی تین دنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔اس لئے اگر ان ایام سے پہلے یعنی یوم عرفہ کو یا ان ایام کے بعد یعنی ۱۳؍ذی الحجہ کو قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی درست نہ ہوگی۔فریضہ اس کے ذمہ باقی رہے گا۔

۲- یہ معلوم ہے کہ شہر میں رہنے والا شخص ۱۰؍ذی الحجہ کو عید کی نماز کے بعد قربانی کریگا۔اور قریہ (جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی) میں رہنے والا شخص ۱۰؍ذی الحجہ کو صبح صادق کے بعد قربانی کرسکتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ایک شخص ایک مقام پر ہے اور اس کی قربانی دوسرے مقام پر ہورہی ہے تو کس کے مقام کا اعتبار ہوگا۔قربانی کرنے والے کے مقام کا یا اضحیہ کے مقام کا؟

فقہاء کرام اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔لہٰذا اگر کوئی شخص شہر میں ہے تو اس کی طرف سے قربانی دیہات میں ۱۰؍ذی الحجہ کو بعد نماز فجر ہوسکتی ہے۔اور اگر کوئی شخص دیہات میں ہے تو اس کی طرف سے شہر میں قربانی بعد نماز فجر نہیں ہوسکتی بلکہ نماز عید کے بعد ہی ہوگی (دیکھئے: بدائع الصنائع ۴؍۲۱۳)۔

ملک العلماء کاسانی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ جانور کے مقام کا اعتبار کیا جائے گا۔ صاحب اضحیہ کے مقام کا اعتبار نہیں ہوگا۔

"إنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه" (بدائع ۴؍۲۱۳، نیز دیکھئے: فتاوی ہندیہ ۵؍۲۹۵)۔

"قال محمد: أنظر في هذا إلى موضع الذبح دون المذبوح عنه" (ہندیہ ۵؍۲۹۵، اسی طرح کی بات فتاوی ولوالجیہ میں مذکور ہے، دیکھئے: ولوالجیہ ۳؍۷۹)۔

(امام محمد فرماتے ہیں کہ اس بارے میں میرا خیال ہے کہ مقام ذبح کا اعتبار کیا جائے گا۔جس کی طرف سے ذبح کیا جارہا ہے اس کے مقام کا اعتبار نہیں کیا جائے گا)۔

ان تمام فقہی عبارتوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ جہاں قربانی ہورہی ہے اس مقام کا اعتبار کیا جائے گا۔ صاحب اضحیہ کے مقام کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لئے اگر صاحب اضحیہ شہر میں رہتا ہے اوراس کی قربانی کا جانور دیہات یا ایسی جگہ ہے جہاں نماز عید نہیں ہوتی تو مقام قربانی کا اعتبار کرتے ہوئے دسویں ذی الحجہ کو طلوع فجر کے بعد اس کی قربانی ہوسکتی ہے۔

لیکن اگر قربانی کے مقام اور صاحب اضحیہ کے مقام میں اس قدر دوری ہے ہے کہ تاریخ میں ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق ہوجاتا ہے مثلاً ایک جگہ ۹ رتاریخ ہے اور دوسری جگہ ۱۰ رتاریخ ہے تو کس مقام کا اعتبار کیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں مقام کا اعتبار کیا جائے گا اس طور سے کہ نفس وجوب کے لئے صاحب اضحیہ کے مقام کا اعتبار ہوگا یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ صاحب اضحیہ کے یہاں دس ذی الحجہ کی صبح صادق ہوچکی ہو تاکہ اس پر قربانی واجب ہوجائے۔ اور قربانی کے لئے قربانی کا جانور جہاں ہے وہاں کے ایام کا اعتبار ہوگا کہ وہاں قربانی کے ایام موجود ہوں یعنی ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ذی الحجہ میں سے کوئی تاریخ ہو۔

۳-قربانی کی عبادت صرف تین ایام کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے ایام میں قربانی عبادت نہیں ہے۔ اور یہ ایام ہیں ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ذی الحجہ۔ اوپر اس کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ قربانی کے لئے مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔ البتہ نفس وجوب کے لئے مکان مضحی کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اگر صاحب اضحیہ کے یہاں ۱۰/ ذی الحجہ ہے اور مکان اضحیہ میں ۱۱/ یا ۱۲/ تاریخ ہے تو قربانی کرنا درست ہوگا۔ اگر صاحب اضحیہ کے یہاں ۹/ تاریخ ہے اور مکان اضحیہ میں ۱۰/ یا ۱۱/ ہے تو قربانی درست نہیں ہوگی کیونکہ ابھی صاحب اضحیہ پر قربانی واجب ہی نہیں ہوئی ہے۔ اگر صاحب اضحیہ کے یہاں ۱۱/ یا ۱۲/ تاریخ ہے اور مکان اضحیہ میں ۱۳/ تاریخ ہے تو بھی قربانی درست نہیں ہوگی، کیونکہ قربانی کا وقت مکان اضحیہ میں ختم ہوچکا ہے۔

خلاصہ بحث:

۱-قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

۲-نفس وجوب میں مقام مضحی کا اعتبار ہوگا اور ایام قربانی میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔

۳-قربانی واجب ہونے کے لئے صاحب اضحیہ کے یہاں ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق کا طلوع ہونا ضروری ہے۔قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔یعنی مقام قربانی میں ۱۳/ذی الحجہ ہے اور صاحب اضحیہ کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہے تو قربانی درست نہیں ہوگی۔واللہ تعالی اعلم۔



باب سوم

مختصر مقالات

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا زبیر احمد قاسمی☆

اس عنوان بالا کے تحت تین نمبروں کے ضمن میں جو نفس سوالات ہیں ان کے جوابات تو واضح اور کتب فقہ میں تقریباً مصرح ہیں۔ لیکن سوالات قائم کرنے سے پہلے جو چند تمہیدی سطور ہیں اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اصل مقصود ایک خاص فلاں صورت حال کے حکم کی تحقیق ہے اور میرا اندازہ ہے کہ قائم کردہ سوالوں کے جوابات کتب فقہ کی روشنی میں اگر مل بھی جائیں تو بھی اس فلاں صورت حال کا حکم واضح طور پر معلوم نہ ہو سکے گا۔

اس لئے ہمارے خیال میں پہلا سوال ہی یوں ہونا چاہئے کہ:

''جب موجودہ دور میں مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں مقیم ہیں، اور صورت حال یہ ہے کہ مغربی اور مشرقی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دو دن کا فرق ہو جاتا ہے، مثلاً کسی ملک میں ۱۰/ ذوالحجہ شروع ہو جاتی ہے، اور دوسری جگہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہی رہتی ہے، یا کہیں ۱۳ تیرہویں ذوالحجہ شروع ہوگئی اور دوسری جگہ بارہویں ذوالحجہ ہوتی ہے، اب اگر اس شخص کی جانب سے جس کے حق میں ابھی نویں ذوالحجہ ہی ہے، اسی دن اس جگہ قربانی کی جائے جہاں دس تاریخ شروع ہو چکی ہے، تو کیا اس کی قربانی ادا ہو جائے گی؟ اگر ہاں! تو کیا کسی عمل کے مکلف ہونے سے پہلے بھی اس کی جانب سے اس عمل کو انجام دیا جا سکتا ہے؟ اور اگر نہیں! تو کتب فقہ میں ''والمعتبر في ذالک مکان الأضحية لامکان المضحی'' جیسی عبارت فقہاء کا کیا

☆ ناظم اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی، بہار

مطلب ہے"؟

اس سوال کا جواب میرے نزدیک یہی ہے کہ مکلّف پر جب تک کوئی عمل واجب ہی نہیں ہوا ہے اس کی ادائیگی خواہ خود مکلّف کرے یا اس کا وکیل و نائب، ہرگز صحیح نہیں ہوگی، اور اس طرح اس آدمی کی طرف سے جس کے جائے قیام پر اس کے حق میں ابھی ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہی ہوئی، اس جگہ بھی قربانی کی ادائیگی صحیح نہ ہوگی جہاں دس ذوالحجہ شروع ہو چکی ہے۔ کیونکہ قربانی کے وجوب کا سبب و شرط ایام قربانی کا متحقق ہو جانا ہے جو اس کے حق میں ابھی تک متحقق ہی نہیں ہوا، اس طرح اس پر ابھی قربانی واجب ہی نہیں ہوئی اور قبل الوجوب ادائیگی غیر معتبر ہی ہوتی ہے، جیسے نماز کی ادائیگی قبل دخول الوقت صحیح نہیں، اور جو اعمال موقت بالاوقات ہوتے ہیں اور ان کا وجوب دخول وقت کے بعد ہوتا ہے، اس وقت اور اس سبب وجوب کے تحقق کا اعتبار اسی جگہ کا ہوتا ہے جہاں وہ مکلّف مقیم ہوتا ہے، جیسا کہ نماز اور روزہ کے مسئلہ میں ظاہر ہے۔

اب رہی عبارت فقہاء مثلاً "**وأما شرائط أدائها، فمنها الوقت، في حق المصرى بعد صلاة الإمام، والمعتبر مكان الأضحيه لامكان المضحى**" (البحر الرائق ۸/ ۱۷۳) ۔اور البحر کے ص ۱۷۵ کی یہ عبارت "**والمعتبر في ذلک مكان الأضحيه حتى لو كانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر وفي العكس لايجوز إلا بعد الصلوة**" وغیرہ عبارت، سب کا حاصل یہی ہے کہ قربانی واجب کی ادائیگی کے لئے جو وقت شرط و ضروری ہے اس وقت کے تحقق میں اعتبار مکان اضحیہ کا ہوگا نہ کہ مکان مضحی کا، چنانچہ مذکورہ بالا فقہی روایت ہی کی روشنی میں یہ مسئلہ معروف ہوا ہے کہ قربانی کے دن بھی شہریوں کے حق میں وقت قربانی کا آغاز امام کی فراغت صلوٰۃ کے بعد ہوتا ہے اور دیہاتی کے حق میں طلوع فجر ہی کے بعد۔ اس لئے اگر کسی شہری کے قربانی کا جانور دیہات میں ہو اور وہ خود شہر میں ہو تو دیہات کے اندر اس کی قربانی طلوع فجر کے بعد بھی صحیح ہو جاتی ہے، مگر اس کے

برعکس صورت میں بعد فجر نہیں بلکہ بعد صلوٰۃ الامام ہی صحیح ہوگی۔

فتاوی ہندیہ میں بھی مسئلہ اس طرح موجود ہے "**ولو أن رجلا من أهل السواد دخل المصر لصلوٰة الأضحى وأمر أهله أن يضحوا عنه جاز أن يذبحوا عنه بعد** طلوع الفجر، **قال محمد رحمه الله أنظر في هذا إلى موضع الذبح دون** المذبوح عنه، **كذا في الظهيرية الخ**" (۲۹۶/۵)۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ ایک ہے قربانی کے وجوب کا وقت اور ایک ہے اداء واجب کی صحت وجواز کا وقت، پہلے میں مضحی کے حق میں اس وقت کا تحقق ضروری ہے، قبل تحقق وقت اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہوگی اور قبل الوجوب اس کی ادائیگی معتبر اور صحیح نہیں ہوگی، اور دوسرے میں مکان اضحیہ کے اعتبار سے وقت کا تحقق کافی ہوجائے گا، ہذا ماعندی والعلم عند اللہ۔

اس کے بعد مرسلہ سوالوں کا جواب حسب ذیل ہے:

۱- بندوں کے حقوق مالیہ کے اندر نفس وجوب اور وجوب ادا کے درمیان فصل و انفصال تو شاید متفق علیہ ہے، اسی طرح اللہ کے حقوق عبادات بدنیہ میں، نفس وجوب اور وجوب ادا کے اندر فصل وانفصال کا نہ ہونا بھی بین فقہاء الاحناف والشوافع متفق علیہ ہے، البتہ اللہ کے حقوق مالیہ مثلاً زکوٰۃ اور قربانی میں نفس وجوب اور وجوب ادا میں فصل وانفصال ہوتا ہے یا نہیں یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے مگر محققین فقہاء احناف عبادات بدنیہ کی طرح عبادت مالیہ میں بھی نفس وجوب اور وجوب ادا کے درمیان فصل وانفصال کے قائل نہیں اور ذہنی طور پر اسی کو اقرب الی الحق اور احق بالقبول میں بھی سمجھتا ہوں۔ تاہم اس کو مستقل قابل بحث اور لائق مناقشہ سمجھا جاسکتا ہے، اس لئے میں اس کے متعلق گفتگو کو طول نہ دیکر ضابطہ کے جواب ہی کو فی الحال مناسب سمجھتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں صرف اتنا لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کے

لئے بھی سبب وشرط ہے، اور ادائے واجب کی صحت و جواز کے لئے شرط ہے، اور دلیل بدائع الصنائع کی یہ عبارت ہے: "وأما الذی يرجع إلى وقت التضحيه فهو أنها لاتجوز قبل دخول الوقت لأن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب، كوقت الصلوٰة ......" (۵/۷۳)۔

۲- ایام قربانی میں ادائے واجب کی صحت و جواز کے لئے جو وقت شرط ہے اس وقت کے تحقق میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار نہ ہوگا، جیسا کہ مسطورہ بالا فقہی عبارتوں سے ظاہر ہے۔

۳- تاریخ میں تقدم و تأخر کے سبب اگر جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں تیرہ ذوالحجہ ہوچکی اور جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس شخص کے حق میں ابھی بارہ ہی ذوالحجہ ہے تو ایسی فقہی عبارت "المعتبر في ذالک مكان الأضحية لامكان المضحى" اور "قال محمد رحمه الله أنظر في هذا إلى موضع الذبح دون المذبوح عنه كذا في الظهيريه" (فتاوی ہندیہ ۵/۲۹۶) کی روشنی میں یہ قربانی عندالاحناف درست نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

اضحیہ کے ایام واوقات کی شرعی حیثیت

مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

حنفیہ کے نزدیک ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے، اور جس طرح روزہ اور حج وغیرہ کے ایام شریعت نے مقرر کیے ہیں، ویسے ہی قربانی کے لیے ۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ کے ایام مقرر ہیں۔ اب اگر کوئی آدمی قربانی کرنا چاہتا ہے تو اسے ان ایام میں ہی قربانی کرنی ہوگی۔ اور ان ایام کے ختم ہونے کے بعد قربانی نہیں کی جاسکے گی۔

"أيام الأضحى ثلثة، يوم الأضحى بعد طلوع الفجر ...... لأن الذبح عرف قربة في هذا الوقت المخصوص فتفوت بفواته" (فتاوی ولوالجیہ ۳/ ۷۹)۔

(قربانی کے تین دن ہیں، طلوع صبح صادق کے بعد قربانی کا دن شروع ہوجاتا ہے، قربانی اس مخصوص وقت میں برائے قربت ہے، اس لیے وقت کے فوت ہوجانے سے قربانی نہیں کی جاسکے گی)۔

قربانی کے ان ایام کو پالینے سے ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہوجاتی ہے، اس لیے کہ نماز، روزہ وغیرہ کی طرح قربانی میں بھی وقت نفس وجوب کا سبب ہے، چنانچہ دس ذی الحجہ سے قبل قربانی واجب نہیں ہوگی۔

بدائع میں ہے:

"أما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

الواجبات المؤقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم" (۱۹۸/۴)۔

صاحب بدائع نے کالصلاۃ والصوم کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ وقت الوجوب سے مراد، وجوب ادا نہیں ہے، پھر جب ایام نحر میں صبح صادق ہو جائے تو تمام شرائط کی موجودگی میں قربانی واجب ہوگی۔

"فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب" (بدائع ۱۹۸/۴)۔

(ایام نحر میں پہلے دن صبح صادق سے وجوب کا وقت شروع ہوتا ہے اور وجوب کی تمام شرائط کی موجودگی میں قربانی واجب ہوگی)۔

صاحب توضیح نے دس ذی الحجہ کو صبح صادق سے قبل قربانی کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

"أجمعوا أنه لايجوز أن يضحى قبل طلوع الفجر يوم العيد" (التوضیح ۶۰۸/۶)۔

قربانی کرنے والا جس جگہ رہتا ہے، وہیں اسے قربانی بھی کرنی ہے، تو مسئلہ صاف اور واضح ہے، پریشانی اس وقت ہوتی ہے جب قربانی کا جانور کہیں ہے اور خود قربانی کرنے والا کہیں اور، دوری اس قدر ہے کہ ایک یا دو دن کی تاریخ کا فرق ہو جا رہا ہے، ہندوستان میں رہنے والا عرب میں قربانی کرانا چاہتا ہے، وہاں دس ذی الحجہ ہے جو قربانی کا دن ہے، لیکن جس کی جانب سے قربانی ہونی ہے، اس کے یہاں ابھی نو ذی الحجہ ہی ہے، قربانی کا دن شروع ہی نہیں ہوا، ایسے میں اگر عرب میں ۱۰ر ذی الحجہ کو قربانی اس کی جانب سے کر دی گئی تو قربانی نہیں ہوگی۔ کیوں کہ یہ مکلّف ہونے سے پہلے انجام دینا ہے۔ اور مکلّف ہونے پہلے چوں کہ نفس وجوب نہیں پایا جاتا اس لیے قربانی نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ قربانی کے لیے وقت، نفس وجوب کا سبب ہے۔

اس صورت میں ضروری ہوگا کہ جس کی جانب سے قربانی کی جا رہی ہے وہ جہاں رہ رہا

ہے، وہاں دس ذی الحجہ کی صبح صادق ہوچکی ہو۔ البتہ ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد قربانی کے لئے وقت کی تعیین، مقام قربانی کے اعتبار سے ہوگی، اگر قربانی کا جانور دیہات میں ہے، تو نماز عید سے قبل بھی قربانی ہوجائے گی۔ لیکن قربانی کا جانور شہر میں ہو اور جس کی جانب سے قربانی ہونی ہے وہ دیہات میں ہو تو قربانی نماز عید کے بعد ہی کی جاسکے گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"إن الرجل إذا كان في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم ليضحوا عنه فإنه يعتبر مكان التضحية" (۵/۲۹۵)۔

فتاوی ہندیہ میں امام محمدؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ اعتبار مقام ذبح کا ہوگا۔ اس شخص کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے (۵/۲۹۵)۔

بدائع الصنائع میں ہے:

"فإن كان هو في المصر والشاة في الرستاق أوفي موضع لايصلى فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاة العيد فإنها تجزيه ...... لوكان هو في الرستاق والشاة في المصر وقد أمر أن يضحى عنه فضحوا بها قبل صلاة العيد فإنها لاتجزيه، إنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من عليه" (۴/۲۱۳)۔

(قربانی کرنے والا شخص کسی شہر میں ہے اور بکری (قربانی کا جانور) دیہات میں یا ایسی جگہ جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی اور قربانی کرنے والے شخص نے دیہات کے لوگوں کو اپنی جانب سے قربانی کرنے کو کہا تھا، انہوں نے اس کی قربانی نماز عید سے پہلے طلوع فجر کے بعد کردی تو یہ قربانی کافی ہوگی۔ (اس کے برعکس) اگر قربانی کرنے والا دیہات میں ہے اور جانور شہر میں اور اس نے شہر کے لوگوں کو قربانی کے لیے کہا تھا، انہوں نے نماز عید سے قبل کردی تو یہ کافی نہیں ہوگی، کیوں کہ اس مسئلہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کے مقام کا)۔

یہاں پر یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ قربانی کا نفس وجوب تو قربانی کرنے والے کے مقام پر ایام قربانی کے آغاز سے ہوگا۔ اس سے قبل قربانی، مکان اضحیہ میں قربانی کے ایام شروع ہونے کے باوجود نہیں ہو سکے گی، کیوں کہ یہ وجوب سے قبل ادائیگی کی طرح ہے، اس طرح ہندوستان میں رہنے والے شخص کی قربانی سعودی عرب وغیرہ میں دس تاریخ کو نہیں کی جاسکے گی، کیوں کہ اس دن ہندوستان میں قربانی کا وقت نہیں شروع ہوا ہے۔

البتہ وجوب کے بعد وقت کی انتہا میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔ اس لیے اگر عرب میں رہنے والے کی جانب سے قربانی ہندوستان میں کی جارہی ہے تو ۱۲ رذی الحجہ کو قربانی ہوسکتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں رہنے والے کی قربانی عرب میں نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ قربانی کے ایام وہاں ختم ہو چکے ہیں۔ جن حضرات نے مقام اضحیہ کا اعتبار کیا ہے وہ نفس وجوب کے بعد ہے، نہ کہ نفس وجوب سے پہلے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱-قربانی کے لیے وقت، نماز، روزہ کی طرح نفس وجوب کا سبب ہے۔

۲-نفس وجوب میں قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار ہوگا اور ادا میں مقام اضحیہ کا۔

۳-قربانی کے ایام کے آغاز میں قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار ہوگا اور اختتام میں مقام اضحیہ معتبر ہوگا۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی انور علی اعظمی ☆

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟ اس چیز کی وضاحت کے لئے اصول فقہ کی اس تقسیم کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے مطلق عن الوقت اور مقید بالوقت، پھر مقید بالوقت کی چار اقسام ہیں:

الف- وقت مودیٰ کے لئے ظرف ہو، ادا کے لئے شرط ہو اور وقت وجوب کا سبب ہو، ظرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وقت مامور بہ کے لئے معیار نہ ہو بلکہ اس سے فاضل ہو اور شرط ہونے سے مراد یہ ہے کہ وقت پائے جانے سے پہلے مامور بہ درست نہ ہو اور وقت کے فوت ہونے سے مامور بہ فوت ہو جائے۔

اور سبب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مامور بہ کے وجود میں اس وقت کی تاثیر ہو اس کی مثال نماز کا وقت ہے نماز کے لئے۔

ب- وقت مامور بہ کے لئے معیار ہو اور اس کے واجب ہونے کا سبب ہو جیسے کہ رمضان کا مہینہ روزہ کے لئے۔

ج- وقت مامور بہ کے لئے معیار ہو سبب نہ ہو جیسے قضاء رمضان، نذر مطلق۔

د- وقت مشکل ہو، بعض جہتوں سے معیار کے مشابہ ہو اور بعض اعتبار سے ظرف معلوم ہو جیسے حج کا وقت حج کے عمل کے لئے، اس اعتبار سے معیار ہے کہ ایک سال میں دو حج نہیں

☆ مفتی دار العلوم مئو، یوپی

ہوسکتا۔ اور اس اعتبار سے ظرف ہے کہ حج کا وقت شروع ہوجاتا ہے شوال سے اور حج کے ارکان ادا کئے جاتے ہیں ذی الحجہ کے چند دنوں میں۔ اس تقسیم کو مدنظر رکھ کر جب غور کیا جاتا ہے تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اضحیہ کا وقت اضحیہ کے لئے ظرف ہے۔ ادا کے لئے شرط ہے اور اس کے واجب ہونے کا سبب ہے یعنی ان چار اقسام میں اضحیہ مقید بالوقت کی پہلی قسم میں داخل ہے۔

اس قسم کے جو احکام اصولیین نے لکھے ہیں اس میں یہ وضاحت ہے کہ مامور بہ کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''فأقول وبالله التوفيق: إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب وإنما قلنا ذالک لأن السبب إنما يعرف بسنبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون حادثا به سببا وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف ثم ههنا تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت ظاهر وكذلک الإضافة فإنه يقال: يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعه ويوم العيد'' (فتح القدیر مع الکفایہ ۴۷۵/۸)

علامہ ابن ہمام کی عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ قربانی کرنے والے کے مقام کا۔ فقہاء کے یہاں ایک خاص مسئلے میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے مکان مضحی کا نہیں، وہ مسئلہ ہے شہری اور دیہاتی کا، ایک شہری نے اپنا جانور کسی ایسے دیہات میں رکھا ہو جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی تو یوم النحر کی صبح صادق کے بعد یہ شہری اپنے دیہات میں رکھے ہوئے جانور کی قربانی کراسکتا ہے۔ کیوں کہ شہر میں رہنے والوں کے لئے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے قبل قربانی کو منع فرمایا ہے۔ دیہات میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، وہاں صبح صادق کے بعد یہ عمل

ہوسکتا ہے۔

"والأصل فيه قوله عليه السلام: "من ذبح قبل الصلوٰة فليعد ذبيحته ومن ذبح بعد الصلوة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين" وقال عليه السلام: "إن أول نسكنا في هذا اليوم الصلوة ثم الأضحيه" (بحوالہ ہدایہ ۴/۴۲۹)۔

فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار کیا ہے اور مضحی کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے دیہات میں رکھے ہوئے جانور کی قربانی نماز سے پہلے بھی کرا سکتا ہے، لیکن اگر مضحی اور اس کے وکیل میں اتنا لمبا فاصلہ ہو کہ مضحی پر یوم النحر کی صبح صادق طلوع نہ ہوئی ہو اور وکیل کے مقام پر ۱۰/ ذی الحجہ شروع ہو چکا ہو تو اس صورت میں اس موکل کی طرف سے اس دور دراز مقام پر قربانی کرنا درست نہ ہوگا، اور اس مسئلہ میں مقام مضحی کا اعتبار ہوگا نہ کہ مقام اضحیہ کا، کیونکہ سبب وجوب کے پائے جانے سے پہلے عبادت کا ادا کرنا درست نہیں ہوتا۔ اور عبادت کرنے کی صورت میں وجوب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ جیسے وقت ہونے سے نماز پڑھنا اور بنیادی نصاب کے مالک ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا، چونکہ قربانی کا وقت قربانی کے وجوب کے لئے سبب ہے اس لئے جب موکل پر ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح طلوع نہیں ہوئی ہے تو اس پر ابھی قربانی کا ذمہ عائد نہیں ہوا ہے، لہٰذا اس کی جانب سے کسی ایسی جگہ پر رہنے والے وکیل کا قربانی کرنا جہاں یوم النحر کی صبح صادق طلوع ہو چکی ہو درست نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں اصول فقہ کی اس عبارت سے استدلال کیا جاسکتا ہے، "وتقديم المسبب على السبب لايجوز أصلا" (نورالانوار/۵۷)۔

۳- قربانی کے ایام جمہور کے یہاں تین دن ہیں: ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ذی الحجہ، امام شافعیؒ کے یہاں ۱۳/ ذی الحجہ بھی ایام قربانی میں شامل ہے۔ جمہور کا قول حضرت عمر، حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے آثار سے ماخوذ ہے، صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ان صحابہ کرامؓ نے یہ تقدیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہے کیونکہ مقدار کی تعیین میں رائے کا کوئی دخل نہیں۔

"وقد قالوه سماعاً لأن الرأى لايهتدى إلى المقادير" (ہدایہ ۴/ ۴۳۰)۔

لہٰذا اگر قربانی کرنے والا ایسی جگہ موجود ہو جہاں ۱۲/ ذی الحجہ کا سورج غروب ہو چکا ہو تو وہ کسی ایسے وکیل سے اپنی قربانی نہیں کرواسکتا جو وکیل کسی ایسی جگہ موجود ہو جہاں ابھی ۱۲/ ذی الحجہ کا سورج نہ ڈوبا ہو اس لئے کہ جس طرح قربانی درست ہونے کے لئے موکل پر ۱۰/ ذالحجہ کی صبح صادق کا طلوع ہونا ضروری ہے اسی طرح قربانی درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ موکل پر ابھی قربانی کا وقت باقی ہو۔

اور اگر قربانی کرنے والا جس مقام پر ہے وہاں ۱۲/ ذی الحجہ کا سورج نہیں ڈوبا ہے اور جہاں قربانی ہے وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو چکی ہے تو اس مضحی کے حکم سے ایسے مقام اضحیہ پر بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ قربانی ایک عبادت ہے اور اس عبادت کی اصل اراقۃ الدم ہے اور اراقۃ الدم کا عبادت ہونا وقت کے ساتھ مقید ہے اور وہ وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق سے ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب تک۔ لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں جہاں اراقۃ الدم کا عمل ہو رہا ہے وہاں وقت اضحیہ ختم ہو چکا ہے اس لئے اب اس جگہ یہ عمل عبادت نہیں ہوگا۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی عبدالرحیم قاسمی☆

قربانی کے لئے وقت ظرف ہے، پورے وقت کے کسی بھی حصہ میں قربانی کرنے سے ادا ہوجائے گی۔

درمختار میں ہے: "تجب على الظرفية يوم النحر إلى آخر أيامه"

ظرفیت کی بنا پر قربانی ایام نحر میں آخر تک واجب ہے اس پورے وقت کے کسی بھی حصے میں ادا کی جاسکتی ہے۔

علامہ شامی نے کہا ہے:

"أفاد أن الوجوب موسع في جملة الوقت غير عين والأصل أن ماوجب كذالک يتعين الجزء الذى أدى فيه للوجوب أو آخر الوقت كما في الصلاة وهو الصحيح" (شامی ۲۰۱/۵)۔

(وجوب غیر متعین پورے وقت میں وسعت رکھتا ہے اور اصول یہ ہے کہ جو اس طرح واجب ہو اس میں وقت کا وہی حصہ وجوب کے لئے متعین ہوجائے گا جس میں ادا کیا جائے یا آخر وقت وجوب کے لئے متعین ہوگا جیسا کہ نماز میں ہے یہی صحیح ہے)۔

بدائع میں علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

"قربانی اس کے وقت میں وسعت کے ساتھ واجب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر

☆ ناظم جامعہ خیر العلوم نور محل روڈ، بھوپال، ایم پی

متعین طور پر پورے وقت میں واجب ہے جیسے نماز کی فرضیت ہوتی ہے۔ مکلّف شخص اس وقت کے جس حصہ میں بھی قربانی ادا کرے گا واجب کو ادا کرنے والا ہوگا، برابر ہے کہ شروع وقت میں کرے یا درمیان میں یا آخر وقت میں جیسے نماز کا مسئلہ ہے اور اصول یہ ہے کہ جو چیز غیر متعین وقت میں واجب ہوتی ہے اس کا وہی حصہ متعین ہوجائے گا جس میں وہ ادا کی جائے گی یا آخر تک ادا نہ کرنے کی صورت میں آخر وقت متعین ہوجائے گا جیسے نماز میں ہوتا ہے یہی قول صحیح ہے''۔ (بدائع الصنائع ۵/ ۶۴)۔

۲– ''إن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال ينبغي لهم أن لايضحوا عنه حتى يصلى الإمام الذى فيه أهله فإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لميجزه وهوقول محمد عليه الرحمة وقال الحسن بن زياد انتظرت الصلاتين جميعا وإن شكوا في وقت صلاة المصر الآخر لم يذبحوا حتى تزول الشمس فإذا زالت ذبحوا عنه، وجه قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى ولأبي يوسف ومحمد رحمهما الله أن القربة في الذبح والقربات الموقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لافي المفعول عنه'' (بدائع ۵/ ۷۴)۔

(اگر آدمی ایک شہر میں ہے اور اس کے اہل خانہ دوسرے شہر میں ہیں اس نے ان کو خط لکھا کہ اس کی طرف سے قربانی کردیں امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے ذبیحہ کے مقام کا اعتبار کیا ہے اور کہا ہے کہ مناسب ہے کہ اس کے اہل خانہ جہاں ہیں اس جگہ جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے تب تک قربانی نہ کریں اور اگر اس جگہ عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کردی تو کافی نہیں ہوگی، امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اور حسن ابن زیاد نے کہا ہے میں دونوں جگہ کی نمازوں کا انتظار کروں گا اور اگر دوسرے شہر کی نماز ہونے نہ ہونے میں شک ہوتو سورج ڈھلنے

تک قربانی نہ کریں جب سورج کا زوال ہوجائے تو اس شخص کی طرف سے ذبح کردیں، حسن کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے جو کہا ہے اس میں دونوں حالتوں کا اعتبار ہے ذبح کی حالت کا اور جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کی حالت کا بھی اعتبار ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ ذبح کرنے میں قربت ہے جن قربات کا وقت مقرر ہوجاتا ہے اس میں وہ کام کرنے والے کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے اور جس کی طرف سے کیا گیا اس کے وقت کا اعتبار نہیں ہوتا)۔

اصول اور فقہ کے لحاظ سے زیادہ قریب حسن ابن زیادہ کا قول ہے، لہٰذا دور حاضر میں اسی کے مطابق فتویٰ دینا مناسب ہے۔

۳- اصول یہ ہے کہ جو چیز وقت کے غیر متعین حصے میں واجب ہو تو وقت کے جس حصے میں وہ چیز ادا کی جائے گی اور اگر آخر تک ادا نہیں کی گئی تو وقت کا آخری حصہ وجوب کے لئے متعین ہوجائے گا، اصول فقہ میں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، اس پر تحریر کرتے ہوئے صاحب بدائع نے یہ مسئلہ لکھا ہے: ''**وعلى هذا يخرج ما إذا لم يكن أهلا للوجوب في أول الوقت ثم صار أهلاً في آخره بأن كان كافرا أو عبدا أو فقيرا أو مسافراً في أول الوقت ثم أسلم أو أعتق أو أيسر أو أقام في آخره أنه يجب عليه ولو كان أهلا في أوله ثم لم يبق أهلا في آخره بأن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره لايجب عليه**'' (بدائع الصنائع ۶۵/۵)۔

اس اصول سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ شروع وقت میں جب کوئی شخص قربانی واجب ہونے کی اہلیت نہ رکھتا ہو پھر آخر وقت میں وہ اہل ہوجائے اس طرح کہ کافر تھا مسلمان ہوگیا، غلام تھا آزاد ہوگیا، غریب تھا مالدار ہوگیا یا مسافر تھا آخر وقت میں مقیم ہوگیا تو آخر وقت میں اس پر قربانی واجب ہوجائے گی اور اگر وہ شروع وقت میں اہل تھا پھر آخر وقت میں اہلیت ختم ہوگئی اس طرح کہ

مرتد ہوگیا یا تنگدست ہوگیا یا سفر شروع کردیا تو آخر وقت میں اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

شامی میں ہے: اصول یہ ہے کہ جو اس طرح واجب ہو کہ وقت ظرف ہو تو جس جزء میں اس کو ادا کیا جاتا ہے وجوب کے لئے وہی متعین ہوجاتا ہے "**وعليه يتخرج ما إذا صار أهلا للوجوب في آخره بأن أسلم أو أعتق أو أيسر أو أقام تلزمه لا إن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره**" (شامی ۲۰۱/۵)۔ اس اصول سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب وہ آخر وقت میں وجوب کا اہل ہوگیا اس طرح کہ مسلمان ہوگیا یا آزاد ہوگیا یا مالدار ہوگیا یا مقیم ہوگیا تو اس پر قربانی لازم ہوجائے گی۔ اگر آخر وقت میں مرتد ہوگیا یا تنگدست ہوگیا یا سفر شروع کردیا تو اہلیت ختم ہوجانے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جس پر قربانی واجب کی جارہی ہے آخر وقت میں اس کی جو حالت ہوگی اس کے اعتبار سے قربانی واجب ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا آخر وقت میں اہلیت ختم ہوجانے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ مذکورہ سوال کے مطابق جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے وہ جہاں مقیم ہے اس جگہ ۱۳/ذی الحجہ ہوجانے کی وجہ سے قربانی کا وقت ختم ہوگیا، لہٰذا اب اس کی طرف سے کسی ایسی جگہ قربانی کرنا جائز نہیں جہاں ابھی ۱۲/ذی الحجہ ہو کیونکہ اس کی اہلیت ختم ہوگئی اب اس کے ذمہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ دینا لازم ہوگا۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا شیر علی صاحب☆

۱-قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے جو کہ ۱۰/ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے ۱۲/ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے لیکن یہ سبب وقت کے دیگر اجزاء کی طرف منتقل ہوتا رہے گا یہاں تک کہ وہ جس میں اس واجب کو ادا کرے گا وقت کا وہی جزء وجوب اور ادا دونوں کا سبب ہوگا۔

"وسببها الوقت، وهو أيام النحر" (مجمع الأنہر ۵۱۶/۳)۔

"أن سبب وجوب الأضحية الوقت وهوأيام النحر" (تکملہ فتح القدیر ۵۰۹/۹)۔

"وحقق (صاحب النهاية) أن السبب هوالوقت لأن الشئ إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه" (شامی ۴۵۲/۹)۔

عبادات مؤقتہ کے نفس وجوب کا سبب حقیقی ایجاب قدیم یعنی اللہ تعالیٰ کا ازل ہی میں بندوں پر اس عبادت کو واجب کرنا ہے اور سبب ظاہری وقت ہے جو ایجاب قدیم پر دال ہے (دیکھئے: شرح التلویح ۳۸۱/۱)۔

قربانی، نماز و روزہ کی طرح عبادت مؤقتہ ہے، پس جیسے نماز روزہ کا سبب وقت ہے اسی طرح قربانی کا سبب بھی وقت ہوگا، لہٰذا جیسے نماز روزہ وقت سے پہلے ادا نہیں ہو سکتے اسی

☆ شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر، گجرات

طرح قربانی بھی وقت سے پہلے اور بعد میں ادا نہیں ہوگی۔

جب عام فقہاء کرام سبب ذکر کرتے ہیں تو اس سے نفس وجوب کا سبب مراد ہوتا ہے۔

۲- ایام قربانی میں مکان مضحی کا اعتبار کیا جائے گا، اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے اور وہ ۱۰ر ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق سے ۱۲ر ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے۔

اور قربانی کے لئے شرط وجوب آدمی کا مالک نصاب ہونا ہے، اور شہری کے حق میں ایک شرط اور زائد ہے، اور وہ یہ کہ اس کی قربانی نمازِ عید کے بعد انجام پائے اور یہ شرط اداء ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اگر مضحی پر وقت نہیں آیا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوئی اور جب اس پر قربانی واجب نہیں ہوئی تو اس کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں، لیکن پھر بھی اگر اس کی طرف سے قربانی کردی گئی تو یہ قربانی ادا قبل الوقت ہوئی جو کہ درست نہیں۔

مثلاً نماز کہ وقت نماز کے داخل ہونے سے پہلے وہ فرض ہی نہیں ہوئی، لہٰذا اگر کسی نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کی تو فرض ادا نہ ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے یوم نحر سے پہلے قربانی کی تو وہ بھی شرعاً معتبر نہ ہوگی، چاہے وہ خود کرے یا کسی دوسری جگہ وکیل کے ذریعہ کرائے۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"أما الذی یرجع إلی وقت التضحیة فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت لأن الوقت کما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب کوقت الصلاة، فلا یجوز لأحد أن یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الأول من أیام النحر، ویجوز بعد طلوعه سواء کان من أهل المصر أو من أهل القری، غیر أن للجواز في حق أهل المصر شرطاً زائداً أو هو أن یکون بعد صلوٰة العید، لایجوز تقدیمها عندنا" (بدائع ۴ر۲۱۱، زکریا بکڈپو دیوبند)۔

اور فقہاء کرام کی وہ عبارات کہ جن میں ''مکان اضحیہ'' کا معتبر ہونا مذکور ہے تو ان کا تعلق اداء کے ساتھ ہے، نفس وجوب کے ساتھ نہیں اور قربانی کے سلسلہ میں اداء میں بلا شبہ مکان اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام جب شہری کے لئے نماز عید سے پہلے کسی دیہات میں قربانی کے جواز کو لکھتے ہیں تو اس موقع پر ''مکان اضحیہ کے معتبر ہونے کو لکھتے ہیں، ہدایہ درمختار وغیرہ میں اسی طرح ہے، پس معلوم ہوا کہ مقام اضحیہ کا اعتبار اس وقت ہے جبکہ مکان مضحی (شہر) اور مکان اضحیہ (دیہات) دونوں جگہ صبح صادق ہو چکا ہو (ہدایہ اخیرین، کتاب الأضحیہ/ ۴۳۰، درمختار کتاب الاضحیہ ۲۷۸/۵)۔

۳- جہاں قربانی کا جانور ہے اگر وہاں قربانی کا وقت ختم ہو گیا ہے تو اس جانور کا صدقہ کرنا واجب ہوگا، اس کو ذبح نہیں کیا جائے گا، اگر چہ ''**من تجب عليه الأضحية**'' کے مقام پر وقت باقی ہو۔

''**وإنما يعتبر في هذا مكان الأضحية لامكان من عليه الأضحية هكذا ذكر محمدؒ في النوادر، وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن أبي يوسف يعتبر المكان الذى فيه الذبح ولايعتبر المكان الذى يكون فيه المذبوح عنه**'' (بدائع ۷۴/۵)۔

قربانی صحیح ہونے کے لئے قربانی اور من تجب علیہ الاضحیۃ دونوں کے مقام پر وقت کا ہونا ضروری ہے۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی ☆

۱- مؤقت عبادات میں نفس وجوب ووجوب ادا دونوں کا سبب وقت ہے، **"فالوجوب سببه الحقيقي هو الإيجاب القديم وسببه الظاهري هو الوقت ووجوب الأداء سببه الحقيقي تعلق الطلب بالفعل وسببه الظاهري اللفظ الدال على ذالك"** (شرح التلویح ۱/۳۸)۔ **"وفي النامي وسببه الظاهري هو الأمر أقيم مقامه"** (حاشیہ حسامی ۷۲) (وجوب کا سبب حقیقی ایجاب قدیم اور سبب ظاہری وقت ہے اور وجوب اداء کا سبب حقیقی طلب کا فعل کے ساتھ متعلق ہونا ہے اور اس کا سبب ظاہری خطاب ہے جو وقت کے معنی کو شامل ہے)۔

لیکن مفہوم کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے **"وأما على اصطلاح الحنفية فالوجوب ينفك عن وجوب الأداء" "فنفس الوجوب يتفصل عن الأداء"** (تقریر وتحبیر ۲/۱۹۲) باوجود اس کے وقت وزمانہ کے اعتبار سے باہم اتصال ہے، فرق صرف یہ ہے کہ نفس وجوب مقدم اور وجوب اداء مؤخر ہوتا ہے جس کی تعبیر **"وأما على اصطلاح الحنفية"** سے کی جاچکی ہے، مذکورہ تحریر سے معلوم ہوا کہ اصولیین نفس وجوب کے ایجاب کو ایجاب قدیم اور وجوب ادا کے ایجاب کو خطاب سے موسوم کرتے ہیں، **"ولهذا أى لكون الوجوب جبرا من الله تعالى بالإيجاب لا بالخطاب.**

☆ شیخ الحدیث وپرنسپل دار العلوم مئو، یوپی

نفس وجوب و وجوب ادا کے باہمی اتصال پر اگر کوئی یوں نقد کرے کہ مسبب تو یہاں نفس وجوب ہے نہ کہ وجوب ادا، اس لئے اتصال کا قول بے معنی ہے تو اس کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ نفس وجوب مفضی الی وجوب الاداء ہوا کرتا ہے، **فإن قيل المسبب هنا نفس الوجوب لا الأداء حتى يعتبر الاتصال به قلنا نعم إلا أن الوجوب مفض إلى الوجود أعني الأداء"** چونکہ قربانی واجب مؤقت ہے جو ایام نحر کے ساتھ خاص ہے، اسی لئے اسے ایام الاضحیۃ یا یوم النحر کہا جاتا ہے "**إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر ...... ثم ذكر ههنا تكرر وجوب الاضحية بتكرر الوقت ظاهر فإنه يقال يوم الأضحى"**۔

۲-قربانی کا مدار دو چیزوں پر ہے اہلیت وجوب و سبب نفس وجوب یعنی اضحیہ کا وقت ہونا، صرف ایک کے تحقق پر قربانی جائز نہ ہوگی، اس لئے قربانی کرنے والے اور مقام قربانی دونوں کے یہاں اضحیہ کا ہونا ضروری ہوگا "**إن الجزء الأول سبب للوجوب ثم بعد ذالک طريقان أحدهما نقل السببية من الجزء الأول إلى الثانى إذا لم يؤد في الجزء الأول ثم إلى الثالث والرابع إلى أن ينتهى إلى آخر الوقت فيتقرر الوجوب حينئذ والطريق الثانى أن يجعل كل جزء من جزء الوقت سببها لاعلى سبيل الانتقال"** (اصول الشاشی: ۹۹-۱۰۱)۔ وجوب کا سبب تو جزء اول ہے لیکن اگر مکلّف نے مامور بہ کو ادا نہ کیا تو یہ جزء ثانی و ثالث ہے حتی کہ آخر وقت تک منتقل ہوتا رہے گا۔ نفس وجوب کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وقت کا ہر ہر جزء مامور بہ کے لئے سبب ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ میں ایک سوال کے جواب میں جبکہ قربانی کرنے والا مدراس میں ہو اور وہاں عید الاضحیٰ پیر کو ہو اور وکیل کے یہاں حیدرآباد میں اتوار کو تو وکیل کی اس قربانی کو جائز قرار دیا ہے اور ہدایہ اخیرین کی عبارت "**والمعتبر في ذالک مكان الأضحية حتى**

لو كانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر ولو كان على العكس لايجوز إلا بعد الصلوة" (ہدایہ آخرین ۴۴۰/۴) اور در مختار کی عبارت "والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه الخ" سے استدلال کیا ہے (فتاوی رحیمیہ ۹۴۰/۱۰۔

چونکہ اس کے لئے وقت شرط ہے اس لئے عاجز کی فہم تقصیر یہ کہتی ہے کہ مقام قربانی اور قربانی کرنے والے دونوں کے یہاں ایام اضحیہ کا ہونا ضروری ہے۔

۳- پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ مؤکل اور وکیل دونوں کے یہاں ایام اضحیہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو قربانی نہ ہوگی۔ صورت مسئولہ میں چونکہ وکیل کے مقام پر ایام اضحیہ نہیں اس لئے مؤکل کی طرف سے اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ اس طرح اگر مؤکل ۹/تاریخ کو قربانی کے لئے کسی کو وکیل بنادے اور وکیل کے یہاں وہ دس تاریخ ہو تو قربانی نہیں ہونی چاہئے، کیوں کہ ابھی مؤکل پر نفس وجوب ہوا ہی نہیں، حج بدل کرنے والا (حاج عن الغیر) اگر وقوف عرفہ کے وقت کے بعد وقوف کرے تو کیا اس کا یہ وقوف معتبر ہوگا؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہوگا کیوں کہ وقوف وقت کے اندر نہیں ہوا۔ اسی طرح صورت مسئولہ میں قربانی وقت کے بعد ہوئی۔

خلاصہ جوابات

۱- وقت نفس وجوب و وجوب اداء دونوں کا سبب ہے۔

۲- مقام قربانی اور جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے دونوں کے یہاں ایام اضحیہ کا ہونا ضروری ہے۔

۳- اگر قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو (وکیل کے یہاں) ۱۳/ذی الحجہ تو اس صورت میں قربانی درست نہ ہوگی۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

اسلامی شریعت میں قربانی کو بے حد اہمیت حاصل ہے، اس کے لئے سال میں تین ایام مخصوص ہیں ۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ، اس کی ادائیگی بس انہیں مقررہ ایام میں ہوسکتی ہے، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔ علامہ کاسانیؒ ان ایام کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"أيام النحر ثلاثة: يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر وذلك بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثانى عشر" (بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۸)۔

قربانی کے یہ ایام اس کے لئے سبب وجوب ہیں، درمختار میں ہے:

"سببها الوقت وهو أيام النحر" (درمختار ۹/ ۴۵۳)۔

۱- پھر اصول فقہ کی تصریحات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے، جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے:

تقسيم الوقت في المؤقت أما أن يفضل فيسمى ظرفا وموسعا كوقت الصلاة وهو سبب للوجوب وظرف للمؤدى وشرط للأداء وهو الحكم في كل مؤقت" (مسلم الثبوت / ۲۹)۔

التوضیح والتلویح میں ہے:

☆ صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم بنارس

ثم هو أی الوقت لما بین أن الوقت سبب للوجوب أراد أن یبین أن المراد بالوجوب نفس الوجوب لاوجوب الأداء، وسبب لنفس الوجوب لأن سببها الحقیقی الإیجاب القدیم وهو ترتب الحکم شئ ظاهر فکان هذا الشئ الظاهر وهو الوقت سببا لها أی لنفس الوجوب" (التوضیح والتلویح/۴۲۹)۔

۲- اگر کسی شخص پر قربانی واجب ہوجائے تو اس کی ادائیگی کے لئے مقام قربانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ اس شخص کے مقام کا جس پر قربانی واجب ہے، جیسا کہ (ہدایہ ۴/ ۴۳۰، بدائع ۸/ ۲۱۳، درمختار ۹/ ۴۶۱) وغیرہ میں صراحت موجود ہے:

"والمعتبر مکان الأضحیة لامکان من علیه فلوکانت في السواد والمضحی في المصر جازت قبل الصلاة وفي العکس لم تجز"

۳- مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوگئی ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی، اس سے پہلے قربانی واجب نہیں ہوگی، بدائع الصنائع میں ہے:

"أما وقت الوجوب فأیام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لاتجب قبل أوقاتها کالصلاة والصوم ونحوهما" (بدائع ۴/ ۱۹۸)۔

واضح رہے کہ ۱۰/ ذی الحجہ کی شب، آئندہ دن کے تابع نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق گذشتہ دن سے ہوتا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

"وفیه إشعار بأن التضحیة تجوز في اللیلتین الأخیرتین لا الأولی إذ اللیل في کل وقت تابع لنهار مستقبل إلا في أیام التضحیة فإنه تابع لنهار ماض کما في المضمرات" (ردالمحتار ۹/ ۴۵۸)۔

بدائع الصنائع میں ہے:

''أنه لم يدخل فيها الليلة العاشرة من ذی الحجة لأنه استتبعها النهار الماضی وهویوم عرفة بدلیل أن من أدرکها فقد أدرک الحج کما لو أدرک النهار وهویوم عرفة'' (بدائع ۴/ ۲۱۴)۔

اور اگر قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کرانی ہے وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو تو قربانی درست نہیں ہوگی، اس وجہ سے کہ وجوب قربانی کے بعد مقام قربانی کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور اگر جہاں قربانی کرانے والا ہے وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کرا رہا ہے وہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو تو قربانی درست ہوگی اس وجہ سے کہ مضحی پر قربانی واجب ہو چکی ہے، اور جہاں قربانی کرا رہا ہے وہاں ابھی ایام نحر باقی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قربانی کے واجب ہو جانے کے بعد مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

☆☆☆

قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا عبدالحیٔ مفتاحی☆

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين أما بعد!

قربانی شعائر اسلام میں سے ہے، حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، صوم وصلاۃ کی طرح یہ بھی وقت کے ساتھ مربوط ہے، چنانچہ جمہور کے نزدیک ۱۰، ۱۱، ۱۲؍ ذی الحجہ قربانی کے ایام ہیں، موجودہ دور میں صورت حال یہ ہے کہ مشرقی اور مغربی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دن کا فرق ہوجاتا ہے کسی جگہ ۹؍ ذی الحجہ ہوتی ہے تو کسی جگہ ۱۰؍ ذی الحجہ، کہیں ۱۲؍ ذی الحجہ ہوتی ہے تو کہیں ۱۳؍ ذی الحجہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے قربانی کے متعلق نئے مسائل سامنے آتے ہیں، سوالنامہ میں اسی قسم کے کچھ مسائل مذکور ہیں ہر ایک کا جواب نمبروار تحریر کیا جارہا ہے۔

۱-قربانی کے لئے وقت نفس وجوب (کسی حکم کا انسان پر لازم ہونا) کا سبب ہے نہ کہ وجوب اداء (کسی حکم کی ادائیگی کا لازم ہونا) کا جیسا کہ نماز کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے نہ کہ وجوب اداء، کا بلکہ وجوب ادا کا سبب وہ نصوص ہیں جن سے قربانی اور نماز کا حکم معلوم ہوتا ہے ذیل میں آنے والی کچھ فقہی عبارتیں اس کی مزید وضاحت کرتی ہیں:

☆ ”وسببها الوقت وهو أيام النحر لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا ......

☆ ناظم اعلی مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد، مئو، یوپی

ثم الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهوظاهر وقد أضيف السبب إلى حكمه يقال يوم الأضحى ...... ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة عليها" (البنایۃ شرح الھدایہ ۱۲/ ۳)۔

☆ علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وسببها الوقت وهوطلوع فجر يوم النحر" (البحرالرائق ۹/ ۳۱۷)۔

☆ علامہ فقیہ داماد آفندی فرماتے ہیں: "وسببها الوقت وهو أيام النحر" (مجمع الأنہر ۲/ ۵۱۶)۔

چونکہ قربانی کے وجوب ادا کا سبب نصوص قرآنی وغیرہ ہیں، لہٰذا وقت کا نفس وجوب کا سبب ہونا متعین ہوگیا۔

۲- ایام قربانی میں اس جگہ کا اعتبار ہوگا جہاں قربانی کی جارہی ہے نہ کہ اس جگہ کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہے جیسا کہ آنے والی درج ذیل فقہی عبارتیں اس کی وضاحت کرتی ہیں:

☆ علامہ علاء الدین محمد بن احمد تحفۃ الفقہاء میں لکھتے ہیں: "والمعتبر مكان الذبيحة لامكان المذبوح عنه في ظاهر الرواية" (تحفۃ الفقہاء ۳/ ۸۳)۔

(اور ظاہر روایت کے اعتبار سے ذبح کرنے کی جگہ کا اعتبار ہے نہ کہ ذبح کرنے والے کی جگہ کا)۔

☆ فقیہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں: "والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى" (البحرالرائق ۹/ ۳۱۷)۔

☆ علامہ شیخ اسعد محمد الصاغرجی رقمطراز ہیں: "ثم المعتبر في ذلک مكان الأضحية" (الفقہ الحنفی وأدلتہ ۳/ ۱۸۸، نیز دیکھئے: البنایہ شرح الہدایہ ۱۲/ ۲۴، الدر المختار مع رد المحتار ۵/ ۲۲۴)۔

مذکورہ بالا تمام فقہی عبارتوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ قربانی میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے

نہ کہ قربانی کرنے والے کی جگہ کا۔

جب ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا نہ کہ قربانی کرنے والے کی جگہ کا تو اس کی مختلف صورتیں سامنے آئیں گی ہر ایک شکل کو مع حکم تحریر کیا جا رہا ہے:

الف-قربانی کرانے والے کے یہاں ۹/ذی الحجہ ہو اور مقام قربانی میں ۱۰/ذی الحجہ ہو اس صورت میں قربانی درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ وقت جو نفس وجوب کا سبب ہے نہیں پایا گیا۔

ب-قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہو اور مقام قربانی میں ۱۳/ذی الحجہ ہو اس صورت میں بھی قربانی درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ قربانی کے ایام میں مقام قربانی کا اعتبار ہے اور وہاں ۱۳/تاریخ ہے قربانی کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

ج-قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۰/تاریخ ہو مقام قربانی میں بھی ۱۰/تاریخ ہو، قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۱/تاریخ ہو مقام قربانی میں بھی ۱۱/تاریخ ہو، قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۲/تاریخ ہو اور مقام قربانی میں بھی ۱۲/تاریخ ہو تو ان تمام صورتوں میں قربانی صحیح ہے کیونکہ نفس وجوب کا سبب بھی موجود ہوگا اور ایام قربانی بھی باقی ہوں گے۔

۳-سوالنامہ میں مذکور آخری سوال کی صورت یہ ہے کہ قربانی کرانے والے کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہو وہاں ۱۳/ذی الحجہ ہو تو کیا قربانی درست ہے؟

اس سوال کا جواب ماقبل میں گزر چکا ہے یعنی قربانی کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہے اور مقام قربانی میں ۱۳/ذی الحجہ ہے جو قربانی کا وقت نہیں ہے۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا حفیظ الرحمن مدنی اعظمی ☆

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه واتبع سبله واقتدى بقدوته إلى يوم الدين.

۱-قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے اور وہ یوم النحر کی صبح صادق کا طلوع ہونا ہے۔

☆ تکملہ البحر الرائق میں ہے:"وأما شرائط أدائها فمنها الوقت في حق المصرى بعد صلاة الإمام والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى، وسببها طلوع فجر يوم النحر" (تکملہ البحر الرائق ۹/۳۱۷، کتاب الأضحیۃ، ناشر زکریا بکڈپو دیوبند)۔

(اور بہر حال ادا کے شرائط تو اس میں سے وقت ہے شہری کے حق میں امام کی نماز کے بعد اور معتبر قربانی کی جگہ ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کی جگہ اور اس کا سبب یوم النحر کی فجر کا طلوع ہونا ہے)۔

☆ مجمع الأنہر میں ہے:"وسببها الوقت وهو أيام النحر الخ" (مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الأضحیۃ ۲/۵۱۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)۔

(اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وہ ایام نحر ہیں)۔

☆ البحر الرائق میں ہے:"ولها شرائط وجوب وشرائط أداء وصفة وأما

☆ استاذ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد ضلع مئو

شرائط أدائها فمنها الوقت في حق المصري بعد صلاة الإمام ...... وسببها طلوع فجر يوم النحر" (البحر الرائق ۸/ ۱۷۳، کتاب الأضحیۃ)۔

☆ مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب نے فواتح، حسامی اور التوضیح والتلویح سے اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نماز کا نفس وجوب وقت کی وجہ سے اور زکوٰۃ کا نفس وجوب بقدر نصاب مال کی وجہ سے ہوتا ہے، مگر دونوں کی ادائیگی کا مطالبہ نص قرآنی کے ذریعہ ہوتا ہے" (اصول الفقہ/ ۸۷)۔

اس سے معلوم ہوا کہ وجوبِ ادا کا سبب نص قرآنی ہے، لہٰذا وقت وجوبِ ادا کا سبب نہیں ہے۔ اسی طرح لکھتے ہیں کہ امر میں ثبوت کا ذریعہ سبب کا وجود ہوتا ہے جو کہ نفس وجوب کا باعث بنا کرتا ہے۔

نیز نماز کے لئے نفس وجوب کا سبب وقت ہیں تو اسی پر قیاس کرکے کہا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ میں بھی وقت نفس وجوب کا سبب ہیں، جیسا کہ دلیل ۱ اور ۲ سے معلوم ہوا۔

☆ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "وإن كان العقار وقفا عليه، ينظر إن كان قد وجب له في أيام الأضحى قدر مائتي درهم فصاعداً فعليه الأضحية وإلا فلا كذا في الظهيرية" (فتاویٰ عالمگیری ۵/ ۲۹۳، مکتبہ رشیدیہ ماجدیہ، پاکستان)۔

(اور اگر زمین اس پر وقف ہو تو دیکھے، اگر ایام قربانی میں اس کے پاس دو سو درہم یا اس سے زیادہ کی ملکیت ہے تو اس پر قربانی ہے ورنہ نہیں)۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، اس مقام کا نہیں جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو نیز وجوب قربانی میں اخیر وقت کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ مراجع فقہ کی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں:

☆ "(قوله إلى آخر أيامه) دخل فيها الليل وإلا كره كما يأتي وأفاد أن

الوجوب موسع في جملة الوقت غير عين، والأصل أن ماوجب كذلک يتعين الجزء الذی أدی فيه للوجوب أو كما في الصلوة وهو الصحيح وعليه يتخرج ما إذا صار أهلاً للوجوب في آخره بأن أسلم أو اعتق أو أيسر أو أقام تلزمه. لا، إن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره" (ردالمحتار ۵/ ۲۲، مکتبہ رشیدیہ ماجدیہ، پاکستان)۔

☆ "والمعتبر في ذلک مكان الأضحية حتى لو كانت في السواد، والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر ولو كان على العكس لايجوز إلا بعد الصلاة الخ" (ہدایہ آخرین/ ۴۳۰، کتاب الأضحیۃ وکذافی الدر المختار مع ردالمحتار ۵/ ۲۲)۔

۳- اس مسئلے سے متعلق دو باتیں تمہیدی طور پر ملحوظ رہنی ضروری ہیں:

اولاً یہ کہ نفس وجوب اور اس کا سبب کیا ہے اور اس کا تعلق کس سے ہے؟

ثانیا: یہ کہ وجوب ادا کا سبب کیا ہے اور اس کا تعلق کس سے ہے؟

یہ بات فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے کہ نفس وجوب کا سبب وقت ہیں اور بقدر نصاب کا مالک ہونا ہے جس کے لئے حولانِ حول شرط نہیں ہے اور یسار، اقامت، قدرت، بلوغ اس کے شرائط میں سے ہیں، اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ ساری چیزیں ایام نحر کے اندر پائی جائیں۔

اور نفس وجوب کا تعلق مکلّف بندے سے ہے، (اور ادائیگی کا تعلق محل سے ہے) اور نفس وجوب کا تعلق بندے سے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مکلّف بندہ جہاں بھی ہو اگر وہ مقیم، صاحب نصاب، قادر، بالغ ہو تو دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر ہوتے ہی اس پر قربانی واجب ہوجاتی ہے، یعنی نفس وجوب ہوجاتا ہے، یا اگر کوئی نادار ہو، لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدلیا اور صبح صادق دسویں ذی الحجہ کی ہوگئی تو ساری شرطوں کیساتھ اس کے اندر قدرت ثابت ہوجاتی ہے، لہٰذا قربانی واجب ہے۔

اور قربانی کی ادائیگی میں مکان قربانی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ پچھلے جواب ۲ کے ذیل میں اس کے دلائل گزر چکے ہیں۔

لہٰذا امکان اضحیہ کے اندر جب ایام نحر شروع ہوں گے تب عمل قربانی کا اعتبار کیا جائیگا اس بنیاد پر ایسا ممکن ہے کہ قربانی کرنے والے پر دس ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو لیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

خلاصہ بحث

یعنی قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲ر ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۳ر ذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم وهو الملهم بالصواب وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله وأصحابه وأتباعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

☆☆☆

ایام قربانی میں وقت سے متعلق بعض اہم مسائل

مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی☆

بحمد اللہ اس وقت مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں آباد ہیں، اور صورت حال یہ ہے کہ مغربی اور مشرقی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دن کا فرق ہو جاتا ہے، مثلاً یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ۱۰/ ذی الحجہ شروع ہو گئی ہو اور دوسری جگہ ۹/ ذی الحجہ ہو، ایک مقام پر ۱۳/ ذی الحجہ شروع ہو گئی ہو اور اور دوسرے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ ہو، اس تناظر میں بعض سوالات پیدا ہوتے ہیں، ذیل میں ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے:

وقت وجوب قربانی اور ادا دونوں کا سبب ہے

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب اور وجوب ادا دونوں کا سبب ہے، کیونکہ وہ فرائض وواجبات جو وقت کے ساتھ مقید ومربوط ہیں وہ اپنے وقت سے پہلے بندے پر واجب نہیں ہوتے ہیں، جیسے: نماز وروزہ، قربانی بھی اسی کے قبیل سے ہے، جیسا کہ ملک العلماء علامہ کاسانی کا بیان ہے:

"لاتجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت كما هو شرط الوجوب هو شرط جواز إقامة الواجب" (بدائع الصنائع ۲۱۱/۴)۔

(وقت کے دخول سے پہلے قربانی درست نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ وقت جیسا کہ شرط

☆ استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

وجوب ہے اسی طرح وہ وجوب ادا کے جواز کی بھی شرط ہے)۔

مقام قربانی کا اعتبار ہوگا

۲- آدمی شہر میں رہائش پذیر ہوتا ہے اور گاؤں میں یا کسی بھی مصلحت کی بناء پر دوسرے شہر میں قربانی کرانا چاہتا ہے، یا دور دراز کسی ملک میں رہتا ہے اور دوسرے ملک میں قربانی کرانا چاہتا ہے، اس مقصد کے لئے دوسرے کو وکیل بنا دیتا ہے کہ ہماری طرف سے قربانی کردو، یا اس کے برعکس۔ ایسی صورت میں مقام قربانی کا اعتبار رہوگا، اس مقام کا اعتبار نہیں ہوگا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو، یہی اصح اور ظاہر روایت بھی ہے (حوالہ سابق ۴/ ۲۱۳، ہدایہ مع تکملہ فتح القدیر ۸/ ۴۳۱، فتاوی خانیہ بہامش الہندیہ ۳/ ۳۴۵، ہندیہ ۵/ ۲۹۶، درمختار مع الرد ۹/ ۴۶۱)۔ کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے اور عبادت میں جہاں عبادت کی جاتی ہے اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۳)۔

امام محمدؒ کا بیان ہے: میرے خیال میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا نہ کہ قربانی کرنے والے کی موضع اقامت کا، اسی طرح کا قول امام ابو یوسفؒ سے بھی منقول ہے (حوالہ سابق، ہندیہ ۵/ ۲۹۶)۔

آغاز قربانی کے لئے قربانی کرنے والے کی موضع اقامت کا اعتبار

۳- قربانی کے آغاز کے لئے قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی شب کی صبح صادق طلوع ہونا ضروری ہے؛ لیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار رہوگا، جیسا کہ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ نے امام حسن بن زیادؒ کے قول کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"أن فيما قلنا اعتبار الحالين، حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى" (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۳)۔

(جو کچھ ہم نے کہا ہے اس میں دونوں حالتوں کا اعتبار ہے، یعنی ذبح کی حالت اور مذبوح عنہ (جس کی طرف سے ذبح ہو) کی حالت، اگر ایسا ہو تو بہتر ہوگا)۔

اس لئے کہ قربانی ان واجبات میں سے ہے جو وقت کے ساتھ مقید و مربوط ہیں، وقت سے پہلے واجب نہیں ہوتے ہیں، لہٰذا قربانی بھی اپنے وقت سے پہلے واجب نہیں ہوگی، اور اس کا وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی شب کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، یعنی قربانی کا وقت جس طرح قربانی کی صحت کے لئے شرط ہے اسی طرح نفس وجوب کے لئے بھی شرط ہے بلکہ سبب بھی ہے، جیسا کہ نماز و روزے میں وقت نفس وجوب کے لئے سبب وشرط ہے اور صحت ادا کے لئے بھی شرط ہے، وقت سے پہلے نماز درست نہیں ہوتی ہے، رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ صحیح نہیں ہوتا ہے (دیکھئے: بدائع ۲۱۱/۴، الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۴۱/۱)۔

اسی طرح قربانی بھی ۱۰/ ذی الحجہ کی شب کی صبح صادق سے پہلے درست نہیں ہوگی، کیونکہ اس سے پہلے مکلّف کے ذمہ میں واجب ہی نہیں ہوئی، ظاہر ہے کہ جب مکلّف کے ذمہ واجب ہی نہیں ہوئی تو اس کی طرف سے وکالۃً بھی قربانی کیسے درست ہوگی؟ پس اگر قربانی کرنے والے شخص کے یہاں ۹/ ذی الحجہ ہو اور جہاں اس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۰/ ذی الحجہ ہو تو قربانی درست نہیں ہوگی، اسی طرح اگر قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہیں ہوگا۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی شاہد علی قاسمی ☆

۱- فقہاء خصوصاً احناف نے صراحت کی ہے کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے نہ کہ وجوب اداء کا علامہ حصکفیؒ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

”سببها الوقت وهو أيام النحر وقيل الرأس“ (الدر المختار علی ہامش الرد ۵/۱۹۸، نعمانیہ، دیوبند)۔

اس کے ذیل میں علامہ شامی نے قدرے تفصیل سے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ عام طور پر حکم کی نسبت اور اضافت جس چیز کی طرف کی جاتی ہے وہ مسبب ہوتی ہے” جیسے صلاۃ الظہر“ کہ صلاۃ حکم کی نسبت ظہر“ کی طرف کی گئی ہے، جو کہ سبب ہے یا جیسے” صوم رمضان“ کہ صوم حکم کی نسبت اس کے سبب رمضان کی طرف کی گئی ہے، البتہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سبب کی نسبت واضافت حکم کی طرف کی جاتی ہے جیسے” یوم الجمعہ“ کہ” یوم“ سبب کی اضافت حکم (جمعہ) کی طرف کی گئی ہے، اسی طرح یوم الاضحیٰ کہا جاتا ہے، کہ یوم سبب ہے، جس کی نسبت حکم یعنی اضحیٰ کی طرف کی گئی ہے، چنانچہ علامہ شامی رقمطراز ہیں:

”لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشئ إلى الشئ أن يكون سببا ...... ووجدت الإضافة فإنه، يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة ...... وإن كان الأصل إضافة الحكم إلى سببه

☆ استاذ المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

كصلاة الظهر لكن قد يعكس كيوم الجمعة" (ردالمحتار:۵/ ۱۹۸)۔

پس ایام قربانی سبب وجوب ہیں، نہ کہ وجوب اداء۔

۲، ۳- قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ قربانی کے آغاز کے لئے ضروری ہے کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوگئی ہو، کیوں کہ جب تک ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع نہ ہو اس وقت تک قربانی کرانے والے شخص کے حق میں سبب وجوب قربانی نہیں پایا گیا، اور جب سبب وجوب نہ پایا جائے تو حکم (قربانی) کا وجوب کس طرح ممکن ہو سکے گا، البتہ جب سبب وجوب پایا جائے یعنی قربانی کرانے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو جائے تو اب مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے، کہ قربانی کا وقت دس تاریخ کی طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے، لیکن شہری کے لئے قربانی کرنا اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک شہر میں کہیں نماز عید نہ ہوگئی ہو، تاہم اگر کوئی شہری اپنا جانور دیہات بھیج دے، تو دیہات میں طلوع فجر کے بعد قربانی درست ہے۔ گو کہ قربانی کرانے والے کے شہر میں کہیں بھی نماز عید نہ ہوئی ہو، چنانچہ حنفی فقیہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه، فحيلة المصرى من أراد التعجيل أن يخرجها لخارج المصر فيضحى بها إذا طلع الفجر" (الدر المختار علی ہامش الرد ۵/ ۲۰۲)۔

اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ قربانی کے آغاز کے لئے ضروری ہو کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰/ ذی الحجہ کی فجر طلوع ہوگئی ہو تا کہ سبب وجوب کا تحقق ہو سکے، اور قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہو، مثال کے طور پر ایک شخص ہندوستان میں رہتا ہے، اور اس کی قربانی سعودی عرب میں متوقع ہو، چونکہ ہندوستان اور سعودی عرب میں تاریخ کے اعتبار سے عام طور پر ایک دن کا فرق ہوتا ہے۔ تو اس کی قربانی ہندوستان کی، تاریخ کے اعتبار سے دس اور

گیارہ ذوالحجہ یعنی دو ایام تک درست ہوگی۔ ۱۲/ذی الحجہ کے دن قربانی درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ سعودی عرب میں اس دن ۱۳/ذوالحجہ کی تاریخ ہوگی، اور فقہاء کی صراحت ہے کہ مقام قربانی معتبر ہے۔ ۱۳/ذوالحجہ کو قربانی کرنا درست نہیں ہوگا؛ البتہ آغاز قربانی میں سعودی عرب کی تاریخ معتبر نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہاں کا ۱۰/ذوالحجہ ہندوستان کا ۹/ذوالحجہ ہوگا۔ اور ۹/ذوالحجہ کو قربانی واجب نہیں ہوتی ہے یعنی قربانی کرانے والے کے حق میں سبب وجوب نہیں پایا گیا، اور جب سبب وجوب ہی نہ پایا جائے تو قربانی بھی درست نہیں ہوگی۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا قاضی محمد کامل قاسمی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے انیسویں فقہی سمینار کے موضوعات میں سے ایک موضوع ''ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟'' ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا اس مقام کا اعتبار نہیں ہوگا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہے، لہٰذا اگر قربانی جس کی طرف سے کرنی ہے وہ شہر میں ہو اور جانور دیہات میں ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی ہے اور اس نے اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لئے کہہ دیا اور دیہات والوں نے طلوع فجر کے بعد، عید کی نماز سے پہلے اس کی طرف سے قربانی کردی تو یہ قربانی اس کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا الٹا ہو یعنی جس کی طرف سے قربانی کرنی ہے وہ دیہات میں ہو اور جانور شہر میں ہو اور شہر والوں نے عید کی نماز سے پہلے اس کی قربانی کردی تو یہ قربانی اس کی طرف سے کافی نہیں ہوگی، اس لئے کہ قربانی عبادت ہے، لہٰذا اس کے ادا کرنے کی جگہ کا اعتبار ہوگا۔ جس کی طرف سے قربانی کی جارہی اس کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

''فإن كان هو في المصر والشاة في الرستاق أو في موضع لايصلى فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلوٰة العيد فإنها تجزيه وعلى عكسه لاتجزيه وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان من

☆ قاضی دار القضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، جنوبی دہلی

علیہ، الخ'' (بدائع الصنائع ۵/ ۷۴)۔

بدائع میں اس کے متعلق ایک جزئیہ اور بیان کیا ہے کہ اگر آدمی ایک شہر میں ہو اور اس کے اہل وعیال دوسرے شہر میں ہوں، اس آدمی نے اپنے اہل وعیال کو لکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کردیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کی جگہ کا اعتبار ہوگا وہ فرماتے ہیں کہ جس شہر میں اس کے اہل وعیال رہتے ہیں اس میں نماز عید ادا کرنے سے پہلے اس شخص کی قربانی نہ کی جائے اور اگر نماز عید ادا کرنے سے پہلے انہوں نے اس شخص کی طرف سے قربانی کردی تو اس کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔ صاحبین رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ عبادت قربانی کرنے میں اور جن عبادتوں کا وقت مقرر ہے ان میں ان عبادتوں کو انجام دینے والے کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے، جس کی طرف سے انجام دی جارہی ہے اس کے وقت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۵/ ۷۴)۔

عبادات میں اعتبار اس مقام کا ہوتا ہے جہاں پر وہ عبادات ادا کی جارہی ہے اس مقام کا اعتبار نہیں ہوتا جس میں وہ شخص مقیم ہے جس کی طرف سے وہ عبادت ادا کی جارہی ہے، اس کی تائید زکوۃ کے اس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے کہ زکوۃ، عشر، خراج، فطرہ، نذر اور کفارہ میں قیمت کا دینا جائز ہے۔ قیمت اس شہر کی لگائی جائے گی جس میں مال ہے۔ اگر مال جنگل میں ہو تو جو شہر اس سے سب سے زیادہ قریب ہے اس کی قیمت لگائی جائے گی۔ اسی طرح اگر غلام کو کسی دوسرے شہر میں تجارت کرنے کے لئے بھیجا تو اسی شہر کی قیمت لگائی جائے گی جس میں غلام ہے (دیکھئے: درمختار مع ردالمحتار ۲/ ۲۲، باب زکوۃ الغنائم)۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایام قربانی میں اس جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے جس جگہ پر قربانی کی جارہی ہے اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ایام قربانی کی ابتدا اور انتہا میں اسی مقام کا اعتبار ہوگا جہاں قربانی کی جاتی ہے۔ لہذا جس شخص کی طرف سے قربانی کی

جاتی ہے اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں دس ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہو چکی ہے اور اس کی قربانی کا جانور ایسے مقام پر ہے جہاں اس وقت نو ذی الحجہ ہے تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ ابھی اس شخص کی طرف سے قربانی کرنے کے وقت کا آغاز نہیں ہوا ہے۔ اسی طرح اگر جس شخص کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے وہ ایسے مقام پر ہے جہاں ۱۳/ذی الحجہ ہو چکی ہے اور اس کی طرف سے کی جانے والی قربانی ایسے مقام پر ہے جہاں اس وقت ۱۲/ذی الحجہ کا آفتاب غروب نہیں ہوا ہے تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس شخص کی طرف سے قربانی کرنے کا وقت ابھی باقی ہے۔
فقط واللہ اعلم بالصواب۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی لطیف الرحمن ولایت علی☆

نفس وجوب تو اسلام، اقامت اور مالداری کے پائے جانے سے ثابت ہوجائے گا لیکن وجوب اداء کے لئے وقت کا پایا جانا ضروری ہوگا، جس طرح نماز ظہر اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے وقت کا پایا جانا ضروری ہے اسی طرح قربانی کے لئے ایام نحر کا ہونا ضروری ہوگا۔

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: **(وسببها الوقت) وهو أيام النحر. ووجدت الإضافة فإنه يقال يوم الأضحى كما يقال يوم الجمعة أوا لعيد وإن كان الأصل إضافة الحكم إلى سببه كصلاة الظهر** (۲۷۹/۹)۔

علامہ شامی ایک اور دلیل بیان فرمارہے ہیں: جس طرح نماز کو ان کے اوقات سے پہلے ادا نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ایام نحر سے پہلے گرچہ ایک آدمی مالدار ہے لیکن قربانی نہیں کرسکتا معلوم ہوا کہ قربانی کے لئے وقت وجوب ادا کا سبب ہوگا۔

اسی طرح اگر ایک شخص دوسو درہم کا مالک ہے یعنی صاحب نصاب ہے لیکن زکوۃ کی ادائیگی کے لئے سال کا گزرنا ضروری ہے سال پورا ہونے سے پہلے اگر اس کے پاس مال ہلاک ہوجاتا ہے تو زکوۃ ساقط ہوجائے گی تو جس طرح زکوۃ کی ادائیگی کے لئے حولان حول ضروری ہے اسی طرح قربانی کی ادائیگی کے لئے پورے وقت کا پایا جانا ضروری ہے۔ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں: "**لأنها تشبه الزكوة من حيث أنها تسقط بهلاك المال قبل مضي**

☆ چونا بھٹی مسجد ساحنا کروز (ویسٹ) ممبئی

أيام النحر" (۴/۴۴۶)۔

اسی طرح اگر ایک شخص مالدار ہے لیکن ایام نحر سے پہلے اس کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوئی، اسی لئے اس پر وصیت کرنا لازم نہیں ہوگا لیکن اگر ایام نحر گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کیا تو اب وصیت کرنا لازم اور ضروری ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لئے وقت وجوب ادا کا سبب ہے (دیکھئے: فتاوی عالمگیری ۵/۲۹۷ وغیرہ)۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر انگلینڈ میں ایک شخص ہے وہ اپنے رشتہ دار سے ہندوستان میں قربانی کروا رہا ہے اور ابھی اس ملک میں ۹/ذی الحجہ ہے لیکن ہندوستان میں ۱۰/ذی الحجہ ہے تو ۱۰/ذی الحجہ کا اعتبار ہوگا اور اگر اس کی طرف سے ہندوستان میں قربانی کرلی گئی تو قربانی درست ہوجائے گی۔

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: "والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه" (شامی ۹/۳۸۶)۔

ہدایہ میں ہے: -

"ثم المعتبر في ذلک مكان الأضحية حتى لوكانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر ولوكان على العكس لايجوز إلا بعد الصلاة" (۴/۴۴۶، نیز دیکھئے: فتاوی عالمگیری ۵/۲۹۶)۔

۳- ایام نحر اصل میں تین روز ہیں، یعنی ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق سے ۱۲/ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک اور افضل پہلا دن ہے، حدیث میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها" (ہدایہ ۴/۴۴۶)۔

لہٰذا اگر کسی شخص پر ۱۰/ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو تب بھی ابھی قربانی کا وقت

شروع نہیں ہوا ہے اسے قربانی کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ اس رات کو عید کی شب بھی کہا جاتا ہے اس رات قربانی نہیں کی جاسکتی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"كون التضحية في وقت مخصوص: وهو عند الحنفية: أيام النحر ولياليها وهما ليلتان: ليلة اليوم الثاني: وهي ليلة الحادي عشر من ذي الحجة، وليلة يوم الثالث: وهي ليلة الثاني عشر، ولاتصح التضحية في ليلة عيد الأضحى وهي ليلة العاشر من ذي الحجة ولا في ليلة الرابع" (۲۷۰۹/۴)۔

عید کی شب قربانی اس بنا پر بھی جائز نہیں کہ ویسے سال کے ایام میں روزانہ راتیں آنے والے دنوں کی تابع ہوا کرتی ہیں: مثال کے طور پر آج کی شب کل طلوع ہونے والے دن کے تابع ہے، لیکن صرف ایام اضحیہ میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ اس میں راتیں گذشتہ دنوں کی تابع ہوا کرتی ہیں، تو گویا ۱۰/ ذی الحجہ کی شب گزرے ہوئے ۹/ ذی الحجہ کے دن کے تابع ہے، لہٰذا اگر قربانی کرنے والے پر بھی وقت شروع نہیں ہوا ہے اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں وقت ختم ہو چکا ہے، اس لئے کہ وقت ۱۲/ ذی الحجہ کی مغرب تک ہے، تو گویا ایام نحر پایا نہیں جارہا ہے، ۱۰/ ذی الحجہ کو شروع نہیں ہوا اور ۱۳/ ذی الحجہ کو ختم ہو گیا ہے تو ۱۳/ ذی الحجہ کو اگر قربانی کی گئی تو درست نہیں ہوگی۔

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"يوم النحر (إلى آخر أيامه) أولها نحر لاغير وآخرها تشريق لاغير، والمتوسطان نحر وتشريق۔ وفيه إشعار بأن التضحية تجوزفي الليلتين الأخيرتين لا الأولى، إذ الليل في كل وقت تابع لنهار مستقبل، إلا في أيام الأضحية فإنه تابع لنهار ماض كما في المضمرات" (۳۸۳/۹)۔ فقط

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی محمد اشرف صاحب☆

حامداً و مصليا أما بعد!

ہمارے فقہاء نے اس حوالے سے جو اصولی گفتگو فرمائی ہے اس سے صاف واضح ہے کہ نفس وجوب اور وجوب اداء میں فرق ہے۔ اور ادا کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیز اپنے اسباب کے ذریعہ پہلے واجب ہو چکی ہو۔ اگر اس کا نفس وجوب ہی نہیں ہوا تو ادائیگی بھی درست نہیں ہوگی، اگر چہ موجب حقیقی تو اللہ پاک ہیں، لیکن اگر شریعت نے ظاہری اعتبار سے کسی چیز مثلاً وقت کو وجوب کا سبب قرار دیا ہے تو جب تک وہ سبب ظاہری موجود نہ ہو، اس امر کی بجا آوری (ادا) متصور نہیں ہے۔

امام سرخسی فرماتے ہیں:

"إعلم بأن الأمر والنهى على الأقسام التى بيناها لطلب أداء المشروعات ففيها معنى الخطاب بالأداء بعد الوجوب بأسباب جعلها الشرع سببا لوجوب المشروعات. والموجب هوالله تعالى حقيقة لا تأثير للأسباب في الإيجاب بأنفسها، وقال أيضا: وأصل الوجوب يثبت بتقرر السبب مع انعدام الخطاب بالأداء الثابت بالأمر والنهي" (السرخسي: المحرر في أصول الفقه ۱/۷۳)۔

اور ظاہر ہے کہ قربانی میں وجوب کا سبب ظاہری وقت ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک یہ

☆ استاذ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ، بھروچ، گجرات

بھی موقت عبادت ہے جیسا کہ نماز کے وجوب کا سبب ظاہر وقت ہے۔ اور سبب کے تحقق سے پہلے نفس وجوب ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا اس کا ادا کرنا بھی صحیح نہیں ہوگا۔ چنانچہ امام سرخسیؒ نماز کے بارے میں فرماتے ہیں:

”فتبين بهذا أن الوقت هو السبب ولهذا لايجوز تعجيلها قبل الوقت“ (السرخسي: المحرر في أصول الفقه ۱/۷۵)۔

خلاصہ یہ کہ قربانی کے لیے وقت نفس وجوب کا سبب ہے، یعنی وقت سے پہلے وجوب متحقق ہی نہیں ہوتا ہے، جس طرح نماز کا وجوب وقت کے ساتھ مربوط ہے۔ اور وقت سے پہلے نماز کا نفس وجوب ہی نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کوئی شخص دخول وقت سے پہلے نماز ادا کرلے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے قربانی کے وقت سے پہلے قربانی کی یا کروائی تو اس کی قربانی معتبر نہیں ہوگی۔ اور قربانی کا وقت یوم نحر کی طلوع فجر سے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب تک رہتا ہے۔

”اول وقت الأضحية عند طلوع الفجر الثانی من يوم النحر إلا أن في حق أهل الأمصار يشترط تقديم الصلاة علي الأضحية فمن ضحى قبل الصلاة في المصر لايجزئه لعدم الشرط لا لعدم الوقت“ (السرخسي: المبسوط ۱۲/۱۰)۔

(قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر سے شروع ہوتا ہے۔ البتہ شہریوں کے حق میں قربانی سے پہلے نماز کی ادائیگی ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرلے تو اس کی قربانی درست نہیں ہوگی، اس وجہ سے نہیں کہ قربانی بے وقت کی گئی بلکہ اس وجہ سے کہ ایک شرط فوت ہوگئی)۔

بدائع میں علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

”وقت جس طرح وجوب کی شرط ہے اسی طرح اس وجوب کی ادائیگی کے جواز کے

لیے بھی ضروری ہے۔ لہٰذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ یوم نحر کے طلوع فجر سے پہلے قربانی کرے۔ اور فجر کے بعد قربانی جائز ہے'' (۳۰۸/۶)۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

''**لو أن رجلاً من أهل السواد دخل المصر لصلاة الضحى وأمر أهله أن يضحوا عنه جاز أن يذبحوا عنه بعد طلوع الفجر، قال محمد رحمه الله تعالىٰ: أنظر في هذا إلى موضع الذبح دون المذبوح عنه**'' (محمود البخاری: المحیط البرہانی ۴۰۷/۱۲، السرخسی: المبسوط ۱۹/۱۲)۔

(دیہات کا رہنے والا ایک شخص نماز عید کے لیے شہر گیا اور اس نے گھر والوں سے کہا کہ وہ اس کی قربانی کردیں، تو گھر والوں کے لیے جائز ہے کہ طلوع فجر کے بعد اس کی قربانی کریں۔ امام محمد کا قول ہے: اس باب میں مقام ذبح کو دیکھتا ہوں، جس کی طرف سے ذبح ہو رہا ہے اس کی جگہ کو نہیں دیکھتا ہوں)۔

البتہ مقام قربانی کا بھی اعتبار صرف اس شخص کے سلسلہ میں ہوگا جس پر قربانی کا نفس وجوب ہو چکا ہو۔ فقہاء نے جہاں بھی تحریر کیا ہے کہ اضحیہ میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا اس کا تعلق محض ادا سے ہے۔ اس لیے کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ کسی بھی عبادت کی ادائیگی کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا نفس وجوب ہو چکا ہو، اور اگر اسکے حق میں وجوب متحقق ہی نہیں ہوا ہے تو وہ قربانی جہاں بھی کروائے، سبب پر تقدیم اور شرط ادا کے فوت ہونے کی وجہ سے وہ غیر معتبر شمار ہوگی۔

۳- مقام اضحیہ کا اعتبار کرنے کا تعلق وجوب ادا سے ہے، نفس وجوب سے نہیں ہے۔ لہٰذا مقام اضحیہ کا اعتبار فقط اس شخص کے سلسلہ میں کیا جائے گا جس پر قربانی کا نفس وجوب ہو چکا ہو، یعنی اس پر یوم نحر کی فجر ثانی طلوع ہو چکی ہو، اور چونکہ قربانی کی عبادت موقت ہے اس لیے

جس طرح ابتداء میں نفس وجوب یعنی قربانی کا وقت ہونا ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وقت محدد سے تجاوز نہ کر پائے، ورنہ تصدق واجب ہوگا اور قربانی فوت ہوجائے گی، اور جس طرح ابتداء وقت کا تعلق خود قربانی کرنے والے کی ذات ہے اسی طرح انتہا وقت کا تعلق قربانی کرنے والے کی ذات سے ہوگا۔ لہٰذا اس کی طرف سے کوئی شخص بارہ کو قربانی کرے، حالانکہ قربانی کرانے والے کے ملک میں وہ تیرہویں تاریخ ہے تو قربانی نہیں ہوگی۔

"**ولم يضح حتى مضت أيام النحر فقد فات الذبح - وإن كان من لم يضح غنيا ولم يوجب على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى أو لم يشتر**" (الہندیہ ۵/۲۹۶، کوئٹہ)۔

"**وقال السمرقندي: وإذا مضت أيام الأضحية ولم يضح سقطت، ولايتصدق بما يضحي ولكن يتصدق بعين الشاة**" (ناصر الدین السمرقندي: الملتقط في الفتاوی الحنفیۃ/۱۰۳، مکتبۃ عباس الباز)۔

واللہ اعلم بالصواب۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا عطاء اللہ قاسمی☆

قربانی کے لئے قربانی کا وقت وجوب اداء کا سبب ہے، نفس وجوب کا سبب نہیں ہے، کیونکہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب تو ملکیت نصاب ہے۔

علامہ علاء الدین کاسانیؒ المتوفی (۵۸۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"ومنها الغنى لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من وجد سعة فليضح" شرط عليه السلام السعة وهى الغنى ولأنا أوجبناها بمطلق المال" (بدائع الصنائع ۱۹۶/۴)۔

(قربانی کے شرائط وجوب میں سے غنا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس وسعت ہو وہ ضرور قربانی کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسعت کی شرط لگائی ہے اسی لئے ہم نے مطلق مال کی وجہ سے قربانی کو واجب کہا ہے)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"(وأما شرائط الوجوب) منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون مايتعلق به وجوب الزكاة" (ہندیہ ۲۹۲/۵، دیوبند)۔

(قربانی کے نفس وجوب کے لئے مالداری شرط ہے اور مالداری وہ ملکیت نصاب ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوجاتا ہے، اگرچہ وجوب زکوۃ نہ ہو)۔

☆ مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم پورہ معروف پوسٹ کرتھی جعفر پور، ضلع مئو، یوپی

جن فقہی نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحت قربانی کے لئے مقام قربانی کا اعتبار ولحاظ ہوگا، ان تمام فقہی نصوص کا مفاد یہ ہے کہ مقام قربانی اور مقام مضحی دونوں مقامات کا مطلع ایک ہو، مقامی وقت ایک ہو تو مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

لیکن سوالنامہ میں جو صورت حال ذکر کی گئی ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ اگر دونوں مقامات کا مطلع مختلف ہو، اور مقامی وقت میں فرق ہو تو کیا ایسی صورت میں بھی مقام قربانی کا لحاظ ہوگا؟

فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں میری ناقص رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں مقام مضحی کا اعتبار پہلے ہونا چاہئے اور مقام قربانی کا اعتبار بعد میں ہونا چاہئے، یعنی قربانی کرانے والا یا قربانی کرنے والا جہاں مقیم ہے وہاں کے مقامی وقت کے اعتبار سے جب قربانی کا وقت ہوجائے گا تب اس پر قربانی واجب ہوگی۔ اب وہ خود قربانی کرے یا کسی سے کرائے۔ اپنی جگہ کرے یا دنیا کے کسی گوشہ میں کرائے بہر صورت جس مقام پر قربانی ہورہی ہے وہاں کے مقامی وقت کے اعتبار سے بھی وقت قربانی کا اعتبار کرنا ہوگا۔

کیونکہ قربانی کے لئے قربانی کا وقت وجوب ادا کا سبب ہے، اور وجوب اداء اور نفس وجوب دونوں کا محل سب سے پہلے مکلف بنتا ہے، مکان اور زمانہ ثانوی درجہ میں ظرف بنتے ہیں۔

اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ وکیل کا فعل موکل کے فعل کی فرع ہوتا ہے اصل تو موکل ہی کا فعل ہے، تو جب تک خود موکل پر قربانی کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی تب تک اس قربانی پر وکالت متفرع کیسے ہوگی؟ لہٰذا جب مضحی پر اس کے مقامی وقت کے لحاظ سے قربانی واجب ہوجائے گی تب مقام قربانی میں وہاں کے مقامی وقت کے لحاظ سے قربانی کا وقت ہوجانے پر وکالۃ قربانی جائز ہوگی۔ علامہ کاسائیؒ نے ایک حدیث پاک ذکر کی ہے اس سے اسی مدعا کی طرف اشارہ ملتا ہے:

"من ذبح قبل الصلوة فليعد أضحيته" (بدائع الصنائع ۴؍ ۱۹۴)۔

(جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کردے تو وہ شخص دوبارہ قربانی کرے)۔

اس لئے کہ اس کے لئے قربانی کے وجوب ادا کا وقت نہیں ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب خود کی قربانی وجوب ادا کے وقت سے پہلے نہیں ہوگی تو اس کے وکیل کی قربانی کیسے جائز ہوگی۔ اس کے برعکس اگر مضحی کے یہاں ۱۳/ذوالحجہ ہو اور مقام قربانی پر ۱۲/ذوالحجہ ہو تو قربانی بلاشبہ جائز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا ابوبکر قاسمی ☆

قربانی کا عمل ہر مذہب میں مشروع رہا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے:

"لكل أمة جعلنا منسكا هم ناسكوه فلا ينازعنكم في الأمر......" (سورۃ الحج: ٦٧)۔

(ہم نے ہر امت کے لئے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے، کہ وہ اس طریق پر (جانور) ذبح کیا کرتے تھے، پس ان (معترض) لوگوں کو چاہئے کہ آپ سے اس امر (ذبح) میں جھگڑا نہ کریں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ کوثر نازل فرما کر نماز پڑھنے کے ساتھ قربانی کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ارشاد ربانی ہے: "فصل لربک وانحر" (اپنے پروردگار کی رضاجوئی کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر قربانی کا عمل واجب ہے یا نہیں اس سلسلہ میں حضرات فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، لیکن راجح قول یہ ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے، اور آثار وروایات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے وجوب کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) مقیم ہونا (۴) صاحب نصاب ہونا۔ وجوب قربانی کے لئے صدقہ فطر کا نصاب معتبر ہے، وجوب زکوۃ کے نصاب میں مال کا نامی ہونا شرط

☆ استاذ مدرسہ اسلامیہ شکر پور، دربھنگہ، بہار

ہے،لیکن قربانی وصدقۂ فطر کے وجوب والے نصاب میں مال کا نامی ہونا شرط نہیں ہے اگر کسی کے پاس حوائج اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس مالیت کی کوئی چیز ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اگر مستطیع شخص قربانی واجب ہونے کے باوجود اگر قربانی نہ کرے،تو اس کے متعلق حدیث میں وعید وارد ہے۔

”عن أبی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا“ (اخرجہ ابن ماجہ واحمد ورجالہ ثقات)۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گنجائش کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے)۔

یہ حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں حضرات فقہاء نے قربانی کرنے کو واجب لکھا ہے۔

قربانی کے وجوب کا سبب قربانی کا وقت ہے اور وہ دسویں ذی الحجہ کی صبح سے بارہویں کے غروب شمس سے پہلے تک ہے، یہاں یہ یاد رہے کہ اوقات قربانی کے سلسلہ میں اگرچہ حضرات فقہاء کے درمیان اختلاف ہے،لیکن ان اقوال میں مفتی بہ قول اور سب سے محتاط قول تین دن تک ہے، نیز فقہاء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ قربانی کی صحت کے لئے قربانی کرنے والے شخص کے قیام کی جگہ میں قربانی کرنا لازم ہے، بلکہ قربانی کا جانور جہاں ہو وہاں اگر نماز سے پہلے قربانی کرنی جائز ہو مثلاً دیہات تو وہاں نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے،اگرچہ اس کا مالک شہر کا باشندہ ہو،اور اگر کسی دیہات میں رہنے والے شخص کا جانور شہر میں ہو،تو وہاں نماز سے پہلے قربانی کرنی جائز نہیں ہے،اب یہاں زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ قربانی کے دنوں کی تعیین میں قربانی کرنے والے شخص کے قیام کی جگہ والا دن معتبر ہوگا، یا جہاں قربانی کا جانور موجود ہے وہاں کے دن کا اعتبار ہوگا،تو حضرات فقہاء نے اگرچہ صراحت کے ساتھ بحث نہیں کی ہے تاہم فقہی

جزئیات کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے دن کی تعیین یا بالفاظ دیگر قربانی کے دن کا آغاز قربانی کا جانور جہاں ہو وہاں کے دن سے ہوگا، مثلاً ہندوستان کا باشندہ عرب میں اپنی قربانی کرا رہا ہے اور عرب میں قربانی کا دن ہندوستان کے اعتبار سے ایک دن پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ جس دن ہندوستان میں ۹/ ذی الحجہ ہوتی ہے اس دن عرب میں ذی الحجہ کی دس تاریخ ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں ہندوستان میں مقیم شخص کی قربانی عرب میں ہو سکتی ہے قربانی کے جانور کی جگہ کے اعتبار سے قربانی کا دن شروع ہو چکا ہے، اس کی نظیر وہ عبارت ہے جو علامہ حصکفیؒ نے درمختار میں نقل کی ہے: "**والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه**" (الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۳۲۷)۔

(قربانی کے صحیح وجائز ہونے کے لئے قربانی کے جانوروں کی جگہ کا اعتبار ہے نہ اس شخص کی قیام گاہ کا جس پر قربانی واجب ہے)، بلکہ شہر میں نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی سے پہلے قربانی کا عدمِ جواز حدیث نبوی میں منصوص ہے، لیکن حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی شہر میں فتنہ رونما ہو جائے اور وہاں کوئی حاکم نہ ہو جو نماز عید پڑھائے تو اگر وہاں کے لوگ نے طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کا جانور ذبح کر دے تو ان لوگوں کی قربانی درست ہوگی، چنانچہ البحر الرائق میں یہ جزئیہ مرقوم ہے:

"**ولو وقع أنه في بلد فتنة ولم يبق فيها والى ليصلى بهم العيد فضحوا بعد طلوع الفجر أجزأهم**" (البحر الرائق ۹/ ۳۲۲)۔

(اور اگر کسی شہر میں فساد ہو جائے اور وہاں کوئی حاکم نہ ہو جو ان لوگوں کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائے پس وہاں لوگوں نے طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر دی تو ان کی قربانی درست ہے)۔

نیز البحر الرائق ہی میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر گواہوں نے حاکم کے پاس پہنچ کر گواہی دی کہ آج عید الاضحیٰ کا دن ہے اور اس گواہی کی بنیاد پر لوگوں نے نماز اور قربانی دونوں کی تعمیل کر لی پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ آج نویں ذی الحجہ ہی ہے لیکن اس کے باوجود نماز اور قربانی دونوں

درست ہوگئی کیونکہ اس قسم کی غلطیوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

"ولو شهدوا عند الإمام أنه يوم العيد فضحى بعد الصلوٰة ثم انكشف أنه يوم عرفة أجزأهم الصلوة والتضحية لأنه لايمكن الاحتراز عن مثل هذا" (البحرالرائق ۹/ ۳۲۲)۔

مذکورہ فقہی جزئیات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنہ کے وقت میں اور گواہوں کی غلطی کے سبب وقت سے پہلے کی گئی قربانی کو حضرات فقہاء نے درست مانا ہے، تو جب قربانی کے جانور کی جگہ قربانی کا دن شروع ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں بدرجۂ اولیٰ قربانی کرنی درست ہوگی، چنانچہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری علیہ الرحمہ نے فتاوی رحیمیہ میں ایام قربانی کے آغاز میں صراحت کے ساتھ قربانی کے جانور کی جگہ کو معتبر مانا ہے (ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ مطبوعہ کراچی ۱۰/ ۴۰)۔

خلاصۂ جواب

۱-قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے بلکہ وجوب ادا کا سبب ہے۔

۲-ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

۳-قربانی کے آغاز واختتام دونوں میں قربانی کے جانور کی جگہ کے دن کا اعتبار ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی سید باقر ارشد قاسمی بنگلوری ☆

فی زمانہ انسان روزی کی تلاش میں اپنے وطن سے دور ایسے ممالک میں بودوباش اختیار کررہا ہے جو وطن سے کافی دوری پر واقع ہونے کی وجہ سے ایام کا فرق ہو جاتا ہے۔ ایسے ممالک میں رہنے والوں کے چند ایسے مسائل اٹھے ہیں جن میں فقہاء وعلماء کو غور کرنے اور ان کا شریعت وفقہ اسلامی کی روشنی میں حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ قربانی کے تعلق سے ہے جس پر غور کرنے کی دعوت اسلامک فقہ اکیڈمی نے دی ہے۔

قربانی ایک اہم عبادت ہے جو سال میں ایام نحر (بقرعید کے موقع پر) میں واجب ہوتی ہے۔ سال میں تین دنوں ہی میں کی جانے والی اس عبادت میں جہاں مختلف امور کا خیال رکھنا پڑتا ہے وہیں سب سے اہم مسئلہ ''وقت قربانی'' یا ''ایام قربانی'' کا ہے۔ انہی دنوں کی جانے والی قربانی مقبول اور مسنون ہوتی ہے۔ قربانی کا ذمہ اسی وقت فارغ ہوتا ہے جب کہ قربانی دینے والا ان مخصوص ایام ہی میں قربانی کرے۔ اب چونکہ وہ احباب جو غیر ممالک میں اپنے وطن سے دور رہتے ہوں اور وہ قربانی اپنے وطن میں کرانا چاہتے ہوں تا کہ اقرباء، احباء اور اپنے وطن کے غرباء ومساکین اس سے فائدہ اٹھا سکیں تو ایسی صورت میں ایک اہم سوال یہ اٹھا ہے کہ آیا قربانی کے لئے قربانی دینے والے کے مقام کے وقت کا اعتبار ہوگا یا قربانی جہاں دی جارہی ہے اس مقام کے وقت کا اعتبار؟

☆ سرپرست معہد یعقوبؒ چن پٹن، بنگلور، کرناٹک

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دن کا فرق ہوجاتا ہے، کہیں ایک دن پہلے عید ہوجاتی ہے اور کہیں کہیں ایک دن بعد۔ ایسی صورت میں ایام نحر کی تعین کا مسئلہ ہوجاتا ہے کہ کس جگہ کی تاریخ کو مانا جائے۔ اور جیسا کہ سوال نامہ میں بھی ذکر ہے کہ ایک جگہ ۱۰ ذی الحجہ شروع ہوگئی اور ایک جگہ ۹/ذی الحجہ۔ تو ایسی صورت میں فقہاء نے اوقات قربانی میں اس مقام کا اعتبار کیا ہے جہاں قربانی کی جائے نہ کی اس مقام کا جہاں قربانی دینے والا موجود ہے۔ جیسا کہ الدر المختار میں لکھا ہے: ''**المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه**'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹/۴۶۱، مکتبہ زکریا، دیوبند)۔

اب زیر غور مسئلہ کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟ اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ قربانی کے لئے وقت وجوب ادا کا سبب ہے۔ جیسا کہ الدر المختار میں ہے کہ: ''**وشرعاً ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص**'' (الدر المختار ۹/۴۵۲، مکتبہ زکریا، دیوبند، نیز دیکھئے: فتاوی ہندیہ ۵/۳۶۰)۔

وقت مخصوص سبب ہے اس کے وجوب اداء کا، اگر وقت نفس وجوب کا سبب ہوتا تو ایسی صورت میں بعد ایام نحر کے بھی قربانی کی اجازت ہوتی کیونکہ ایام نحر نفس وجوب کا سبب ہیں نہ کہ وجوب ادا کا۔ لہٰذا ایام نحر میں قربانی واجب ہوگئی اور اس کو بعد ایام نحر کے بھی کیا جاسکتا؟ لیکن ایام نحر کے بعد قربانی جائز نہیں بلکہ اس کی قضاء ہے اور صدقہ کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ الدر المختار میں ہے: ''**وجوب تصدقه بعينها أوبقيمتها لومضت أيامها**'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹/۴۵۶، مکتبہ زکریا، دیوبند)۔

لہٰذا احقر کی رائے میں قربانی کے لئے ''وقت'' وجوب ادا کا سبب ہے نہ کہ نفس وجوب کا۔

دوسرا مسئلہ جو زیر بحث ہے وہ ہے ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار کیا جائے یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا موجود ہو؟ اس سلسلہ میں الدر المختار کی عبارت بتاتی ہے کہ قربانی میں

مقام قربانی کا اعتبار ہے نہ کہ اس مقام کا جہاں قربانی دینے والا موجود ہو، چنانچہ لکھا ہے: "**المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه**" (الدر المختار مع رد المحتار، ۹/۴۶۱، مکتبہ زکریا، دیوبند)۔

اور ہندیہ میں ہے: "**وإن كان الرجل مسافراً وأمر أهله أن يضحوا عنه في المصر لم يجز عنه إلا بعد صلاة الإمام**" (الفتاوی الہندیہ ۵/۲۶۶)۔

تیسرا مسئلہ اس سلسلہ کا یہ ہے کہ آغاز وقت کے لئے قربانی دینے والا جہاں مقیم ہے اس کا اعتبار اور اختتام وقت یا ایام کے لئے اس مقام کا اعتبار جہاں قربانی دی جارہی ہے۔ یعنی قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی دی جارہی ہے وہاں ۱۳/ ذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہو۔

اس سلسلہ میں آغاز وقت وایام بھی اور اختتام وقت وایام بھی وہیں کا معتبر ہوگا جہاں قربانی دی جارہی ہے۔ آغاز وقت کے لئے قربانی دینے والا کے قیام کی جگہ کے وقت یا دن کا اعتبار کرنا اور اختتام وقت یا دن کے لئے قربانی جہاں دی جارہی ہے اس مقام کا اعتبار کرنا درست نہیں۔

اور آغاز کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قربانی دینے والے شخص پر ۱۰/ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ قربانی جہاں دی جارہی ہے اس مقام پر ۱۰/ذی الحجہ کا سورج طلوع ہو جائے، اور جہاں عید کی نماز ہوتی ہو وہاں کا امام نماز ادا کرلے۔

بہتر عمل اس سلسلہ میں شک یا گمان میں پڑنے کے بجائے درمیانی وقت (یعنی ایام نحر کا دوسرا دن) میں قربانی کرلی جائے تاکہ دونوں مقام کی موافقت ہو جائے، مگر مسئلہ وہی ہے کہ قربانی جہاں دی جارہی ہے، اس مقام کا اعتبار ہوگا۔

خلاصۃ الکلام

احقر کی رائے میں:

قربانی کے لئے "وقت" وجوب ادا کا سبب ہے نہ کہ نفس وجوب کا۔

قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار کیا جائے گا۔

آغاز وقت و ایام بھی اور اختتام وقت و ایام بھی وہیں کا معتبر ہوگا جہاں قربانی دی جارہی ہے۔ آغاز وقت کے لئے قربانی دینے والے کے قیام کی جگہ کے وقت یا دن کا اعتبار کرنا اور اختتام وقت یا دن کے لئے قربانی جہاں دی جارہی ہے اس مقام کا اعتبار کرنا درست نہیں۔ ہٰذا ماعندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا محمد روح اللہ قاسمی ☆

قربانی ان فریضہ شرعی میں سے ہے جن کے لئے شرعاً وقت متعین ہے جس سے پہلے اس کی ادائیگی نہیں کی جاسکتی گویا اس طرح یہ نماز، روزہ وغیرہ کے مشابہ ہے جو شرعاً موقت بالاوقات ہیں، عبادات موقتہ میں عام طور سے وقت ہی سبب بنا کرتا ہے، اس لئے قربانی میں بھی وقت ہی سبب ہے جس کی وجہ فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ احکام کی نسبت اسباب کی طرف ہوتی ہے اور اسباب کے تکرار سے حکم مکرر ہو جاتا ہے، قربانی میں بھی یہی صورتحال ہے کہ یہاں اضافت پائی جاتی ہے ''یوم الأضحیٰ'' بولا جاتا ہے نیز وقت کے تکرار سے دوبارہ قربانی واجب ہوتی ہے۔
(جیسا کہ فتاوی شامی میں اس پر مفصل بحث کی گئی ہے، دیکھئے: فتاوی شامی ۵/۱۹۸)۔

آگے بڑھنے سے پہلے قربانی میں ایک حیثیت اور بھی دیکھنے کی ہے کہ یہ عبادت مالی ہے اور اس کے لئے باضابطہ نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ضروری ہے تو کیا یہ زکوٰۃ کے مشابہ ہوسکتی ہے کہ جس طرح زکوٰۃ میں نصاب کا ہونا سبب ہے جس کے بغیر زکوٰۃ کا وجوب نہیں ہے یہاں ایسا تو نہیں ہے یا فقہاء نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے کہ قربانی کے لئے نصاب کا ہونا ضروری ہے مگر نصاب کی حیثیت شرط کی ہے سبب کی نہیں۔ چنانچہ ایام قربانی جو کہ سبب ہے اس کے آنے سے امیر وغریب سب پر قربانی کا وجوب ہونا چاہئے اگر تقدیر واجب نہیں ہے ''وإنما لم تجب علی الفقیر لفقد الشرط وھو الغنی وإن وجد السبب'' (شامی)۔

☆ مفتی واستاذ مدرسہ فلاح المسلمین مدھوبنی، بہار

بہر کیف جب قربانی صوم وصلاۃ کے مانند ہے اور وقت قربانی کے لئے سبب ہے تو اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جس طرح وقت نماز روزہ میں نفس وجوب کا سبب بنتا ہے اسی طرح قربانی میں بھی نفس وجوب کا سبب بنے گا۔ ملک العلماء کی عبارت ہے: "**أما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلوة والصوم ونحوها**" (بدائع ۴؍۲۱۳)۔

ظاہر ہے کہ وقت کے آنے سے پہلے واجب نہ ہونا وقت کے نفس وجوب کا سبب ہونے کی دلیل ہے۔

وقت کے نفس وجوب کا سبب ہونے کا تقاضہ یہ ہوگا کہ جس پر قربانی ہے اس پر وقت کے آنے سے پہلے قربانی واجب نہ ہو اور بغیر واجب ہوئے ادا کرنا ظاہر ہے کہ بے سود ہوگا۔ لیکن دوسری طرف عام طور سے فقہاء کی عبارتوں میں مکان اضحیہ کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی جہاں جانور کو قربان کرنا ہے اس جگہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ جس کی طرف سے قربانی ہے اس کی جگہ کا "**والمعتبر مكان الأضحية لامكانِ من عليه**" (درمختار، ہدایہ)۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص سعودی عربیہ میں کسی کے ذریعہ قربانی کرائے جہاں ہندوستان کے عام علاقوں سے ایک دن پہلے عید ہوتی ہے تو اس کی قربانی صحیح ہونی چاہئے، چنانچہ ماضی قریب کے اصحاب افتاء میں حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کے ایک سوال کا یہی جواب دیا ہے (دیکھئے فتاوی رحیمیہ ۱۰؍۴۱)۔

لیکن اس پر بنیادی سوال یہی ہوتا ہے کہ جب وقت نفس وجوب کا سبب ہے تو بعینہ وجوب کے ادائیگی کا کوئی مطلب ہی نہیں ہوتا ہے، وقت نماز سے پہلے اس کی ادائیگی کرلی جائے تو ظاہر ہے کہ فرضیت کی ادائیگی اس سے نہیں ہوگی۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اس نکتہ پر توجہ دینا مناسب ہے کہ قربانی میں دو چیزیں ہیں ایک ذابح اور دوسرا مذبوح عنہ اور دونوں کی

رعایت ہونی چاہئے اس لئے اس مسئلہ میں کہ قربانی کرنے والا اپنے شہر کے بجائے دوسرے شہر میں اپنی قربانی کرا رہا ہے اور شہر میں قربانی کی ادائیگی نماز کے بعد ہوگی تو کس شہر کی نماز کا اعتبار ہوگا، حسن بن زیادؒ کا ارشاد ہے: ''**انتظرت الصلاتين جميعاً فعنده لايذبحون عنه حتى يصلوا في المصرين جميعاً (وجه قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح، وحال المذبوح عنه فكان أولى**'' (بدائع ۴؍۲۱۳)۔

اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی دو چیزوں کے مشابہ ہے ایک تو صوم وصلاۃ سے جیسا کہ گزرا اور اس وجہ سے وقت نفس وجوب کا سبب بنا۔ دوسری مشابہت اس کی زکوٰۃ سے ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کا اشارہ گزر چکا ہے کہ جس طرح زکوٰۃ نصاب کے ہلاک ہونے سے ساقط ہوجاتی ہے اسی طرح ایام قربانی سے پہلے نصاب ہلاک ہوجائے تو قربانی بھی واجب نہیں ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ نصاب زکوٰۃ میں سبب ہے اور قربانی میں شرط۔ بہر کیف جب اس کو دو چیزوں سے مشابہت ہوگئی تو اس سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس مشابہت میں انہی دونوں حالتوں کی رعایت کی گئی ہے، ایک ذبح، دوسرا مذبوح عنہ، یعنی کہ مذبوح عنہ کے تعلق سے یہ صوم وصلوٰۃ کے مانند ہے اسی لئے وقت مذبوح عنہ کے حق میں نفس وجوب کا سبب بن رہا ہے جبکہ ذبح اور اضحیہ کے تعلق سے یہ زکوٰۃ کے مشابہ ہے۔

اس سے ہمیں فقہاء کے اس اصول کو سمجھنے میں مدد ملے گی کہ ''**المعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه**'' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کے صوم وصلوۃ کے مشابہ ہونے کا تقاضہ یہ ہو کہ وقت کے آنے سے پہلے قربانی واجب نہ ہو لہٰذا ایک شخص دسویں ذی الحجہ کی شب سے پہلے ایسی جگہ اپنی قربانی کرانا چاہے جہاں قربانی کا وقت ہو چکا ہے تو خود مذبوح عنہ پر قربانی کا وقت نہیں آسکا اس لئے اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

اور زکوٰۃ کے مشابہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وجوب قربانی کے بعد مکان اضحیہ کی

روایت کی جائے گی جس طرح زکوۃ کی ادائیگی میں سامان تجارت کی قیمت لگانے میں خود اس جگہ کا اعتبار ہوگا جہاں وہ سامان موجود ہے ''**ویقوم في البلد الذی المال فیه**'' (درمختار)، اسی طرح قربانی کی ادائیگی کے لئے مکان اضحیہ کا اعتبار کیا جائے گا، وجوب کے لئے مکان اضحیہ کا اعتبار نہیں مکان مذبوح عنہ کا اعتبار ہوگا، چنانچہ صاحب ہدایہ نے ''**فیعتبر في الصرف مکان المحل**'' کی وضاحت کی ہے کہ ادائیگی کے سلسلے میں مکان اضحیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہدایہ کے الفاظ میں ''**والمعتبر في ذلک مکان الأضحیة وهذا لأنها تشبه الزکوٰة من حیث أنها تسقط بهلاک المال قبل أیام النحر کالزکوٰة بهلاک النصاب فیعتبر في الصرف مکان المحل لامکان الفاعل اعتباراً بها**'' (ہدایہ)۔

تبیین الحقائق شرح کنز کی عبارت بھی اپنے مسئلہ پر بے غبار ہے ''**فیعتبر في الأداء مکان المحل وهو المال لامکان الفعل اعتبارا بها**'' (کتاب الزکوٰۃ)۔

الغرض یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وجوب کے مسئلہ میں وقت کا اعتبار کیا جائے گا اور ادائیگی کے مسئلہ میں مکان اضحیہ کا اعتبار کیا جائے گا، اس تفصیل سے سوالنامہ میں درج سوالات کا جواب بالکل واضح ہوجاتا ہے:

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے۔ وجوب ادا کا نہیں۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ادائیگی میں ہوگا وجوب میں نہیں۔

۳- ان دونوں پہلو کی رعایت کا تقاضہ یہ ہے کہ تیسرے مسئلہ کا جواب اثبات میں ہو۔

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا محمد عمران ندوی ☆

اللہ کا شکر ہے کہ موجودہ زمانے میں مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہیں اور مغربی اور مشرقی ممالک میں بعض اوقات تاریخ میں ایک دن کا فرق ہوجاتا ہے، مثلاً یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ۱۰/ ذی الحجہ شروع ہوگئی ہو اور دوسری جگہ ۹/ ذی الحجہ ہو یا ایک مقام پر ۱۳/ ذی الحجہ شروع ہوگئی ہو اور دوسرے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ ہو، ہندوستان کے مقابلے میں جیسے عرب ممالک میں ایک دن پہلے عیدین کی نماز ہوجاتی ہے، اور ذرائع مواصلات کی نت نئی ترقی نے ابلاغ کی ایسی سہولت کردی ہے کہ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک میں اپنی قربانیاں کرار ہے ہیں۔

زمانے قدیم میں شہر کے لوگ شہر کے مضافات میں اور گاؤں کے لوگ قریبی شہر میں قربانیاں کراتے تھے، لہٰذا اس باب میں فقہائے کرام کی تفریعات اسی صورت حال کو فرض کر کے کی گئیں ہیں۔ صاحب وقایہ اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر، وبعد طلوع فجر يوم النحر إن ذبح في غير"** (کتاب الأضحیۃ فتح القدیر ۹/ ۵۲۶)۔

(اگر قربانی شہر میں کی جائے تو قربانی کا اول وقت عید کی نماز کے بعد ہوگا اور شہر کے علاوہ کی جائے تو یوم النحر کی فجر طلوع ہوتے ہی قربانی کا وقت شروع ہوجائے گا)۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

☆ جامعہ اسلامیہ انوار العلوم رحمیہ مسجد بائجی پورہ، اورنگ آباد، مہاراشٹرا

''اگر جانور گاؤں میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو قربانی کرنا جائز ہوگا جیسے ہی فجر طلوع ہو اور اگر اس کے برعکس ہو تو پھر نماز کے بعد قربانی کرنا درست ہوگا'' (فتح القدیر ۵۲۶/۹)۔

لیکن مسئلہ اب مصر اور غیر مصر کا نہیں ہے بلکہ اب تو ایک براعظم سے دوسرے براعظم کا اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا ہے، لہٰذا اب مسئلے پر پھر سے غور کرنے کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے سب سے پہلا سوال اٹھتا ہے قربانی کے وجوب کا۔

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے اور وقت ادا کے لئے شرط ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: ''إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب'' (فتح القدیر کتاب الأضحیۃ ۵۱۹/۹)۔

علامہ کاسانیؒ اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: ''وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما'' (بدائع الصنائع ۱۹۸/۴، مکتبہ زکریا دیوبند)۔

۲- اسی طرح سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو؟

ایام قربانی میں جانور جس جگہ ذبح کیا جائے گا اس جگہ کا اعتبار ہوگا، قربانی کرنے والے شخص کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ امام محمدؒ کا قول نوادر میں مذکور ہے وہ فرماتے ہیں: ''وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه '' (کتاب التضحیۃ بدائع الصنائع ۲۱۳/۴)۔

اسی طرح امام حسنؒ حضرت امام ابو یوسفؒ سے نقل کرتے ہیں: ''يعتبر المكان

الذی یکون فیه الذبح ولایعتبر المکان الذی یکون فیه المذبوح عنه وإنما کان کذلک، لأن الذبح هو القربة فیعتبر مکان فعلها لامکان المفعول عنه" (بدائع کتاب التضحیۃ ۴ر ۲۱۳)۔

(اس جگہ کا خیال کیا جائے گا جہاں قربانی ہوتی ہے، قربانی کرنے والا جہاں ہے اس جگہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور ایسا اس وجہ سے ہے کیونکہ قربانی کرنا ہی عبادت ہے، لہٰذا قربانی کی جگہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس جگہ کا جہاں قربانی کرنے والا ہے)۔

۳- کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ قربانی کے آغاز کے لئے تو ضروری ہو کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰ر ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو، لیکن قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی کا اعتبار ہو؟ یعنی قربانی کرانے والے شخص کے یہاں ۱۲ر ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو، وہاں ۱۳ر ذی الحجہ ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہو؟

جی ہاں ایسا ضروری ہے کہ قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰ر ذی الحجہ کی شب طلوع ہوگئی ہو، کیونکہ اس سے پہلے اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہوگی اور جب واجب ہی نہیں ہوگی تو ادا کرنے کا مسئلہ ہی نہیں اٹھتا، اور وقت کے ختم ہونے میں اس مقام کا اعتبار ضروری ہوگا جہاں قربانی ہوتی ہے۔

جیسا کہ صاحبین حضرات کا قول منقول ہے: "وإن کان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فکتب إلیهم أن یضحوا عنه روی عن أبي یوسفؒ أنه اعتبر مکان الذبیحة فقال ینبغي لهم أن لایضحوا عنه حتی یصلی الإمام الذی فیه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن یصلی لم یجزه وهوقول محمد علیه الرحمه" (کتاب التضحیۃ بدائع الصنائع ۴ر ۲۱۳)۔

زیادہ مناسب اور احتیاط کی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دونوں مقام کی رعایت کرلی جائے تو بہتر ہے، جیسا کہ امام حسنؒ کی اس تفریع سے معلوم ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں:

''میں دونوں جگہوں کی نماز کا انتظار کروں گا اگر لوگوں کو دوسرے شہر میں نماز کے ہونے نہ ہونے میں شک ہوتو میں زوال کے وقت تک انتظار کروں گا، لہٰذا ان کے نزدیک جب تک دونوں شہروں میں نماز نہ ہوجائے قربانی نہیں کی جائے گی اور اگر نماز کے متعلق شک ہوجائے تو سورج کے زوال تک قربانی کو مؤخر کردیا جائے گا، اگر سورج ڈھل جائے تو قربانی کردیں گے، امام حسنؒ کی دلیل یہ ہے کہ مذبوح اور مذبوح عنہ دونوں کی رعایت وخیال کرنا اولیٰ ہے'' (بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۳)۔

۱-قربانی کے وجوب کے لئے وقت سبب ہے۔

۲-مقام قربانی کا اعتبار کیا جائے گا۔

۳-اگر دونوں مقاموں کا اعتبار کرلیا جائے تو اولی ہے۔

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا ریاض احمد قاسمی☆

۱-قربانی کیلئے وقت نفسِ وجوب کا سبب ہے، جیسا کہ نماز کیلئے وقت نفسِ وجوب کا سبب ہے۔

قال الحصكفيؒ: "وسببها الوقت، وهو أيام النحر". وقال الشامي تحته: "سبب الحكم ماترتب عليه الحكم، مما لايدرك العقل تاثيره، ولايكون بصنع المكلف، كالوقت للصلاة" (ردالمحتار، کتاب الأضحیۃ: ۹/۷۹۴)۔

(علامہ حصکفیؒ نے فرمایا کہ اضحیہ کا سبب وقت ہے اور وہ ایام نحر ہیں، علامہ شامی نے اس کے تحت فرمایا کہ حکم کا سبب وہ ہے جس پر حکم مرتب ہوتا ہے، عقل جس کی تاثیر کا ادراک نہیں کرسکتی، اور نہ اس میں مکلف کے فعل کا دخل ہوتا ہے، جیسے وقت نماز کیلئے سبب ہے)۔

اہلِ اصول کے بیان کے مطابق وقت نماز کیلئے نفسِ وجوب کا سبب ہے، اسی لیے وقت سے پہلے نماز ادا نہیں ہوتی، اسی طرح وقت سے پہلے قربانی بھی درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں: "والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة" (حوالہ بالا)۔

(وقت کے سبب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وقت سے پہلے قربانی جائز نہیں، جس طرح وقت سے پہلے نماز جائز نہیں اور قربانی کا اولِ وقت اہلِ شہر کے حق میں نماز عید کے بعد ہے)۔

☆ خانقاہ رحمانی، مونگیر

"وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر" (قربانی کا اول وقت نماز عید کے بعد ہے اگر قربانی شہر میں کی جائے)۔

اسی وجہ سے اگر شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کی جائے تو وہ درست نہیں، کما أخرج البخاریؒ عن أنسؓ: قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم النحر: "من کان ذبح قبل الصلاۃ، فلیعد"۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز سے پہلے قربانی کی ہو وہ پھر قربانی کرے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا نفسِ وجوب اہل شہر کے حق میں شہر کے اندر نماز عید کے بعد ہوتا ہے۔ پس وہی وقت معتبر ہوگا اور اہل شہر کے حق میں نفس وجوب حقیقی کا سبب وہی وقت ہوگا۔ البتہ مطلق طلوع فجر نفسِ وجوب تقدیری کا سبب ہوگا۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: "والمعتبر مکان الأضحیة، لامکان من علیه، فحیلة المصري من أراد التعجیل أن یخرجها لخارج المصر، فیضحي بها إذا طلع الفجر" (ردالمحتار: کتاب الأضحیة: ۹/ ۳۸۶، وفتح القدیر، کتاب الأضحیة: ۹/ ۵۱۲)۔

(ایام قربانی میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے، نہ کہ اس شخص کا جس پر قربانی واجب ہے، پس جو شہری جلدی قربانی کرنا چاہے، اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ قربانی کا جانور شہر سے باہر بھیج دے اور جب صبح صادق ہو جائے، تو وہیں قربانی کر دے)۔

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی نے فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ قربانی زکاۃ کے مشابہ ہے، اس اعتبار سے کہ ایام نحر گزرنے سے پہلے مال ہلاک ہو جائے تو قربانی ساقط ہو جاتی ہے، جس طرح زکاۃ نصاب کے ہلاک ہونے سے ساقط ہو جاتی ہے۔ پس زکاۃ پر قیاس کرتے ہوئے "ادائیگی" میں "قربانی کی جگہ" کا اعتبار کیا جائے گا، نہ کہ کرنے والے کی جگہ کا (حوالہ سابق)۔

۳- یہ احتیاط کی صورت ہے، جس پر عمل کرنا مستحب ہے، ورنہ اصل یہی ہے کہ مقامِ قربانی کا اعتبار کرتے ہوئے ۱۰ر ذی الحجہ سے ۱۲ر ذی الحجہ تک قربانی کرنا درست ہے، جس طرح شہری کیلئے شہر سے باہر نماز سے پہلے قربانی درست ہے۔

اب رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں ''نفس وجوب'' سے پہلے قربانی کرنا لازم آتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح شہری کے حق میں ''نفسِ وجوب'' کا سبب نمازِ عید کے بعد کا وقت ہے، لیکن اس کی قربانی شہر سے باہر صبح صادق کے بعد ہوسکتی ہے۔

اسی طرح غیر ملکی باشندہ کے حق میں نفسِ وجوب کا سبب وہاں کا وقت ہے، لیکن اگر اس کی قربانی دوسرے ملک میں کردی جائے، تو وہاں کے وقت کے مطابق صحیح ہے۔ گویا ان دونوں صورتوں میں نفسِ وجوب تقدیری ہوگا۔ اور نفسِ وجوب تقدیری کا سبب پوری دنیا میں کہیں بھی ۱۰ر ذی الحجہ کی ''صبح صادق'' کا طلوع ہوجانا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔



باب چہارم

تحریری آراء

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی ☆

۱-قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا بھی سبب ہے اور وجوب ادا کا بھی۔

"لأن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب (بدائع ۲۱۱/۴)۔

۲-ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو۔

"والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى" (ہندیہ ۲۸۹/۶)۔

"إنما يعتبر فى هذا مكان الشاة لامكان من عليه" هكذا ذكر محمد "في النوادر" وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن ابى يوسف، يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح ولايعتبر المكان الذى يكون فيه المذبوح عنه ...... لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه" (بدائع ۲۱۳/۴)۔

۳-اگر قربانی کرنے والے کے یہاں ۱۲/ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۳/ذی الحجہ، ہو تو اس روز قربانی کرنا درست نہ ہوگا۔

"وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة" (بدائع ۲۱۳/۴)۔

☆ بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، اعظم گڑھ، یوپی

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا

مولانا سلطان احمد اصلاحی ☆

اس سوالنامہ کے تینوں سوالات کا جواب سمیٹ کر ایک ساتھ دیا جاتا ہے:

قربانی کا وقت ۱۰ تا ۱۲ یا ۱۳/ ذی الحجہ جیسا کہ سوالنامہ میں اس کی تفصیل ہے، یہ رمضان کے روزے کی طرح معیار نہیں ہے کہ متعلق فرد یعنی جس کی طرف سے قربانی کی یا کرائی جارہی ہے وہ اسی وقت مخصوص میں ہی اسے ادا کرسکتا ہے، اس کے بجائے اس کی مناسبت نماز، زکوٰۃ اور حج سے زیادہ ہے۔ جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں نماز قبل از وقت ادا کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی وقت وجوب سے پہلے سب کے اتفاق سے ہوجاتی ہے۔ حج کے ارکان کی انجام دہی میں بھی آپشن رہتا ہے کہ متعین اوقات میں اسے کسی وقت بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔

اس کے لحاظ سے قربانی کے معاملے میں مقام قربانی کو فیصلہ کن مانا جائے۔ جس جگہ پر قربانی ہونی ہے جب وہاں اس کا وقت ہوجائے تو دور دراز سے جو شخص اپنے یا دوسرے کے نام سے قربانی کرانا چاہتا ہے، اس کے مطابق اس کی طرف سے قربانی ہوجائے۔ اس کے لئے متعلق شخص یعنی کہ جس کی طرف سے قربانی کرائی جارہی ہو اس کے یہاں کے وقت وجوب کی شرط نہ رکھی جائے جس سے کہ کسی صورت میں جائے قربانی پر ۱۰/ ذی الحجہ کے بجائے ۱۱، ۱۲ یا ایک رائے کے مطابق ۱۳/ ذی الحجہ ہوجائے۔ بسا اوقات جائے قربانی کے متعلق افراد کی مصلحت مقتضی ہوتی ہے کہ ان کے یہاں قربانی پہلے دن ہوجائے۔ تو غیر ضروری طور پر ان کو ۱۱، ۱۲ یا

☆ علی گڑھ یوپی

۱۳/ ذی الحجہ کے انتظار کی مشقت میں مبتلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ صدقۂ فطر بھی وقت وجوب سے قبل ادا ہو جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات وقت سے پہلے اس کی ادائیگی ہی مطابق مصلحت ہوتی ہے جس کا اب عام طور پر علماء کی طرف سے اظہار کیا جانے لگا ہے۔ قربانی کے زیر نظر مسئلہ میں اس کی نظیر سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

☆☆☆

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی ☆

۱-قربانی کے لئے وقت، وجوبِ ادا کا سبب ہے(۱) اور نفس وجوب کا سبب صاحب نصاب ہونا ہے(۲)۔

۲-ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا (۳)، مضحی کے مقام کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ وجوبِ اداء میں مضحی کے مقام کا اعتبار ہوگا، یعنی جب تک اس کے حق میں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق نہیں ہوتی، اس پر قربانی کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی، اور نہ ہی اس کی طرف سے کسی اور ملک میں قربانی کرنا صحیح ہوگا، کیوں کہ قبل وجوب الاداء، اداء صحیح نہیں ہوتی، جیسا کہ تمام واجبات موقتہ کا حال ہے کہ وہ اپنے اوقات سے پہلے واجب نہیں ہوتیں، اور نہ ہی وقت سے پہلے ان کی اداء درست ہوتی ہے۔

۳-قربانی کا وقت ختم ہونے میں مقام قربانی ہی کا اعتبار ہوگا، لہٰذا اگر مضحی کے یہاں ۱۲ر ذی الحجہ ہو، اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۳ر ذی الحجہ کو قربانی کرنا درست نہیں ہوگا، اور اس کے برعکس جائز ہوگا۔

---

(۱) مافی "الحدیث النبوی" عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم في یوم نحر فقال: "لایضحین أحد حتی یصلی" (الصحیح المسلم ۲/ ۱۵۴، کتاب الأضاحی)۔

ما في البحر الرائق: وأما شرائط أدائها فمنها: الوقت في حق المصری بعد صلاۃ

☆ استاذ مدرسہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

الإمام، وسببها طلوع فجر يوم النحر" (۸/۳۱۷، كتاب الأضحية).

مافي بدائع الصنائع: "وأما وقت الوجوب فأيام النحر، فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لاتجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ...... وأيام النحر ثلاثة: يوم الأضحى، وهو اليوم العاشر من ذى الحجة، والحادى عشر والثاني عشر وذلك بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثاني عشر" (۴/۱۹۸، كتاب الأضحية).

مافي الدر المختار: "وسببها الوقت وهو أيام النحر" (۹/۴۵۳، بيروت).

(۲) مافي "الحديث النبوى": عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا" (ابن ماجة: ۲۲۶، أبواب الأضاحى، باب الأضاحى واجبة هى أم لا).

ما في البحر الرائق: "ولها شرائط وجوب وشرائط أداء وصفة، فالأول كونه مقيما موسراً من أهل الأمصار والقرى والبوادى" (۸/۳۱۷، كتاب الأضحية).

ما في البدائع الصنائع: "وأما شرائط الوجوب منها الغنى، لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من وجد سعة فليضح"، شرط عليه الصلاة والسلام السعة وهي الغنى" (۴/۱۹۶).

مافي "تنوير الأبصار على الدر المختار: "فتجب التضحية على حر مسلم مقيم موسر عن نفسه" (۹/۴۵۴، بيروت، الفتاوى الهندية ۵/۲۹۲).

(۳) مافي الدر المختار مع رد المحتار: "والمعتبر مكان الأضحية لامكان من عليه فحيلة المصرى من أراد التعجيل أن يخرجها خارج المصر، فيضحى بها إذا طلع الفجر ...... قوله: (والمعتبر مكان الأضحية) فلو كانت في السواد والمضحى في المصر جازت قبل الصلوة وفي العكس لم تجز" (۹/۴۶۱، كتاب الأضحية).

ما في الهداية: المعتبر في ذلك مكان الأضحية حتى لوكانت في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر، ولوكان على العكس لايجوز إلا بعد الصلاة (۴/۴۳۰، كتاب الأضحية).

مافي البحر الرائق: "المعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى" (۸/۳۱۷).



ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مولانا فاخر میاں☆

بعض شرائط کے ساتھ قربانی نفس وجوب ہے۔قربانی جس ملک میں کی جائے وہیں کی قمری تاریخوں کے حساب سے کیا جانا چاہئے خواہ کرنے والا کہیں بھی ہو۔

☆☆☆

☆ فرنگی محل، لکھنو

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

حافظ شیخ کلیم اللہ عمری مدنی ☆

۱- قربانی ایک سنت موکدہ ہے جو دخول وقت کے ساتھ مربوط ہے جس کا وقت ۱۰ر ذی الحجہ نماز عید کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ۱۳ر ذی الحجہ کی شام تک باقی رہتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے یہی ثابت ہے کہ آپ عید الاضحیٰ میں نماز عید کے بعد پہلا کام قربانی ہی کرتے تھے اور قربانی کا وقت موسع ہے یعنی ۱۳ر ذی الحجہ کی شام تک (غروب آفتاب تک) واللہ اعلم بالصواب (راجع: الملخص الفقہی صالح فوزان الفوزان ۱/۳۱۷)۔

۲- ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا جہاں قربانی کرنے والا وکیل موجود ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''**الأضحى يوم يضحي الناس والفطر يوم يفطرون**'' (مسند اسحاق بن راہویہ ۱۱۷۲)۔

۳- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''**الأضحى يوم يضحي الناس والفطر يوم يفطرون**'' (مسند اسحاق بن راہویہ ۱۱۷۲)۔

حدیث مذکور کی روشنی میں مقام قربانی کا اعتبار کرتے ہوئے ایام تشریق میں ۱۳ر ذی الحجہ کی شام تک وسعت موجود ہے اس لحاظ سے ۱۳ر ذی الحجہ کی شام تک قربانی کی جاسکتی ہے اور توکیل کے بعد موکل کا ذمہ ختم ہو جائے گا اور مقام قربانی میں وکیل کا ہی اعتبار ہوگا واللہ اعلم۔

☆☆☆

☆ مفتی جامعہ دار السلام عمر آباد، تاملناڈو

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا؟

مفتی معز الدین قاسمی ☆

۱- قربانی کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب ادا کا؟ تو اس سلسلہ میں کتب فقہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے بلکہ وجوب ادا کا سبب ہے۔

۲- اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی عبارتیں بالکل واضح طور پر موجود ہیں کہ جس جگہ قربانی کی جا رہی ہے اس جگہ کا اعتبار ہوگا۔

در مختار میں ہے: **"والمعتبر مكان الأضحية فلو كانت في السواد والمضحى في المصر جازت قبل الصلوٰة وفي العكس لم يجز قهستاني"** (شامی ۵/۲۰۲، باب الاضحیۃ)۔

۳- اس سلسلہ میں میری اپنی تحقیق کے اعتبار سے اس کی ضرورت نہیں چونکہ جب کتب فقہ میں دونوں کے مقامات میں سے قربانی کے جانور کے مقام کے اعتبار کرنے کا تذکرہ ہے۔ تو اس صورت میں قربانی کرنے والے کے مقام کا بھی لحاظ کرنا لازم ہوگا۔ جو فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہوگا۔ جس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ نیز یہ بھی کہنا کہ ۱۰/ ذی الحجہ کے آنے سے پہلے اس شخص پر قربانی لازم ہی نہیں یہ بھی صحیح نہیں ہوگا چونکہ ہم شروع ہی میں یہ بتلا چکے کہ نفس وجوب تو قربانی کا ایام قربانی سے پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اس شخص کے مؤسر (مالدار) ہونے

☆ مہتمم دار العلوم اورنگ آباد

کی وجہ سے، اب ۱۰رذی الحجہ سے وجوب ادا کا وقت شروع ہو رہا ہے چنانچہ اس میں شرط ہے کہ ۱۰رذی الحجہ کے طلوع فجر سے پہلے پہلے قربانی کو ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔" **وقال أبو حنيفة هي واجبة على المقيمين الموسرين وروى عن مالك مثل قول أبي حنيفة**" (لامع الدراری کتاب الاضاحی ۳ر۱۲ ۳)۔

لہٰذا قربانی کے آغاز کے لئے قربانی کرنے والے شخص پر ۱۰رذی الحجہ کی شب یا طلوع فجر لازم نہیں ہے۔ البتہ قربانی کا عمل جہاں انجام دیا جا رہا ہے یعنی عملاً قربانی کا جانور جہاں ذبح کیا جا رہا ہو اس کا دسویں ذی الحجہ سے ۱۲رویں ذی الحجہ کے درمیان ہونا ضروری ہے۔

☆☆☆

باب پنجم

اختتامی امور

مناقشہ

ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہوگا

مولانا رشید احمد فریدی (مدرسہ مفتاح العلوم تراج)

"المعتبر مكان الأضحية" یہ عبارت ادا سے متعلق ہے سو فیصد تسلیم ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر موجودہ زمانے کی کتب فقہ میں سب جگہ پر ادا ہی کا ذکر ہے، کہیں پر بھی نفس وجوب کا ذکر نہیں، فقہا اصول کو ہر جگہ شمار نہیں کرتے ہیں بلکہ اصول کو ایک جگہ بیان کرتے ہیں۔ ہر جگہ جزئیات ہوتے ہیں، لیکن اصول مدنظر ہوتے ہیں، "المعتبر مكان الأضحية" کا تعلق نفس وجوب سے ہے بالکل صحیح، نفس وجوب کس سے ہوتا ہے اس کے متعلق میں ایک خاص بات آپ سے عرض کروں کہ اسلام، عقل، بلوغ کے بغیر نفس وجوب ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسلام، عقل اور بلوغ یہ بنیادی شرط ہے، اس کے بغیر اگر ایام اضحیہ شروع بھی ہوجائے تب بھی ظاہر ہے کہ اس پر نفس وجوب نہیں ہوگا، قطعاً نہیں ہوگا۔ شروع میں نہیں ہوگا بیچ میں نہیں ہوگا، اخیر میں نہیں ہوگا۔ جب ہوگا اسلام، عقل، بلوغ اور اس کے بعد غنی جس کے ساتھ حریت بھی شرط ہے اس کے بعد ہی ہوگا، عاقل، بالغ مسلمان ہے، لیکن اگر وہ غنی نہیں ہے، غناء شرعی کی جو حد ہے اس کے بغیر نفس وجوب ہرگز نہیں ہوسکتا، ان پانچوں چیزوں کو علماء، فقہاء نے شرائط سے تعبیر کیا ہے جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تب جاکر نفس وجوب ہوگا اور وقت کے اندر ہو تو وجوب ادا بھی ہوگا، ہمیں جو غلط فہمی ہورہی ہے (میں بلا تکلف عرض کرتا ہوں) کہ وقت کے لیے جو لفظ سبب وجوب استعمال کیا گیا ہے

اس سے زیادہ قطعی بات پیش کرتا ہوں، سبب وجوب کا لفظ نماز، روزہ، قربانی کے لیے وقت کو بتایا گیا ہے، زکوٰۃ کے لیے سبب وجوب اور شرط وجوب یہ دونوں لفظ مل کر نصاب کے لیے استعمال ہوا ہے، حج کے لیے بیت اللہ کو سبب وجوب قرار دیا ہے اور استطاعت کو شرط وجوب سے تعبیر کیا ہے، یہ بالکل عام جگہ پر ہے، سب جگہ موجود ہے، لیکن جہاں نفس وجوب کا مسئلہ آتا ہے میں نے اپنے پہلے مقالہ میں جو دارالعلوم کے شمارہ کے اندر شائع بھی ہوا تھا یہ بتایا ہے کہ غنی نفس وجوب کی علت ہے اور علت کے بغیر ظاہر ہے کہ وجوب ادا بھی نہیں ہوسکتا، جب تک نفس وجوب نہ ہو تب تک وجوب ادا نہیں ہوگا، اس کی عبارت ''ھی واجبة'' ہے، یہ قربانی سے متعلق ہے۔'' إنما تجب علی حر مسلم مقیم موسر''۔ اس طریقہ سے منتقی الابحر کی عبارت ہے: ''لأن العبادة لاتجب إلا علی القادر وھو الغني دون الفقیر''۔ مجمع الأنہر کی عبارت ہے: ''أما شرائط الوجوب: منھا الإسلام ومنھا الحریة ومنھا الإقامة ومنھا الغنی'' اسی طرح سے بدائع کی عبارت ہے: ''ولأن الموسر تجب علیه الأضحیة في ذمته''۔ یہ غنی جو علت ہے اس کے بعد ہے۔ ''لأن ترتیب الحکم علی المشتق نص علی علیة مبدأ الاشتقاق''۔ دوسری جگہ پر علم اصول فقہ کے اندر ہے'' إن تعلیق الحکم بمشتق یؤید بأن مصدر الاشتقاق ھو العلة''، چنانچہ اسی علت کے بارے میں بالکل متفق علیہ عبارت یہ ہے: ''أن لانزاع لأحد أن علة وجوب الأضحیة علی الموسر ھي القدرة علی النصاب'' اسی طرح ''لأن علة الوجوب في المعسر ھی الاشتراء وعلته في الموسر ھی القدرة یعنی قدرة علی النصاب''۔ اور بھی کئی عبارتیں ہیں کہ وجوب اضحیہ کی علت غنی ہے، اس غنی کو شرائط کے اندر شمار کرتے ہیں، جب تک یہ چیز نہیں پائی جائے گی تب تک نفس وجوب ہرگز متحقق نہیں ہوگا۔ رہا مسئلہ وقت کا، تو وقت کو سبب وجوب کہا گیا ہے بالکل صحیح ہے، وقت کو سبب وجوب کے لئے دو جگہ پر استعمال کیا گیا ہے، یہ بات بتادوں کہ وقت وجوب ادا خطاب الٰہی

سے ہوتا ہے اور یہ بالکل متعین ہے، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں: ''إن وجوب الأحكام متعلق وإنما يتعلق بالخطاب وجوب الأداء'' (اصول بزدوی)۔ دوسری عبارت: الثاني وجوب الأداء وهو إسقاط ما في ذمة وتفريغها من الواجب وأنه ثبت بالخطاب، تیسری عبارت یہ اصول الشاشی کی ہے: ''فسبب وجوب الصلوٰة الوقت، بدليل أن الخطاب بأداء الصلوٰة لايتوجه قبل دخول الوقت''۔

چوتھی عبارت تکملہ کی ہے: ''إن وجوب الأداء في الموقتات التي يفضل الوقت، عن أدائها كالصلوٰة ونحوها إنما يثبت اٰخر الوقت إذهنا يتوجه الخطاب حقيقة''۔ خطاب سے متعلق پانچویں عبارت ''سببها الأصلي خطاب الله تعالىٰ أى سبب وجوب أدائها، چھٹی عبارت: ''أسبابها أوقاتها وتجب أى يفترض فعلها، حتى يضيق عن الأداء ويتوجه الخطاب حتماً''۔ ساتویں عبارت اور تقریباً بارہ عبارتیں ہم نے نقل کی ہیں جس میں یہ سب ہے کہ خطاب الٰہی سے ہی وجوب ادا ہوتا ہے اور یہ بالکل طے شدہ ہے اور خطاب الٰہی وقت ہی کے اندر ہوتا ہے یہ بھی طے شدہ ہے، اب وہ وقت ممتد ہو جیسے نماز میں، روزہ میں، ایام قربانی میں اس کی ابتدا اور انتہا مقرر ہے، ان تینوں عبادتوں کے اندر فقہاء نے یہ صراحت کی ہے کہ وجوب ادا جو وقت کے اندر ہوتا ہے خطاب الٰہی سے اس کا اول سے لیکر آخر تک سببیت کی صلاحیت ہے، یعنی وقت آنے کے بعد وجوب ادا یعنی خطاب متوجہ ہوگا، لامحالہ خطاب کے متوجہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نفس وجوب پہلے سے ہو، بغیر نفس وجوب کے خطاب متوجہ نہیں ہوسکتا اور جب وقت خاص کا جزءاول جو فقہاء کی فلسفی تعبیر کے اندر جزء لاتجزی ہے اور جزء وقت اول جزء لاتجزی کے اندر خطاب متوجہ ہوسکتا ہے تو لامحالہ نفس وجوب اس وقت سے پہلے ہوگا، اس کے بغیر نفس وجوب نہیں ہوسکتا۔ وجوب ادا وقت خاص کے ساتھ مقید ہے، نفس وجوب کی بنیاد شرائط اور اسی طرح غنی پر ہے وہ وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے،

اگر غنی نہیں ہے تو نفس وجوب نہیں، اس لیے کہ خطاب نہیں ہوا، یہاں تک کہ اخیر وقت میں فقہاء نے جو لکھا ہے کہ شرط کا تحقق اخیر وقت کے اندر بھی ہوگا تو چوں کہ شرائط کے اندر غنی بھی ہے، اس لیے پہلے نفس وجوب کا تحقق ہوگا اس کے بعد ہی وجوب اداء کا تحقق ہوگا، اخیر میں ایک پیراگراف سنا دیتا ہوں، سبب وجوب کے لفظ پر جو تحقیق مقالہ کی شکل میں ہے میں کسی وجہ سے آپ کی خدمت میں نہیں بھیج سکا۔ قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل، حقائق، مسلمات اور غلط فہمیاں۔ اور دوسری قسط ہے اس کی دفع الشبہات اور رفع الاشکالات، انشاء اللہ مقالہ کبھی چھپ جائے گا تو آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا، اس کے اندر میں نے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ اساسی اور بنیادی غلطی اس کو پیش کرتے ہوئے میں نے ذکر کیا ہے: حاصل یہ ہے کہ کتب اصول میں وجوب سے متعلق اسباب کا لفظ دو موقع پر کیا گیا ہے ایک ثبوت وجوب دوسرا تکرار وجوب، پہلا نفس وجوب کا موقع جس میں ثبوت بالاسباب کو ثبوت بالخطاب کے مقابل ذکر کیا ہے اور اس کی بھی کئی عبارتیں میں نے پیش کی ہیں، اور یہ ثبوت بالاسباب کو اصول بزدوی کے حوالہ سے، کشف الاسرار کے حوالہ سے، حسامی کے حوالہ سے، اور اسی طرح سے دوسری کتاب کے حوالہ سے ہے۔

دوسرا موقع جس میں ثبوت بالاسباب کو ثبوت بالخطاب کے مقابل ذکر کیا گیا ہے اور خطاب مثبت لوجوب الأداء ہونا امر مسلم اور یقینی ہے جیسا کہ کتب فقہ اور اصول کے اندر متعدد عبارتوں میں ہے اور نفس وجوب کا ثبوت جن اسباب سے ہوتا ہے ان اسباب کو ہی عام طور پر فقہاء شرائط وجوب سے تعبیر کرتے ہیں اور کیوں شرط سے تعبیر کرتے ہیں اسکے اندر میں نے وجہ بیان کی ہے اور پہلا مقالہ جو دارالعلوم کے رسالہ میں شائع ہوا اس کے اندر بھی موجود ہے۔ دوسرا موقع تعدد اور تکرار وجوب کا ہے چوں کہ صیغۂ امر جو خطاب کا ذریعہ ہے وہ وقت مخصوص میں متوجہ ہوتا ہے اور عند الاحناف نہ مقتضی تکرار ہے نہ محتمل تکرار ہے، اس سے تکرار اور عدم تکرار کی معرفت کے لیے شارع نے بعض اشیاء کو سبب قرار دیا ہے جیسے وقت وغیرہ، پس وجوب ادا کا تکرار امر کی وجہ سے

نہیں بلکہ سبب کے تکرر سے ہے، لہٰذا سبب وجوب مثلاً وقت خاص یہ سبب ظاہری ہے یعنی تعدد اور تکرار اور عدم تکرار کی معرفت کا ذریعہ ہے، اس لیے سبب وجوب کے لفظ سے نفس وجوب کا سبب سمجھنا اصولی غلطی ہے، اب اگر فقہاء نے کہیں وقت کے جزء اول کو نفس وجوب سے تعبیر کیا ہے تو وہ حدوث اہلیت فی الوقت کے اعتبار سے ہے۔ اس بات کو آپ ذہن نشین کیجئے کہ اصول کی جتنی کتابیں اور فقہ کی جتنی کتابیں ہیں ان میں وقت خاص کے اندر شرائط سے بھی فقہاء بحث کرتے ہیں، چوں کہ شرائط کے اندر غنی وغیرہ بنیادی شرط ہے نفس وجوب کی، اس سے بھی وقت ہی میں بحث کرتے ہیں، اس لیے اگر وقت اول کے اندر غنی کا تحقق ہوا تو لامحالہ پہلے وہ نفس وجوب ہوگا اور وقت خاص خطاب کا وہ موقت وقت ہے، اس لیے اس کے بعد ہی وجوب ادا کا تحقق ہوگا۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ کی جو رائے ہے وہ رائے آپ پیش کردیں۔

مولانا رشید احمد فریدی:

میری رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تعامل جو چلا آرہا ہے وہی برحق ہے اور اگر اس کے برخلاف ہوگا یعنی وقت کو نفس وجوب کا سبب سمجھا جائے گا تو حرج عظیم لازم آئے گا، فقہاء کے کلام میں تعارض ہوگا اور اسی طریقہ سے اصول کے خلاف ہوگا اور اسی طریقہ سے اصول شرعیہ جو الحرج مدفوع وغیرہ ہے اسکے بھی خلاف ہوگا۔ بہرحال جو اصل تعامل ہے وہی حق ہے، تعامل یہ ہے کہ غنی کی وجہ سے آدمی مکلف ہوجاتا ہے اور اس پر قربانی واجب ہوجاتی ہے، اس کے متعلق بھی میں نے پہلے مقالہ میں عبارت ذکر کی ہے اور اس کے بعد جب وقت آئے گا تو اس کے اندر المعتبر مکان الأضحیة، اس میں پورے عالم کا کہیں پر بھی حتی کہ ایک صوبہ میں بھی ایک شہر کے دوسرے شہر میں قربانی کرنے کے لیے حتی کہ ایک شہر کا اس سے متصل دیہات کے اندر بھی یہی ضابطہ کارفرما ہوگا، اگر غنی نہیں ہے تو قریب کے دیہات اور شہر کا مسئلہ بھی کتربود ہوجائے گا

صرف وقت کے اوپر قطعاً نفس وجوب کا مدار نہیں ہے۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

مولانا رشید صاحب! وہاں پر ابھی دس ذی الحجہ نہیں ہے، ۹/ ذی الحجہ ہے اور جہاں قربانی وہ کر رہا ہے دس ذی الحجہ شروع ہو چکی ہے تو اس میں کیا آپ کی رائے ہے قربانی درست ہے یا نہیں؟

مولانا رشید احمد صاحب:

جب بنیادی چیز غنی ہے اور غنی کی وجہ سے نفس وجوب ہو جاتا ہے اب اگر اس نے دوسرے کو مکلّف کیا ہے یا وکیل بنایا ہے تو اب اداء سے اس کا تعلق ہے نفس وجوب سے اس کا تعلق نہیں رہا۔ میں اس کی مثال دے سکتا ہوں۔

مولانا عبید اللہ الاسعدی:

کہ وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے بلکہ وجوب اداء کا سبب ہے اور نفس وجوب کا تعلق غنی سے ہے، لہٰذا جو آدمی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے سے غنی ہے اس پر قربانی واجب ہے، اب اگر یہ قربانی فرق کے ساتھ ہوتی ہے یہاں مثلاً دس ذی الحجہ ہے اور دوسری جگہ ۹ ہے تو یہ قربانی صحیح ہو جائے گی، یہ مولانا کا نقطۂ نظر ہے۔ میں نے صحیح بات کہی بھائی! مولانا!

مولانا زبیر احمد قاسمی

کسی صاحب نے میرا نام پیش کر دیا کہ مولانا زبیر بھی کچھ فرمائیں گے، تو جب یہ بات آ ہی گئی تو میں آپ سبھی حضرات اس پہلو پر (حالانکہ یہ پہلو بھی باعث مناقشہ اور بحث ہو سکتا ہے) غور کریں، اگرچہ اس موضوع سے غیر متعلق بات ہے، کہ ہم لوگ جو کہتے ہیں یا سوال میں

بھی آیا ہے کہ وقت قربانی کے نفس وجوب کا سبب ہے، یا وجوب اداء کا، اس سلسلہ میں میں نے اپنے مقالہ میں گویا تبصرۃً اور تنقیحۃً چار جملوں میں لکھ دیا ہے، اس میں آپ لوگ اپنے ذہن کو صاف کرلیں کہ حقوق مالیہ بندہ کا ہوتا ہے اس میں نفس وجوب اور وجوب اداء میں فصل وانفصال ہے۔ باقی اللہ کے جو حقوق ہیں مثلاً حقوق بدنیہ ہیں جیسے نماز ہے، روزے ہیں، اس میں نفس وجوب اور وجوب اداء میں کوئی فصل وانفصال نہیں ہے، یہ اتفاقی بات ہے۔ اور جو حقوق مالیہ ہیں جیسے زکوٰۃ ہو یا قربانی ہو اس کے اندر بھی نفس وجوب اور وجوب اداء میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ بات ذہن میں خوب رکھ لیجئے اور تحقیق کیجئے یہ مسائل اپنی جگہ پر مصرح اور مدلل ہیں۔ اور محققین نے یہی کہا ہے، اس لیے بہت سے حضرات جو کہتے ہیں کہ زکوٰۃ میں نفس وجوب کا سبب فال ہے، حولان حول وجوب اداء کا سبب ہے یہ بات تقسیم والی بالکل غلط ہے اور محققین کی تحقیق کے خلاف ہے، بہرحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں اور اپنے مقالہ میں، میں نے یہی بات لکھی ہے کہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے، باقی رہا وجوب اداء، تو وقت اس کے لئے شرط ہے تو یہ نفس وجوب اور وجوب اداء کا فصل وانفصال سے قطع نظر، صرف ہم نے وقت کو سبب وجوب کہا اور وقت کو ادائیگی کے جواز وصحت کی شرط قرار دیا اور یہ بدائع الصنائع کے اندر مصرح عبارت ہے۔

مولانا شیر علی صاحب (شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ایک عجیب قصہ ہے جیسا کہ ابھی مولوی صاحب نے ذکر کیا کہ یہ سبب وجوب ہے یا سبب اداء ہے یہ تو میرے خیال میں تطویل لاطائل ہے، سب علماء کرام نقل کرتے ہیں کہ وجوب اضحیۃ کا سبب وقت ہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے، اب آپ تاویل کرو کہ یوں ہے یوں ہے یہ تو بحث سے خارج ہے، سارے فقہاء لکھتے ہیں کہ وقت سبب وجوب ہے، آپ یہ بتائیے جب آپ وقت کو سبب اداء بتارہے ہیں تو احادیث بھری ہوئی ہیں کہ ایام

قربانی کے اندر ہی قربانی کرنا ہے، اور وہ تین دن ہے چاہے مؤکل خود کرے چاہے وکیل کے ذریعہ سے کرائے، یہ بات مسلم ہے کسی حدیث میں نہیں ہے کہ وقت گزر جانے کے بعد بھی یا وقت داخل ہونے سے پہلے وکیل کے ذریعہ کروائیں، اصل یہی ہے کہ شروع ہوتا ہے نفس وجوب اور ختم ہوتا ہے اداء پر، تو اداء وقت کے اندر ہونا چاہیے۔ جہاں تک مکہ مکرمہ کی بات ہے تو وہاں بیت اللہ ہی سبب ہے، رہی قربانی تو وہ اوقات مؤقتہ ہیں، اس میں اداء اور وجوب دونوں وقت کے اندر ہونا چاہیے، یہ ہے میری رائے۔ اور کوئی بتادے کہ وقت نکل جانے کے بعد کوئی قربانی کرادے، وکیل سے کرادے، اب رہا دیہاتی اور شہری کا مسئلہ کہ دیہاتی اپنی قربانی طلوع صبح صادق کے بعد کرسکتا ہے جبکہ شہری کے لئے ایک شرط مزید لگادی گئی ہے کہ وہ نماز عید سے قبل قربانی نہیں کرسکتا، اگر وہ نماز سے پہلے قربانی کروانا چاہتا ہے تو اپنی قربانی دیہات بھیج دے، یہ شرط اس کے لیے اس لیے لگائی تاکہ پہلے نماز میں مشغول ہوجائے اور پھر قربانی کرے، باقی طلوع فجر تو وہ دونوں کے لیے لازمی ہے، پاس کے گاؤں میں بھیج دیا، وہاں بھی صبح صادق ہوچکی ہو، یہاں بھی صبح صادق ہوچکی ہو۔ اس لیے میرے خیال میں دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وقت کے اندر اندر ہو، چاہے اداء ہو وہ بھی وقت کے اندر ہو، چاہے نفس وجوب ہو وہ بھی وقت کے اندر ہو، یہ میری رائے ہے، وقت کے گزرنے کے بعد اداء میرے خیال میں صحیح نہیں ہے، ایام قربانی متعین ہیں تین دن: دس، گیارہ، بارہ، ہاں شوافع حضرات کے یہاں چوتھا دن بھی ہے اس مسئلہ میں مذہب غیر پر عمل کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

مفتی انور علی صاحب اعظمی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد! ایک بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ بعض مرتبہ عرض مسئلہ کچھ اس انداز کا ہوتا ہے کہ اس سے صورت حال بجائے واضح ہونے کے الجھ

جاتی ہے، مقالہ ہم نے فقہ اکیڈمی کو ایک ہی بھیجا ہے، اکیڈمی کی جو تلخیص ہے وہ تو بہت واضح ہے لیکن عرض مسئلہ میں بعض جگہ ہماری جو رائے ہے وہ غیر واضح ہے، اس لیے تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت پیش آئی، سوال ۲ کے سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کا جہاں قربانی کرنے والا مقیم ہو، تو اس سلسلہ میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایام قربانی میں مقام قربانی کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار ہوگا، فقہاء کے یہاں ایک خاص مسئلہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار کیا گیا ہے مقام مضحی کا نہیں۔ وہ مسئلہ ہے شہری اور دیہاتی کا، ایک شہری نے اپنا جانور کسی ایسے دیہات میں رکھا ہو جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، تو یوم النحر کی صبح صادق کے بعد یہ شہری اپنے دیہات میں رکھے ہوئے جانور کی قربانی کرا سکتا ہے، کیوں کہ شہر میں رہنے والوں کے لیے نماز عید سے قبل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کو منع فرمایا ہے، دیہات میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں صبح صادق کے بعد یہ عمل ہوسکتا ہے۔

''والأصل فيه قوله عليه السلام من ذبح قبل الصلوٰة فليعد ذبيحته ومن ذبح بعد الصلوٰة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين وقال عليه السلام إن أول نسكنا في هذا اليوم الصلاة ثم الأضحية'' (۴/۲۲۹)۔ فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار کیا ہے اور مضحی کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ اپنے دیہات میں رکھے جانور کی قربانی نماز سے پہلے بھی کرا سکتا ہے، لیکن اگر مضحی اور اس کے وکیل میں اتنا لمبا فاصلہ ہو کہ مضحی پر یوم النحر کی صبح صادق طلوع نہ ہوئی ہو اور وکیل کے مقام پر دس ذی الحجہ شروع ہو چکی ہو تو اس صورت میں اس مؤکل کی طرف سے دور دراز مقام پر قربانی کرنا درست نہ ہوگا اور اس مسئلہ میں مقام مضحی کا اعتبار ہوگا نہ کہ مقام اضحیہ کا؛ کیوں کہ سبب وجوب کے پائے جانے سے پہلے عبادت کا اداء کرنا درست نہیں ہوتا اور عبادت کرنے کی صورت میں وجوب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جیسے وقت ہونے سے پہلے نماز پڑھنا اور بنیادی نصاب کا مالک ہونے سے پہلے زکوۃ دینا درست نہیں۔

قربانی کا وقت قربانی کے وجوب کے لیے سبب ہے اس لیے جب مؤکل پر دس ذی الحجہ کی صبح طلوع نہیں ہوئی ہے تو اس پر ابھی قربانی کا ذمہ عائد نہیں ہوا ہے، لہٰذا اس کی جانب سے کسی ایسی جگہ پر رہنے والے وکیل کا قربانی کرنا جہاں یوم النحر کی صبح صادق طلوع ہو چکی ہو درست نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں اصول فقہ کی اس عبارت سے استدلال کیا جا سکتا ہے جو بہت واضح ہے: ''**وتقديم المسبب على السبب لايجوز أصلا**'' (نورالانوار ر ۵۷)۔

مفتی جمیل احمد نذیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابھی جو گفتگو چل رہی ہے اس سلسلہ میں عرض یہ کرنا ہے کہ میرے اپنے خیال کے مطابق یہاں کچھ التباس ہو رہا ہے، یہاں تین چیزیں الگ الگ ہیں: ایک قربانی کی شرائط وجوب، دوسرے قربانی کا نفس وجوب، تیسرے قربانی کا وجوب اداء۔ اور ہم اور آپ جانتے ہیں کہ جو شرط شئ ہوتی ہے وہ شئ سے خارج ہوا کرتی ہے، شئ میں داخل نہیں ہوتی، اور شرائط وجوب تو عقل، بلوغ اور غنی شرعی یعنی نصاب کا مالک ہونا ہے اور نفس وجوب کا تعلق وقت یعنی ایام النحر سے ہے اور وجوب اداء کا تعلق نص یعنی امر سے ہے، ہم اصول کی کتابوں میں اس بات کو بھی پڑھتے ہیں کہ امر تکرار کو نہیں چاہتا اور ایک مرتبہ اگر امر پر عمل ہو جائے تو مامور اس امر کی ادائیگی سے فارغ ہو جاتا ہے پھر اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کا تکرار کیوں ہے؟ ہمیں ایک دن صرف پانچوں وقت نماز پڑھنی چاہیے، اس کے بعد ہم کو دوسرے دن، تیسرے دن، زندگی بھر نہیں پڑھنا چاہیے۔ تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ چوں کہ نماز کا تعلق وقت سے ہے لہٰذا جب وقت آتا ہے تو نفس وجوب ہو جاتا ہے اور جب نفس وجوب ہو جاتا ہے تو امر اس مکلّف کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ جو چیز تمہارے اوپر واجب ہو گئی ہے اب اس امر کے ذریعہ تم ادا کرو، تو اسی طریقہ سے قربانی کرنے والے کے اندر جب شرائط قربانی پائی جائیں گی

یعنی عقل، بلوغ، غنی اور ایام نحر آ جائیں گے تو امر جو قربانی کا ہے "من وجد سعة فليضح" وہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا کہ اب جو چیز تم پر واجب ہو چکی ہے اس کو کرو۔

اس کے علاوہ ہمارے یہاں ایک بحث یہ بھی چلتی ہے کہ ادا اور قضاء کی نص ایک ہوتی ہے یا اداء کی نص الگ ہوتی ہے اور قضاء کی نص الگ ہوتی ہے۔ تو اس میں راجح قول اصولیین نے یہ لکھا ہے کہ اداء اور قضاء دونوں کی نص ایک ہی ہوتی ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اداء کا تعلق امر سے ہے یعنی نص سے ہے، وقت سے نہیں ہے، اگر شرائط وجوب نہ پائی جائیں یعنی عاقل، بالغ اور صاحب نصاب نہیں ہے تو ایام نحر آنے کے باوجود قربانی اس پر واجب نہیں ہوگی۔ تو تینوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، پہلے شرائط وجوب، پھر ایام نحر کا آنا، پھر اس امر کا جو پہلے سے موجود ہے اس کا بندہ کی طرف متوجہ ہو جانا، اور دوسری بات کہ مقام اضحیہ میں ذی الحجہ کی دس تاریخ ہو چکی ہے اور قربانی کرانے والے کے یہاں ۹ ہی تاریخ ہے تو کیا دس تاریخ والا اپنی قربانی جہاں کر رہا ہے ۹ رتاریخ والے کی قربانی بھی کر سکتا ہے کہ نہیں، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ قربانی اراقۃ الدم کا نام اور اراقۃ دم غیر معقول عمل ہے، یہ ایام نحر کے علاوہ میں اگر کیا جائے تو قربت و عبادت نہیں، جائز تو ہے لیکن قربت وعبادت نہیں، ثواب نہیں، اور یہ ایک طرح سے تعذیب حیوانات ہے، جانوروں کو تکلیف پہنچانا ہے، اس میں عبادت وقربت ایام نحر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، تو جب ایام نحر آ گئے اور ایام نحر کی وجہ سے اراقۃ دم قربت وعبادت بن گیا، لہٰذا جس کے یہاں دس تاریخ ہے وہ اپنی طرف سے اگر اس دن میں کرے گا تو اس دن کے آنے کی وجہ سے وہ اراقۃ دم جو غیر معقول تھا، تعذیب حیوانات تھا وہ عبادت بن گیا، قربت بن گیا اور اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی طرف سے بھی کر سکتا ہے اور دوسروں کی طرف سے بھی کر سکتا ہے، تو یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی کہ اپنی طرف سے کرے تو قربت وعبادت بن جائے اور دوسرے کی طرف سے کرے تو قربت وعبادت نہ بنے۔ جب کہ اس کا تعلق صرف ایام نحر سے ہے، کسی اور چیز سے نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب

ایام نحر گذر جاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں لیکن تو یہ اراقۃ دم، اراقۃ دم باقی نہیں رہتا ہے بلکہ صدقہ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم یہ ہوا کہ جو قربانی کرنے والا ہے اس کے یہاں تاریخ اگر ایام نحر کی موجود ہے تو قربانی ادا ہو جائے گی چاہے کرانے والے کے یہاں وہ تاریخ ہو یا نہ ہو۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مجھے مولانا رشید صاحب کی بات پر ایک بات عرض کرنی تھی، کہ علامہ شامی نے غنی وغیرہ، بعض لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ غنی سبب ہے لیکن اس کی تردید انھوں نے کی ہے اور اس کی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ملکیت نصاب کے بعد کوئی زکوٰۃ ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، لیکن ہم اگر اس غنی کو یا دوسری چیزوں کو یہ کہیں کہ یہ سبب ہے قربانی کے وجوب کا تو ایام نحر سے پہلے کوئی قربانی کر دے تو قربانی ہو جانی چاہئے، حالانکہ اس بات کا کوئی قائل نہیں، دوسری چیز یہ ہے کہ فقہائے کرام نے جہاں مقام اضحیہ کا اعتبار کیا ہے تو ان کے پیش نظر تاریخ کا اختلاف نہیں تھا، اس وقت کوئی تصور ہی نہیں تھا کہ دمشق کا رہنے والا ہندوستان کے رہنے والے سے یہ بات کہے کہ ہماری طرف سے قربانی کر دی جائے۔ لہٰذا فقہاء نے جہاں یہ بات لکھی ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ قربانی اس وقت واجب ہو گی جب کہ شرط کا تحقق ہو اور جب کہ شرط کا تحقق نہ ہو تو اس شخص کے اوپر نفس وجوب ہو گا ہی نہیں، الہٰذا یہ کہنا کہ غنی وغیرہ سے نفس وجوب کا تحقق ہو جاتا ہے یہ صحیح نہیں، والسلام

مولانا محمد رحمت اللہ ندوی

پہلی بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ عارض نے واقعی مسئلہ کو الجھا دیا ہے اور اپنی رائے تھوپنے کی بڑی بھرپور کوشش کی ہے، جو دلائل ان کی منشاء کے موافق نہیں تھے ان سے وہ سرسری گزر گئے ہیں اور اس کو غیر مصرح قرار دیکر اپنا دامن بچا لیا ہے۔ اور جو دلائل ان کی رائے کے

موافق تھے ان کی بھرپور وکالت کی ہے اور ترجمانی کی ہے۔

دوسری بات یہ کہنی ہے کہ نفس وجوب میں اگر وقت کو مؤثر مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت غریب بھی پاتا ہے، امیر بھی پاتا ہے تو کیا غریب اور امیر دونوں قربانی میں برابر ہوں گے اور عاقل اور بالغ مسلمان پر نماز فرض ہے یہ بات کہی جاتی ہے لیکن جب وقت ہوگا تب ہی جاکر نماز کی ادائیگی ہوگی، یہ دونوں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں۔ اگر وقت ہی کو سب کچھ مان لیں گے تو پھر غنی کی اور وسعت کی جو شرط لگائی جاتی ہے وہ بے معنی ہو جائے گی۔

مولانا عبید اللہ الاسعدی:

بھائی عرض مسئلہ کا مسئلہ ایسا ہے کہ عارض کے سامنے ایک بڑا وسیع ذخیرہ ہوتا ہے، اس میں ایسا ہوسکتا ہے کہ بعض حضرات کی رائے صحیح طور پر ضبط میں نہ آسکے حسن ظن قائم رہنا چاہیے۔ اور بعض مقالات نہیں پہنچتے یا پڑھنے میں بھی اور رائے کے ضبط کرنے میں بھی فرق پڑسکتا ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی قصداً اس طرح کی بات کہے گا، باقی ذہنی رجحان تو ایک فطری سی چیز ہے جو ہم کو اپنے بڑے بڑے حضرات کی کتابوں میں بھی مل جاتا ہے کہ وہ اپنے رخ اور نظریہ کے مطابق دلائل کو قائم کرنے اور رد کرنے میں صرف کرتے ہیں، اس لئے ہمیں حسن ظن سے کام لینا چاہئے۔

مولانا ظہیر احمد صاحب (کانپوری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہونا چاہیے یہ مسئلہ تقریباً متفق علیہ معلوم ہوتا ہے جو ہمارے درمیان مختلف فیہ بنا ہوا ہے وہ اس معنی کر کہ اگر ہم تھوڑا فقہی عبارت پر غور کریں تو واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا، مقام مضحی کا اعتبار نہیں ہوگا، اس کو مختلف طریقوں سے کتابوں میں ہے جیسا کہ کہیں "یعتبر مکان فعلها لامکان الفاعل" کہیں پر ہے، "مکان

فعلها، لامكان المفعول عنه" یہ فقہی عبارات ہیں جس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ ہمیشہ قربانی میں جس جگہ پر قربانی کی جائے گی اسی جگہ کا اعتبار ہوگا، مضحی کے مقام کا اعتبار بالکل نہیں کیا جائے گا، اس کی عملی مثال یہ بھی ہے لوگ کہ زمانہ قدیم سے اپنی قربانیاں حرم میں کرواتے چلے آرہے ہیں، جبکہ ہندوستان میں تو بارہا ایسا ہوتا ہے کہ دو دن کا فرق ہو جاتا ہے، یہاں پر ۹ ذی الحجہ ہے اور وہاں پر دس ذی الحجہ ہو جاتی ہے، اور کبھی کبھی یہاں آٹھ ذی الحجہ ہوتی ہے، اور وہاں دس ذی الحجہ ہو جاتی ہے تو اگر کسی نے قربانی کے لیے اپنا جانور بھیجا اس نے دس ذی الحجہ کو وہاں کی تاریخ کے مطابق قربانی کردی اور یہاں تو آٹھ ہی تاریخ تھی۔ ابھی تک بہت ساری قربانیاں ادا ہوتی رہی ہیں، اس کے علاوہ آپ دیکھیے اس میں سب سے جامع عبارت "بدائع الصنائع" کی ہے، اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے: "**إن كان رجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه**" اس سے پتہ یہ چلتا ہے کہ جو صرف سواد اور مصر کی بات کہی جاتی ہے یعنی قریہ اور دیہات کی صرف بات ہے، یہ نہیں ہے، بلکہ کتابت، یعنی خط لکھنے کی ضرورت جب پیش آئے گی جب اتنی زیادہ مسافت ہو کہ وہاں تک پہنچنے میں وقت لگے گا۔ اس لیے انھوں نے، یعنی صاحب "بدائع الصنائع" نے یہ بالکل واضح کردی ہے کہ وہاں پر بھی مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ مضحی کا، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو حسن بن زیادہ کا قول ہے اس کو بہتر پر محمول کیا جائے، عدم جواز پر نہیں۔ انھوں نے بھی بہتر کہا ہے عدم جواز نہیں کہا ہے، یعنی جتنے فقہاء گزرے ہیں انھوں نے عدم جواز کی بات کہی ہی نہیں ہے، اس کے علاوہ مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کا فتوی بطور سند کے مزید تائید میں پیش کر سکتے ہیں، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ بالکل بے غبار ہے اس کو بلا وجہ ہم مختلف فیہ بنا رہے ہیں۔

مولانا سلمان صاحب پالنپوری

پہلے سوال اور آخری سوال کے بارے میں ایک بات کہنی ہے، پہلے سوال کے بارے

میں یہ بات کہنی ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے یا وجوب اداء کا؟ تو اس کے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ نصاب قربانی کونفس وجوب کا سبب ماننا درست ہی نہیں، ایک وجہ ائمہ اصول فقہ کی تصریح موجود ہے کہ نفس وجوب سبب نفس وجوب کے تکرار سے ثابت ہوگا، نفس وجوب کا تکرار، سبب نفس وجوب کے تکرار سے ثابت ہوتا ہے، اس لیے سبب نفس وجوب ایسی شئ ہونی چاہیے جس میں تکرار ہو، اور نصاب زکوٰۃ جو ہے اس میں فقہاء نے تکرار مانا ہے اور وہ صفت نمو کی وجہ سے مانا ہے اور نصاب قربانی میں مال نامی ہونا شرط ہی نہیں۔ اس لیے اس میں تکرار ہے ہی نہیں، اگر نصاب کو ہم سبب نفس وجوب مان لیں تو پھر تکرار کیسے ہو رہا ہے، ہر سال نفس وجوب کیسے ہو رہا ہے۔ بالفرض اگر ہم قربانی کو، نصاب قربانی کونفس وجوب کا سبب مان لیں تو یہ ممکن بھی نہیں، کیونکہ ائمہ اصول فقہ کی تصریح موجود ہے: **لأن الوجوب لما ثبت كان جواز الأداء من ضروراته على ما عليه عامة الفقهاء والمتكلمين،** یعنی مکلّف پر جب نفس وجوب ہوجاتا ہے تو پھر اداء کا جائز ہونا نفس وجوب کے لوازمات میں سے ہے، شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں کہ مکلّف پر کسی عبادت کا نفس وجوب ہوجائے اور اس کے لیے عبادت کی ادائیگی درست نہ ہو، اس لیے نصاب زکوٰۃ کا مالک بنتے ہی اس کے لیے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہے، اگرچہ وجوب اداء حولان حول کے بعد ہوتا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں اور عقلاً یہ بات سمجھ میں بھی نہیں آتی کہ منجانب اللہ مکلّف پر اگر ایک عبادت کا نفس وجوب کردیا جائے اور اس کے پاس اپنا ذمہ فارغ کرنے کی کوئی صورت ہی نہ ہو۔

آخری صورت کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک بات ہے وقت اداء کا شروع ہونا اور ختم ہونا اور ایک بات ہے ادائیگی کا درست ہونا تو پہلی بات یعنی وقت اداء کا شروع اور ختم ہونا اس کے اندر مکلّف (مضحی) کے ہی مکان کا اعتبار ہوتا ہے، اس میں اضحیہ کے مقام کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہائے کرام نے وقت اداء کے شروع اور ختم

کا جہاں تذکرہ کیا ہے، وہیں مکان اضحیہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اگر مقام اضحیہ کا اعتبار ہوتا ہر اس صورت میں تو یہ وقت اداء کے ختم ہونے کے موقع پر اس کا تذکرہ کیا جاتا، فقہاء نے جو یہ ضابطے بیان کیے ہیں وہ صحت اداء کے موقع پر اور سب جانتے ہیں کہ ادائیگی کی ضرورت کب پڑتی ہے، وقت اداء شروع ہونے کے بعد اور وقت اداء ختم ہونے سے پہلے۔ اور دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ جتنے بھی ضابطے بیان کیے جارہے ہیں اس میں آتا ہے: ''إنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان .... **المعتبر في ذلك مكان الأضحية**'' تو یہ ''هذا'' اور ''ذلک'' کا مشار الیہ جو ہے وہ نماز عید سے پہلے قربانی کا جواز، عدم جواز ہے، مطلقاً جواز، عدم جواز نہیں ہے، اس لیے ایک ہے قربانی کا اداء اور قضاء ہونا، اس میں تو مکلّف کے مکان ہی کا اعتبار ہوگا اور ایک ہے اداء کا صحیح ہونا اس میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا۔ اور فقہاء نے جو ضابطہ بیان کیا ہے وہ شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں، اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی تھی کہ شہر کے اندر وقت اداء نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور دیہات میں وقت اداء صبح ہوتے ہی شروع ہوتا ہے، شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں مضحی کے مکان اور اُضحیہ کے مکان کے وقت اداء میں فرق تھا، لیکن مضحی کے حق میں وقت اداء تو فجر ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے، اسی لیے شہری مضحی بھی دیہات میں وکیل بنا کر قربانی کرسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کے حق میں تو وقت اداء فجر ہوتے ہی شروع ہوگیا ہے، تو اس لیے ضابطہ میں بھی دیکھئے: ''إنما يعتبر في هذا مكان الشاة لامكان ......'' تو مکان کا جو اختلاف ہے اسی کے لیے یہ ضابطہ ہے اور شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں کیا یہ ممکن ہے کہ مکان اضحیہ کے اندر وقت اداء موجود ہو اور مضحی کے مقام پر وقت اداء موجود نہ ہو، یہ صورت ممکن تھی، اگر نہیں تھی تو یہ ضابطہ میں کیسے شامل ہے۔ جزاک اللہ۔

مفتی حفظ الرحمٰن صاحب (جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل)

موصوف نے گفتگو میں اپنی تحریر پڑھ کر سنائی تھی یہ تحریر مقالات میں موجود ہے، وہاں

ملاحظہ کرلیا جائے۔

مولانا قاری عبداللہ سلیم صاحب (امریکہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت اچھی بحثیں اس مسئلہ کے تعلق سے سامنے آئی ہیں اور آرہی ہیں، میں یہ عرض تو نہیں کرتا کہ کون صحیح اور کون غلط ہے، مگر اپنی رائے دینے کا حق ہے اور وہی مجھے پیش کرنی ہے، اصل میں نفس وجوب اور وجوب اداء کا جو مسئلہ کھڑا ہوا ہے وہ اس لیے کہ دیہات میں نماز عید سے پہلے قربانی درست ہے، اب اگر مضحی عنہ شہر میں ہے اور وہ قربانی وہیں کرے تو نماز کے بعد ہی کرنی ہوگی اور اگر اس کی طرف سے کوئی وکیل گاؤں اور قریہ میں ہے تو وہ نماز سے پہلے اس کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے۔ اصل میں یہاں سے شبہ ہورہا ہے، میں سمجھتا ہوں اس پر بھی غور کرلیا جائے کہ اگر ہم وقت کو نفس وجوب اور وجوب اداء دونوں کا سبب قرار دے لیں اور آپ حضرات جانتے ہیں اسباب متعدد ہوسکتے ہیں کچھ اسباب وقت کے ساتھ ساتھ نفس وجوب کے ہوں گے، کچھ اور اسباب وجوب ادا کے ہوں گے، میں اس وقت بات صرف وقت کی کررہا ہوں وقت جو نفس وجوب کا بھی سبب ہو اور نفس ادا کا بھی ہو، رہ گیا مسئلہ وہ جو قریہ اور مصر کا ہے دراصل اس میں مشقت سے بچانا معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ گاؤں میں رہنے والا اگر اس کو بھی اس بات کا مکلّف بنایا جائے کہ اگر وہ وکیل ہے کسی ایسے شخص کا جو شہر میں رہتا ہے اور قربانی کرنے کا اس کو پابند بنایا جائے کہ یہ اس وقت قربانی کرے جب شہر میں نماز ہوچکی ہو، تو مشقت کا سبب ہوگا وہ کیسے پتہ کرے گا کہ نماز ہوگئی کہ نہیں ہوئی؟ آج تو آپ جانتے ہیں کہ بہت سہولتیں ہیں مبائل فون ہیں، یہ اس زمانے میں نہیں تھے اور نہ ہر جگہ آج بھی ہوتے ہیں، اس کی مثال وقوف مزدلفہ ہے، اصل وقت وقوف کا فجر کے ساتھ ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہولت کی خاطر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اجازت دیدی، رات میں فجر سے پہلے مزدلفہ سے جانے کی، یہ ایک ضرورت تھی، سہولت دینا مقصود تھا، اس وقت اگر ہم یوں کہیں کہ قربانی کے لیے مقام قربانی کا اعتبار ہوگا وہ دراصل اسی مشقت سے بچانے کی خاطر ہے ورنہ قیاس تو یہ کہتا ہے کہ مضحی عنہ

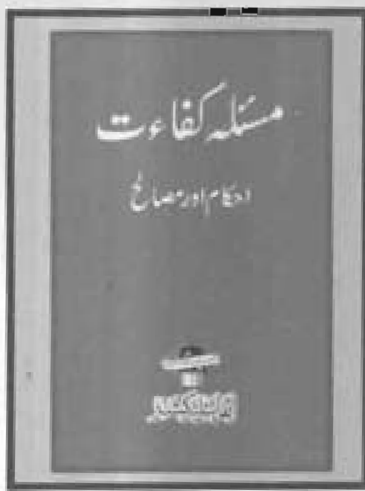
کے مقام کا اعتبار کیا جائے، بہر حال اس میں مشقت ہے تو مشقت سے بچانے کے لیے گاؤں والوں کو اس کی اجازت دی کہ چوں کہ فجر ہونے کے ساتھ ہی وجوب ادا ہو چکا لہٰذا ان کے لیے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ اضحیہ نہ کرے۔ اور شہر والوں کے لیے یہ رکاوٹ ہے کہ اگر ان کو اجازت دی جاتی کہ قربانی کرلیں تو قربانی میں لگ جاتے، نماز چھوٹ جاتی، اس لیے ان کو پابند بنایا گیا کہ وہ نماز کے بعد قربانی کریں تو دراصل یہ مشقت سے بچانے کے لیے ہے، اس پہلو کو اگر آپ حضرات پیش نظر رکھیں تو شاید مسئلہ کے حل میں کچھ مدد ملے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

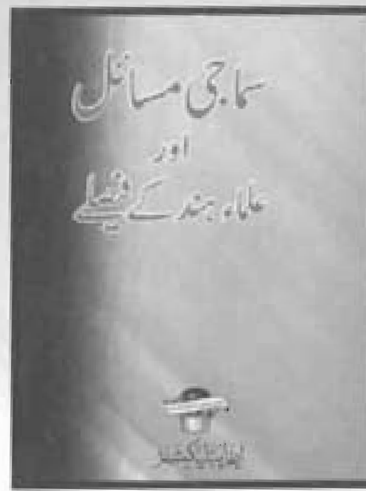
مفتی عبداللہ صاحب کاوی

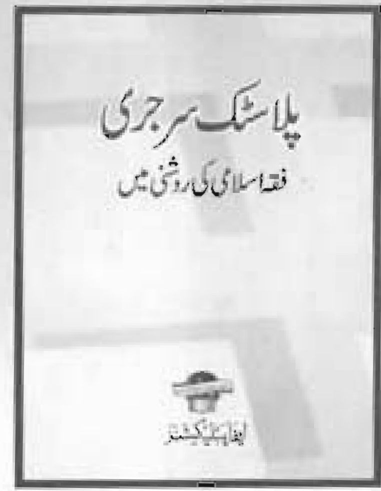
محترم وموقر مفتیان کرام وعلماء عظام! یہ مسئلہ بڑی اہمیت اس لیے رکھتا ہے کہ سعودی عرب میں حج کو جانے والے ہندوستان سے ہوں یا دوسرے ممالک سے ہوں، حاجیوں کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کا بھی حکم دیتے ہیں اور وہاں حاجی اپنی قربانی کے ساتھ اپنے ہندوستان میں رہنے والے بالغ، مکلّف جن پر قربانی واجب ہے ان کی بھی قربانی شامل کرتے ہیں بڑے جانور میں، سوال یہ کھڑا ہوتا ہے کہ اگر پہلے ہی دن وہ قربانی ذبح کردے منیٰ میں، جب کہ یہاں نویں ذی الحجہ ہو تو یہاں کے لوگوں کی قربانی کا وہ حصہ جو اس میں شریک کیا وہ اور خود حاجی کی قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ دوسری اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ بیرونی ممالک جیسے یوکے، افریقہ، کناڈا، امریکہ، وہاں کے لوگ خصوصاً گجرات میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں اپنی قربانی کرنے کا مکلّف بناتے ہیں، وکیل بناتے ہیں اب وہ لوگ بہت سی مرتبہ سعودی کے تابع ہوتے ہوئے ایک دن آگے چل رہے ہوتے ہیں، اس لیے یہاں ضروری ہے کہ اس چیز کی وضاحت کی جائے کہ اللہ کا حکم قربانی کرنے کا متوجہ کب ہوتا ہے؟ اور وہ انسان کس وقت اس کا مکلّف ہوتا ہے، دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق ہی سے خداوند قدوس کی طرف سے ہر عاقل، بالغ، آزاد، مقیم پر قربانی کا حکم متوجہ ہوتا ہے،

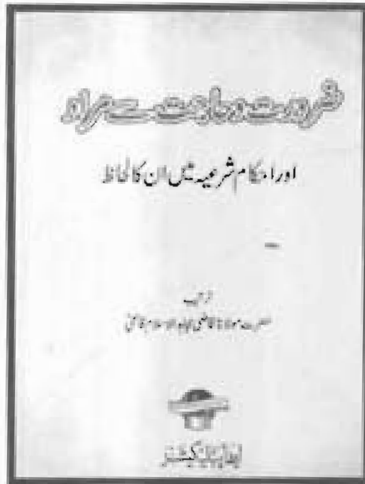
لیکن حدیث شریف میں مصری کے لیے سخت وعید ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھے اپنی قربانی کو ادا نہ کرے، اس لیے مصری کے حق میں نماز کے بعد قربانی کی ادائیگی ہے، تو اللہ کا حکم جب متوجہ ہوتا ہے مکلّف کی طرف اور قربانی کا ذبح کرنا ایک عبادت کو ادا کرنا ہے، مکلّف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو رہا ہے، اس کی سبکدوشی کے لیے قربانی کا ایام اضحیہ میں ذبح کرنا ضروری ہے، تو قربانی کے ذبح کا تعلق ادائیگی سے ہے، اس لیے جہاں جہاں جانور ہوں گے وہاں ایام اضحیہ چل رہے ہوں مگر جس کی قربانی کی جارہی ہے اس پر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہو چکی ہو، مصر ہے تو عید کی نماز سے وہ فارغ ہو چکا ہے، اس کے بعد ہی اس کی طرف سے قربانی کی جائے اور جو حاجی لوگ حج میں جاتے ہیں اور یہاں کی قربانی کرتے ہیں ان کو اس بات کا مکلّف کرنا ہوگا کہ وہ اسی وقت قربانی کرے جب کہ ہندوستان میں دسویں ذی الحجہ شروع ہو جائے اور اگر وہ شہر میں رہتا ہے تو عید کی نماز بھی پڑھ لے، اس کے ٹائم سے فون کے ذریعہ حاجی کو مطلع کردے تاکہ قربانی اپنے وقت پر ادا ہو۔ اسی طرح وجوب اداء، اداء وجوب، ساری چیزوں کو سمجھنے کے لیے جیسے مال، اقامت یعنی مقیم ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، نویں ذی الحجہ کے غروب شمس سے پہلے مقیم ہے اور صاحب مال ہے تو اس پر بھی قربانی ضروری ہے، تو مجلس فقہ اکیڈمی سے میری گزارش ہے کہ مسئلہ اس طرح خوب واضح کردے کہ حاجیوں کی قربانی اور اسی طرح سے بیرونی ممالک کی قربانیاں صحیح ادا ہو جائیں، میری رائے یہ ہے کہ جب ان پر وقت آجائے اس کے بعد ایام اضحیہ ہی میں ان کی طرف سے قربانی کی جائے تو یہ درست ہے۔ جزاکم اللہ

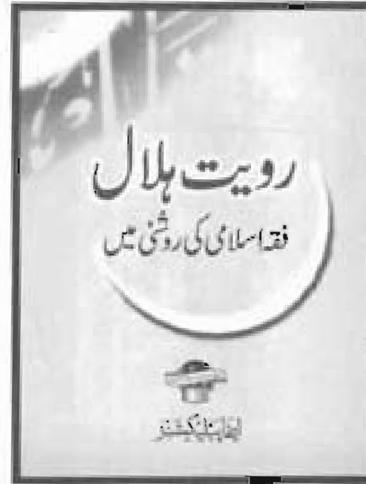


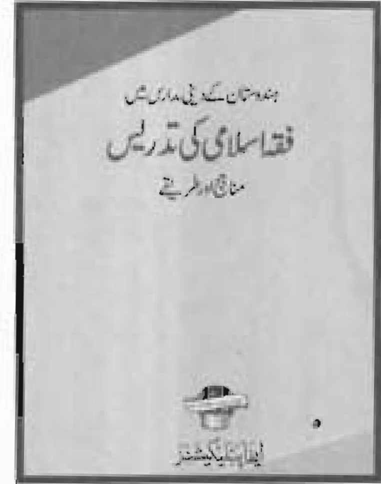


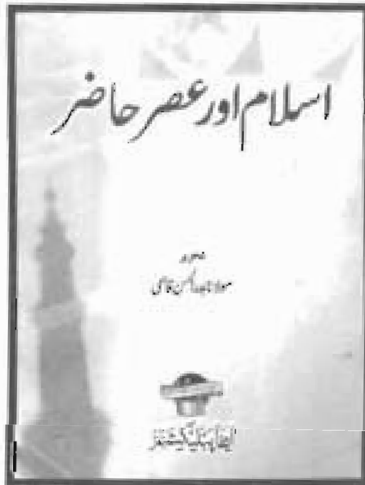


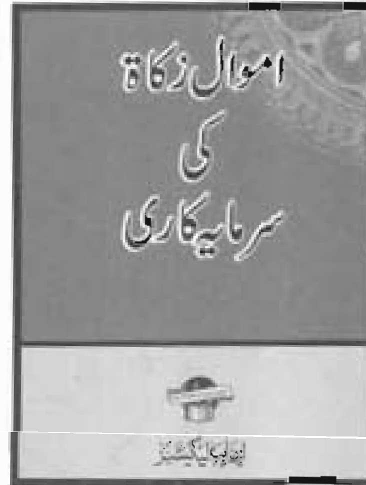


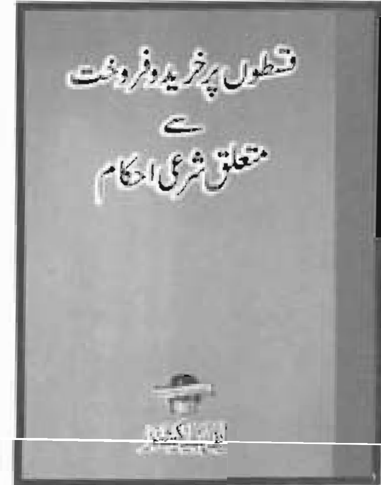














IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708,

Jamia Nagar, New Delhi - 110025

Tel : 26981327 Email:ifapublications@gmail.com